دوماہی مجلہ

زمزم

محمد اجمل مفتاحی

سراج المحدثین، امام اعظم **ابوحنیفہ** قدس سرہٗ

مکتبہ اثریہ

قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور — یوپی

پن کوڈ: ۲۳۳۰۰۱ — فون نمبر: ۰۵۴۸-۲۲۱۴۵۷

محرم الحرام ○ صفر المظفر ۱۴۲۱ھ

مدیر مسئول و مدیر التحریر

محمد ابوبکر غازی پوری

○

سالانہ چندہ ——— ۶۰/ روپے

پاکستان کے لئے

پاکستانی سو روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ

غیر ممالک سے دس ڈالر امریکی

مکتبۂ اثریہ

قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور — یوپی

پن کوڈ ۲۳۳۰۰۱ ——— فون نمبر ۰۵۴۸-۲۲۱۷۵۷

فہرست مضامین

مکتبہ شمس الحسن محلہ کوٹ ادری

(اداریہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چیچنیا پر روس کی وحشیانہ بمباری سے چیچنیا تباہ ہو رہا ہے، اور مسلمان بڑی تعداد میں مارے جا رہے ہیں، لاکھوں لوگ چیچنیا سے بھاگ کر کے اپنی جان بچانے کی جگہ وہ دوڑ رہے ہیں۔

روس کی اس کھلی جارحیت پر کہیں صدائے احتجاج نہیں، اقوام متحدہ کا ادارہ گونگا ہو کر رہ گیا ہے۔ امریکہ اور برطانیہ چند بے معنی آواز لگا کر خاموش ہو گئے ہیں۔

یہ خاموشی کیوں، اسلئے کہ یہ معاملہ اسرائیل کا نہیں ہے، تمور میں عیسائی باشندوں کا نہیں ہے، یورپی ممالک کا نہیں ہے، امریکہ کا نہیں ہے، انگریزوں کا نہیں ہے، یہودیوں کا نہیں ہے، یہ مسئلہ مسلمانوں کا ہے، اور دنیا کی بڑی اور چھوٹی طاقتوں کو مسلمانوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، مسلمانوں کا کوئی مسئلہ خواہ وہ مسئلہ کتنا ہی حساس ہو ان طاقتوں کی نگاہ میں کوئی کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ حزب اللہ کا گروہ لبنان سے اسرائیلیوں پر دو ایک گولے داغ دے امریکہ اور برطانیہ میں ہلچل مچ جاتی ہے۔ اور اسرائیل لبنان پر وحشیانہ بمباری کرے اور فلسطینیوں کی بستی میں فلسطینیوں پر آزادانہ فائرنگ کر کے کشتوں کے پشتے لگا دے تو امریکہ اور برطانیہ اور یورپی ممالک کے کسی بھی ملک کی زبان اسرائیل کے خلاف نہیں کھلتی۔

آج چیچنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس کو دہشت گردی کے خلاف جنگ کا نام دیکر سارے ممالک خاموش ہیں، اور ذرا ذرا سی باتوں کا بتنگڑ بنانے والا اقوام متحدہ کا ادارہ اپنا لب سیے ہوئے ہے، اس جنگ میں ہر روز بہت بڑی تعداد میں صرف جنگجو ہی نہیں بلکہ عوام شہری بوڑھے اور بچے قتل ہو رہے ہیں، اور جو بچے ہیں وہ دانہ پانی کے محتاج ہیں۔

وہ تعجب تو مسلم ممالک کی بے حسی اور ان کی بزدلی پر ہے کہ کسی ایک ملک کو [illegible]
روس کے اس ظالمانہ رویہ کے خلاف آواز نہیں اٹھاتا، نہ روس سے کچھ کہتا ہے اور نہ اقوام متحدہ
اجلاس طلب کرتا ہے، نہ امریکہ اور برطانیہ پر دباؤ ڈالتا ہے کہ وہ روس کو اس وحشیت و بربریت
سے باز رکھیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ قائدین اپنی آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں ان کے کانوں
میں چیچنیائی مسلمانوں کی آہ و بکا کی کوئی آواز سنائی نہیں دیتی، یہ بے حس و مردہ دل
قائدین روس سے ڈرتے ہیں، امریکہ سے ڈرتے ہیں، برطانیہ سے ڈرتے ہیں، اسرائیل
سے ڈرتے ہیں اور اتنے بزدل ہو چکے ہیں کہ اپنے مظلوم بھائیوں کے حق میں ایک آواز
نہیں نکال سکتے۔

ان کی یہ بزدلی اور ان کا خوف محض اس وجہ سے ہے کہ ان کے دل میں خدا کا خوف
نہیں، خدا کی ذات پر اعتماد نہیں، اپنے دین و عقیدہ کیلئے مرمٹنے کا جذبہ نہیں، آخرت میں
خدا کے یہاں حاضری کا یقین نہیں۔ دنیا کی محبت نے ان کے دلوں پر قبضہ جمالیا ہے، ان کو ہوس
اقتدار نے خاموش رکھا ہے۔ علم و عرفان سے ان کے دربار خالی ہیں، اور جب دنیا
کی محبت کسی کے دل پر قبضہ جمالے اور اللہ کی ذات سے اس کا اعتماد اٹھ جائے اور دین سے
اس کا تعلق صرف نام کا باقی رہ جائے اور وہ اپنی خواہشات کا غلام بن کر رہنا سیکھ جائے
تو اس کا قلب مردہ ہو جاتا ہے، اور عزت و آبرو کی زندگی سے وہ محروم کر دیا جاتا ہے، دشمنوں
کا رعب اس کے دل پر چھایا رہتا ہے، اور اس کی طبیعت اتنی دنی اور اتنی کمینی ہو جاتی ہے کہ ظلم
کے خلاف آواز نہیں اٹھا سکتا۔ حق کا کلمہ اس کی زبان سے نکل نہیں سکتا۔

آج پورے عالم اسلام میں جن کے ہاتھوں میں اقتدار ہے ان کا یہی حال ہے، دنیا کی
محبت اور غیروں کا خوف ان پر مسلط ہو چکا ہے۔ یہ روس کے خلاف آواز نکالنے کا حوصلہ
نہیں رکھتے، چیچنیا کے مسلمانوں پر روس کے غیر انسانی مظالم پر ان کے لب خاموش ہیں۔
غیروں کے ساتھ یہ مسلمان حکمراں بھی چیچنیا کی تباہی و بربادی کا تماشا دیکھ رہے ہیں۔

آج چیچنیائی مجاہدین عالم اسلام سے اخلاقی و مادی قوت نہ ملنے کی وجہ سے پسپا

بقیہ صفحہ ۳۳ پر

محمد ابوبکر غازی پوری

نبوی ہدایات

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بشارت سنائی کہ جس کسی مسلمان کی تین نابالغ اولاد اس کی حیات ہی میں فوت ہوجائے (اور وہ اس پر صبر کرے) تو اللہ ایسے بندہ کو ان بچوں کے طفیل جنت میں داخل کردیتے ہیں (بخاری)

چھوٹے بچوں کی وفات سے ماں باپ کو جو صدمہ پہنچتا ہے، اس کا بیان نہیں ہوسکتا اور اگر کسی کے پے بہ پے تین تین بچے فوت ہوجائیں تو اس کا قلب غم سے پھٹ جائے، مگر اللہ کے بندے جن کا یقین یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے ہر فیصلہ میں حکمت ہوتی ہے وہ ہر حال میں صبر و شکر اور تسلیم و رضا کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

جن کے سامنے اللہ کے رسول صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہو ان کے لیے اپنے بچوں کا غم بھول جانا بہت آسان ہوگا۔

کتنی بڑی بشارت اور خوشخبری ان ماں باپ کیلئے ہے جو اپنی اولاد کی جدائی کا غم اٹھائے ہوئے ہیں۔

(۲) حضرت ام حبیبہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کسی ایمان والے کے لئے حلال نہیں ہے کہ تین دن سے زیادہ کسی مردہ کا غم منائے۔ البتہ بیوی کو اپنے شوہر کا غم چار مہینے دس دن منانا ہے۔ (بخاری)

شریعت نے ہر چیز میں اعتدال ملحوظ رکھا ہے۔ وفات پانے والے کا غم منانے

بالکل روک دیا جاتا تو یہ انسانی فطرت کے خلاف ہوتا۔ اور اگر اس بارے میں شریعت کی طرف سے کوئی تحدید نہیں ہوتی تو بھی مناسب نہیں تھا کہ انسان کی زندگی میں اور بھی کام ہوتے ہیں، کسی کے فوت ہو جانے سے دنیا کے کاروبار تو بند نہیں کئے جا سکتے۔ تو شریعت نے انسانوں کے مزاج کی رعایت کرتے ہوئے کہ تین دن میں عموماً آدمی کی طبیعت تھم جاتی ہے اور اس کا غم ہلکا ہو جاتا ہے، تین دن سے زیادہ غم منانے کی اجازت نہیں دی البتہ بیوی کا معاملہ کچھ دوسرے قسم کا ہوتا ہے اس وجہ سے اس کیلئے چار ماہ دس دن کی مدت رکھی گئی اس درمیان اسے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اس کا پیٹ فارغ ہے یا مشغول اور وہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں اس کا فیصلہ کر سکتی ہے۔

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ ہم جنازہ کو جلد سے جلد دفن کر دیں۔ اس لئے اگر جنازہ نیک انسان کا ہے تو اسے جلد سے جلد آخرت کی نعمت کی طرف کر دو گے، اور اگر وہ برا ہے تو جلدی سے اس برے بوجھ کو اپنے کاندھے سے اتار دینا چاہیے۔

جنازہ کے سلسلہ میں یہی حکم ہے کہ اس کو جلد سے جلد اس کی آخری قیامگاہ یعنی قبر میں کر دیا جائے — اس کی ایک مصلحت تو وہی ہے اور وہی اصل ہے جس کو حضورؐ نے بیان کیا کہ صالح بندہ کی روح جلد سے جلد قبر میں اپنے بدن سے آملنا چاہتی ہے تاکہ جنتوں کی نعمتوں سے وہ بھرپور لطف اندوز ہو اور اگر جنازہ گنہگار کا ہے تو یہ ایک شر ہے اس سے جلد سے جلد چھٹکارا حاصل کرنا چاہیے۔

اور ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ جب تک جنازہ گھر میں رہتا ہے، شور و ہنگامہ رونا پیٹنا مچا رہتا ہے۔ اور گھر والوں کی طبیعتیں مائل بہ سکون نہیں ہو پاتی ہیں، اگر جنازہ جلد گھر سے نکال دیا جائے اور اس کی تدفین جلد عمل میں آجائے تو گھر والوں کو سکون حاصل ہوتا ہے، اس کا تجربہ ہر شخص کو ہوگا۔

جنازہ میں بلا وجہ کی تاخیر کرنا مکروہ ہے، بہت سے لوگ دوست و عزیز و اقرباء

کے انتظار میں جنازہ کی تدفین میں تاخیر کرتے ہیں یہ جائز نہیں ہے، اگر ولی موجود ہے تو جنازہ کی تدفین میں تاخیر کی قطعاً گنجائش نہیں ہے، جنازہ کو فوراً دفن کرنے کا انتظام کرنا چاہیے۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے۔

اللّٰھم انی اعوذ بك من عذاب القبر ومن عذاب النار ومن فتنة المحیا والممات ومن فتنة المسیح الدجال۔

یعنی اے اللہ میں قبر کے عذاب اور جہنم کے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں، زندگی اور موت کے فتنہ سے میں پناہ چاہتا ہوں اور مسیح دجال کے فتنہ سے پناہ چاہتا ہوں۔ (بخاری)

یہ دعا بڑی جامع ہے، اس کا ورد ہر انسان کو کرنا چاہیے اور کثرت سے یہ دعا مانگنی چاہیے، انشاء اللہ اس کے طفیل قبر کے عذاب سے بھی نجات ہوگی، دجال کے فتنہ سے بھی حفاظت رہے گی اور زندگی اور موت کی ہر آزمائش سے انسان محفوظ رہے گا۔

خط اور اس کا جواب

ایک ہاتھ سے مصافحہ کی حقیقت

مکرمی و محترمی حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری مدیر زمزم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

بحمدہ تعالیٰ زمزم کا ہر شمارہ پڑھتا رہا، دوست و احباب بھی اس کا مطالعہ بہت شوق سے کرتے ہیں، بلا مبالغہ و مجاملہ عرض کرتا ہوں کہ آپ نے جس انداز میں غیر مقلدوں کی فریب کاریوں کا پردہ چاک کر دیا ہے، اس کی نظیر ہمیں نظر نہیں آتی، غیر مقلدین کے پرچے بھی ہم پڑھتے ہیں، ان پرچوں میں ان کی جھنجلاہٹ اور جلاہٹ آسمان چھوتی نظر آتی ہے، گالی گلوج اور بدگوئیوں سے ان کے سارے پرچے بھرے رہتے ہیں، اس کا اثر خود ان کی جماعت کے افراد پر اچھا نہیں پڑ رہا ہے، میری گفتگو بعض غیر مقلدین سے ہو چکی ہے، اس کی بنا پر یہ لکھ رہا ہوں۔

اس خط کا ایک خاص مقصد ہے، براہ کرم آپ ایک ہاتھ سے مصافحہ کی شرعی حیثیت پر روشنی ڈالیں، "التحفۃ الحسنیٰ" مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کا رسالہ ہے، اس میں بڑے پر زور طریقہ پر ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کی مشروعیت اور سنیت کو ثابت کیا گیا ہے اور دو ہاتھ سے مصافحہ کو غیر مسنون بتلایا گیا ہے۔ امید ہے ہماری گذارش آپ کی توجہ کا مرکز بنے گی۔

والسلام

عبدالقیوم انصاری

سنت کبیر نگر - یوپی

ذہن میں المقالۃ الحسنیٰ رسالہ میرے پاس نہیں تھا، آپ کا خط آنے کے بعد میں نے اسکو حاصل کیا اور اس کو پڑھا، مولانا عبدالرحمن صاحب نے اس رسالہ میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کی مشروعیت وسنیت کو ثابت کرنے کی کوشش ضرور کی ہے، مگر دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی عدم مشروعیت کی صراحت کہیں نہیں کی ہے، اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اگر ایک امر مشروع ہو تو اس کے بالمقابل کی چیز غیر مشروع ہو، غیر مقلدین کی خود تصریح ہے کہ رفع یدین بھی سنت ہے اور عدم رفع یدین بھی سنت ہے، ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ آمین بالجہر اور آمین بالسر دونوں جائز ہیں، حکیم صادق سیالکوٹی صلوٰۃ الرسول میں لکھتے ہیں کہ تشہد میں انگلی کا ہلانا بھی درست ہے اور نہ ہلانا بھی درست ہے۔

اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ مولانا عبدالرحمن مبارکپوری کے یہاں دونوں امر مسنون ہوں ایک ہاتھ سے مصافحہ بھی اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ بھی، اس رسالہ میں مولانا کا سارا زور صرف اس پر ہے کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو غیر مسنون اور بدعت نہ کہا جائے۔ فرماتے ہیں:

- ایک ہاتھ سے مصافحہ کا مسنون ہونا احادیث صحیحہ مرفوعہ سے ثابت ہے۔[۳]

مولانا نے حصر کے ساتھ یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ ایک ہاتھ ہی سے مصافحہ کرنا احادیث صحیحہ مرفوعہ سے ثابت ہے، دونوں ہاتھ سے مصافحہ ثابت نہیں ہے۔

اس لئے اس کا امکان ہے کہ مولانا مبارکپوری کے یہاں مسنون تو دونوں امر ہوں یعنی ایک ہاتھ سے مصافحہ بھی اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ بھی، البتہ مولانا ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو بہتر اور اولیٰ سمجھتے ہوں، اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو جائز سمجھتے ہوں۔

میں اتنا لکھ چکا تھا کہ اس رسالہ کے صفحہ ۲ پر دوبارہ نظر پڑی تو مجھے اپنے اس خیال سے باز آنا پڑا، اس لئے کہ مولانا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

- جناب مولانا قطب ربانی سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی

صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرنا مستحب ہے۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ مولانا مبارکپوری کے نزدیک بطور حصر کے ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرنا مستحب ہے، یعنی دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا مستحب نہیں ہے، یعنی مکروہ ہے، حدیث سے اس کا مسنون ہونا ثابت نہیں ہے۔

اس لئے ضروری ہو گیا کہ مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری کے اس دعوی کا عقل و نقل کی روشنی میں جائزہ لیا جائے۔

ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی کوئی دلیل مولانا مبارکپوری کو بخاری، مسلم یا صحاح ستہ کی کسی اور کتاب سے نہیں ملی، اس لئے انھوں نے زمانہ خیر القرون کے کئی صدی بعد کے زمانہ کی کتاب حافظ ابن عبد البر کی تمہید سے پہلی حدیث جو ان کے خیال کے مطابق صحیح ہے (1) ذکر کی ہے مولانا نے اس حدیث کا جو ترجمہ کیا ہے وہ یہ ہے۔

عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ تم لوگ میرے اس ہاتھ کو دیکھتے ہو میں نے اسی ایک ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا ہے۔

مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری کو میں ایک ذمہ دار عالم سمجھتا تھا مگر جب ان کی کتابیں پڑھنے کا ذرا تفصیل سے موقع ملا تو مجھے ان کے اندر وہ تمام بد احتیاطیاں اور تعصب کی وہ تمام

---

(1) مولانا کا اس حدیث کو صحیح قرار دینا محض تعصب کی بنا پر ہے، ورنہ اس حدیث کی سند کا ایک راوی محمد بن وضاح ہے جس کو کسی نے ثقہ نہیں کہا ہے۔ ابن الفرضی کو اس پر سخت کلام ہے اس کا بڑا مرض یہ تھا کہ حدیث رسول کو اپنی عقل کے پیمانے سے ناپتا تھا جس حدیث کو اس کی عقل قبول نہ کرتی اس کا وہ انکار کر دیتا تھا، ابن الحباب اس کی عقل وغیرہ کی تعریف کرتے تھے مگر احادیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو جو یہ رد کیا کرتا تھا اس پر اس کی نکیر کرتے تھے، مزید تفصیل آئندہ حاشیہ میں دیکھئے۔

چنگاریاں نظر آئیں جو عام غیر مقلدین علماء کا وطیرہ اور شیوہ ہے، خط کشیدہ عبارت، اس عبارت کا ترجمہ ہے۔

ترون یدی ھذہ صافحت بھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ تم لوگ میرے اس ہاتھ کو دیکھتے ہو میں نے اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے معانقہ کیا ہے، مولانا نے سیدھا سادھا ترجمہ کرنے کے بجائے۔ اسی ایک ہاتھ سے، حصروالا ترجمہ کیا ہے، اور پھر ایک، کا کلا اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے، مولانا نے یہ تصرف اسلئے کیا کہ اس حدیث کو اپنے مطلب کے موافق ڈھال لیں افسوس محض اپنی غرض کے لئے حدیث رسول کے ترجمہ میں خیانت کی جارہی ہے۔

عربی میں ید کا لفظ جنس کیلئے بولا جاتا ہے، خصوصاً جب اس کا استعمال اضافت کے ساتھ ہو تو جنس ہی کا معنی عام طور پر لیا جاتا ہے، اور اس موقع پر ایک ہاتھ کا مراد ہونا ضروری نہیں ہے، کہیں ایک ہاتھ مراد ہوگا اور کہیں دونوں ہاتھ، قرآن کا ارشاد ہے۔ ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو، یہاں بظاہر ید واحد ہے مگر اس کا مطلب ایک ہاتھ کسی نے نہیں لیا ہے، مولانا مبارکپوری ہوتے تو اس کا ترجمہ کرتے، تو اپنا ایک ہاتھ داہنا اپنی گردن سے بندھا ہوا مت رکھو۔ اور اس افوکھے مبارکپوری ترجمہ پر دنیائے علم و ادب عش عش کرتی۔

حدیث شریف میں آتا ہے۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ یعنی مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، یہاں بھی ید کا لفظ مفرد اور واحد ہی استعمال ہوا ہے، مگر اس کا مطلب ایک ہاتھ لینا حماقت ہوگی، البتہ مولانا مبارکپوری ہوتے تو اس کا ترجمہ ایک ہاتھ ہی کرتے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے۔ من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ یعنی تم میں سے کوئی آدمی کسی غیر شرعی امر کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ اس حدیث میں بھی لفظ ید واحد ہی ہے، مگر اس کا ترجمہ ایک ہاتھ کسی سے نہیں سنا گیا ہے، ہاں مولانا مبارکپوری

باجیات ہوتے تو وہ اس کا ترجمہ ایک ہی ہاتھ کرتے اور وہ بھی داہنا۔

غرض جب کتاب وسنت میں لفظ یہ مضاف ہو کر ایک جگہ نہیں بار بار استعمال ہوا ہے اور ان جگہوں پر مراد دونوں ہاتھ ہیں تو مولانا مبارکپوری نے جو عبداللہ بن بسر کی جو حدیث نقل کی ہے اس میں لفظ یہ مضاف سے ایک ہی ہاتھ مراد لینا کہاں سے متعین ہوگا اور قطعیت کے ساتھ کیسے دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ اس سے ایک ہی ہاتھ مراد ہے۔

اگر کوئی غیر مقلد یہ کہے کہ ھذہ واحد کا اشارہ اور بھا میں واحد مونث کی ضمیر اس کا قرینہ ہے کہ حدیث میں ایک ہاتھ مراد ہے، تو یہ جواب غیر علمی ہوگا، اس لئے کہ حدیث کی عبارت ھذہ اور بھا کا استعمال لفظ یہ کی وجہ سے ہوا ہے جو اصلاً مونث ہے، جیسے قرآن میں ولاتجعل یدک مغلولة والی آیت میں ہے، ولاتبسطھا کل البسط میں بھی ضمیر واحد مونث کی استعمال کی گئی ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آیت کریمہ میں لفظ یہ سے مراد ایک ہاتھ ہے۔

بہرحال مولانا کی یہ پہلی جو بقول ان کے صحیح حدیث ہے، اس سے کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا مسنون ہے، اگر یہ حدیث اس بارے میں صریح ہوتی تو مولانا کو حدیث کے ترجمہ میں ناجائز تصرف کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

دوسری بات جو قابل توجہ ہے وہ یہ کہ غیر مقلدین داہنے ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو مسنون کہتے ہیں، اور اس حدیث میں داہنے ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی کوئی صراحت نہیں، مطلق ہاتھ کا ذکر ہے داہنے اور بائیں کے ذکر سے حدیث خاموش ہے۔ اب معلوم نہیں کہ حضرت عبداللہ بن بسر نے اپنا داہنا ہاتھ لوگوں کو دکھلایا تھا کہ بایاں ہاتھ دکھلایا تھا، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کا دعویٰ اس وقت اس حدیث سے ثابت ہوتا جب اس حدیث میں داہنے ہاتھ کی صراحت ہوتی۔ رہا مولانا مبارکپوری کا یہ کہنا کہ چونکہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اچھے کاموں میں داہنا ہاتھ استعمال کرتے تھے، اس وجہ سے یہاں بھی داہنا ہی ہاتھ مراد ہوگا۔ یہ قیاس ہے، اور قیاس کرنا غیر مقلدین کے نزدیک شرک

کا کام ہے، ہاں اگر قیاس کرنا ایمان کا کام بن گیا ہے تو اس کا برملا اعتراف کیا جائے۔

یہ مولانا مبارکپوری کی پہلی صحیح حدیث کا حال ہے، مولانا مبارکپوری کو اس کے صحیح ہونے کا اتنا یقین ہے کہ انہوں نے حاشیہ میں اس کے راویوں کا حال بھی ذکر کیا ہے[1]۔

اور ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ یہ حدیث مولانا کے مدعا کو ثابت نہیں کرتی۔

دوسری روایت حضرت انس کی ہے، مولانا نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔

انس بن مالک سے روایت ہے کہ میں نے اپنی اس ایک ہتھیلی سے معانقہ کیا ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہ کسی خز کو اور نہ کسی ریشمی کپڑے کو مس کیا۔

حدیث یہ ہے۔ صافحت بکفی ھذہ کف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کا ترجمہ صحیح یہ ہے میں نے اپنی اس ہتھیلی سے مصافحہ کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے۔

مولانا نے ایک کا لفظ اپنی طرف سے بڑھایا ہے، نیز اس میں بھی صراحت نہیں ہے کہ حضرت انس نے دائیں ہتھیلی سے مصافحہ کیا تھا، مولانا نے اس حدیث کی سند بھی نہیں ذکر کی ہے جس سے اندازہ لگتا ہے کہ خود مولانا کو اس کے صحیح ہونے کا یقین نہیں ہے، پہلے مولانا اس کی سند ذکر کرکے اس کی صحت ثابت کرتے پھر استدلال کرتے تو شاید کچھ بات

---

(۱) مولانا نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، مگر اس کا ایک راوی عمر بن وہاج ہے اسکو کسی نے صراحۃً ثقہ نہیں کہا ہے اس کا حال یہ تھا کہ بہت سی ثابت حدیثوں کو رد کر دیا تھا اور کہتا تھا کہ یہ نبی کا کلام نہیں ہے، بہت خطا کار تھا اس سے غلطیاں بہت واقع ہوتی تھیں صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح کرتا تھا نہ اسے عربیت کا علم تھا اور نہ فقہ کی جانکاری تھی دیکھو سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۱۲۳ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۲۹ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۹۹ افسوس مولانا مبارکپوری نے ان تمام باتوں کو چھپایا اور اس کو ثقہ قرار دیا بھلا ایسا راوی جس حدیث میں ہو وہ حدیث بھی قابل احتجاج قرار پائے، تعجب ہے۔

جتی، بلکہ مولانا مبارکپوری نے آگے چل کر خود اعتراف کر لیا ہے کہ یہ حدیث قابل احتجاج واستدلال نہیں ہے۔ فرماتے ہیں۔

"اس حدیث کی اسناد کے کئی طریق ہیں بعض طریق اگرچہ قابل احتجاج واستشہاد نہیں مگر بعض طریق قابل استشہاد ضرور ہے اور ہم نے اس روایت کو احتجاجاً پیش نہیں کیا ہے بلکہ استشہاداً۔"

یعنی یہ حدیث کسی طرح پر بھی قابل حجت نہیں ہے، مولانا فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کو بطور حجت ودلیل پیش نہیں کیا ہے بلکہ استشہاد کیا ہے، یعنی بطور شاہد کے یہ حدیث مولانا نے پیش کی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مولانا مبارکپوری کے نزدیک شاہد کے لیے عادل اور ثقہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے، حالانکہ یہ بات قرآن کے بیان کے صریح خلاف ہے، قرآن میں شاہد کیلئے عادل ہونے کی شرط رکھی گئی ہے، مگر غیر مقلدین محدثین کی تقلید میں قرآنی حکم کو بھی پس پشت ڈال دیتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث ایسی نہیں ہے کہ اس کو بطور شاہد کے بھی پیش کیا جائے اس لئے کہ اس کی سند انتہائی کمزور ہے، اور یہی وجہ ہے کہ مولانا نے اس کی سند پر کلام کرنا مناسب نہیں سمجھا اور بلا سند ذکر کئے ہوئے چپکے سے گذر گئے۔

ناظرین یہ بھی یاد رکھیں کہ یہ حدیث صحاح ستہ یا کسی اور مشہور حدیث کی کتاب میں نہیں ہے، مولانا نے اس کو غیر معروف کتابوں سے نقل کیا ہے۔

مولانا کی تیسری روایت یہ ہے

"ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سلام کی تمامی ہاتھ کا پکڑنا ہے اور مصافحہ دونوں اپنے ہاتھ سے ہے۔"

مولانا نے اس روایت کو بھی بلا سند نقل کیا ہے، اسلئے کہ مولانا کو معلوم ہے کہ یہ روایت بھی نہایت کمزور اور واہی سند سے مروی ہے، پہلے مولانا اس روایت کی صحت ثابت کریں پھر اس سے استدلال کریں۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کی نظر میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کی کل جمع پونجی یہی تین حدیثیں ہیں، جن میں سے کسی سے بھی مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری اور غیر مقلدین کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا، دعویٰ پورا یہ ہے ایک ہاتھ اور وہ بھی داہنے ہاتھ سے مصافحہ کرنا مسنون ہے۔ آخر والی حدیث میں بلاشبہ داہنے کا لفظ ہے مگر وہ حدیث جیسا کہ عرض کیا گیا ناقابلِ اعتبار ہے، دوسری حدیث نہایت کمزور اور غیر صریح ہے، پہلی حدیث بھی غیر صریح ہے، اور مولانا مبارکپوری کے نزدیک کسی شرعی مسئلہ کے ثبوت کیلئے "مرفوع صحیح اور صریح" ہی حدیث کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔

غیر مقلدین اس بات پر بڑا زور صرف کرتے ہیں کہ جہاں لفظ ید واحد ہو اس کا مطلب ایک ہی ہاتھ ہوتا ہے، مگر ان کا یہ دعویٰ کتاب و سنت کی روشنی میں بالکل بے بنیاد ہے جیسا کہ سابق میں عرض کیا گیا، مزید دیکھئے، حدیث میں آتا ہے۔

وقبل ابولبابة وكعب بن مالك وصاحباه يد النبي صلى الله عليه وسلم حين تاب الله عليهم۔ (فتح الباری ص ۱۱ ج ۱۱)	یعنی حضرت ابولبابہ کعب بن مالک اور انکے دونوں ساتھیوں نے اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کا بوسہ لیا جب اللہ نے انکی توبہ کو قبول کیا۔

اس حدیث میں بھی ید کا لفظ مفرد اور واحد ہے۔ تو کیا اس سے یہ سمجھا جائے کہ ان صحابہ کرام نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہاتھ کا بوسہ لیا تھا۔

ایک حدیث میں ہے۔

وقبل ابوعبيدة يد عمر حين قدم (فتح الباری ص ۱۱ ج ۱۱)	یعنی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کے ہاتھ کا بوسہ لیا، جب مدینہ تشریف لائے۔

یہاں بھی ید واحد ہے مگر کوئی عقلمند اس سے صرف ایک ہاتھ کا بوسہ لینا نہیں سمجھے گا۔

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضور کے پاس دو یہودی آئے اور انھوں نے آنحضور سے

نو زیتون کے بارے میں سوال کیا، آپ نے ان کا جواب دیا تو۔

فقبلا یدہ و رجلہ۔ تو انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پاؤں کا بوسہ لیا۔ (ایضاً)

اس حدیث میں ید بھی واحد ہے اور رجل کا لفظ بھی واحد ہے مگر اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ان یہودیوں نے آپ کے صرف ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کا بوسہ لیا، ایسا جو سمجھے وہ دماغی خلل کا شکار قرار پائے گا۔

حضرت ابو اسامہ بن شریک کی حدیث میں ہے۔

قمنا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے

فقبلنا یدہ ۔ (ایضاً) اور ہم نے آپ کے ہاتھ کا بوسہ لیا۔

یہاں بھی لفظ ید واحد ہے مگر کیا کوئی اس سے یہ سمجھے گا کہ بوسہ لینے والوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف ایک ہاتھ کا بوسہ لیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ۔

و قبل ید العباس و رجلہ (ایضاً) انھوں نے حضرت عباس کے ہاتھ اور پیر کا بوسہ لیا۔

اس حدیث میں ید اور رجل دونوں واحد ہے مگر کسی محدث نے اس کا یہ مطلب نہیں لیا ہے کہ حضرت علی نے حضرت عباس کے صرف ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کا بوسہ لیا تھا۔

اس طرح کا استعمال عربی زبان میں عام ہے، ید، رجل، اذن، بصر، سمع وغیرہ کا لفظ واحد بولا جاتا ہے مگر اس کا مطلب دونوں ہاتھ دونوں پاؤں، دونوں آنکھ اور دونوں کان ہی لئے جاتے ہیں الایہ کہ کوئی ایسا واضح قرینہ ہو جس سے ان اعضاء میں سے ایک ہی مراد لیا جائے۔

اللہ کے رسول ﷺ کی مشہور دعا کے الفاظ میں آتا ہے۔

اللھم اجعل فی بصری نورا و فی سمعی نورا۔ اے اللہ میری آنکھ میں روشنی پیدا کر دے اور میرے کان میں روشنی پیدا کر دے۔

دیکھئے یہاں بصر اور سمع واحد استعمال ہوا ہے مگر اس کا ترجمہ کسی نے ایک آنکھ اور ایک کان نہیں کیا ہے، اگر غیر مقلدین ایک کان اور ایک آنکھ کا ترجمہ کرتے ہوں تو مجھے معلوم نہیں۔

اور جہاں ایک ہی مراد ہوتا ہے تو پھر اس کی عبارت بدل جاتی ہے مثلاً عبدالرحمٰن بن رزین کی حدیث ہے کہ۔

قال اخرج لنا سلمه بن الاکوع کفاله ضخمة کانها کف بعیر فقمنا الیها فقبلناها۔ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۴۶)	انھوں نے فرمایا کہ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے ہمارے لئے اپنی ایک موٹی ہتھیلی نکالی وہ ہتھیلی گویا اونٹ کی ہتھیلی تھی ہم اس کی طرف لپکے اور ہم نے اس کا بوسہ لیا۔

یہاں چونکہ ایک ہی ہتھیلی کا ذکر تھا اسلئے بلا اضافت ذکر کیا گیا اور کف کو نکرہ لایا گیا جس سے عربی میں ایک کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے۔ کفاله کہا گیا نہ کہ کفه۔

بہرحال مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کے سلسلہ میں جو تین حدیثیں ذکر کی ہیں، ان سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا، تیسری حدیث اگر صحیح ہوتی تو یہ تیسری حدیث بلاشبہ غیر مقلدین کے مسلک کیلئے حجت بنتی مگر جیسا کہ عرض کیا گیا وہ بالکل واہی سند سے مروی ہے۔ اگر غیر مقلدین میں دم خم ہے تو اس کی تصحیح کسی محدث سے ثابت کریں۔

مولانا مبارکپوری کے پاس جو حدیث کا ذخیرہ تھا اس میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کے لئے بس کل یہی تین حدیثیں تھیں، اور خود مولانا مبارکپوری کو احساس ہے کہ یہ تینوں حدیثیں ان کے اثبات مدعا کیلئے ناکافی ہیں، اس لئے انھوں نے اب بیعت والی حدیثوں کا ذکر کرنا شروع کیا، مولانا فرماتے ہیں۔

واضح ہو کہ جس طرح ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا مسنون ہے اسی طرح مردوں سے بیعت لینے کے وقت بھی مصافحہ کرنا مسنون ہے: ص۲۲

یہ ایک مقدمہ ہوا، یعنی قیاس کا صغریٰ
دوسرا مقدمہ مولانا کا یہ فرمان ہے۔
"اور یہ بھی واضح ہو کہ بیعت کے وقت ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کا
مسنون ہونا احادیث صحیحہ صریحہ سے ثابت ہے۔ ص۱۹
یہ قیاس کا دوسرا مقدمہ یعنی کبریٰ ہے۔
اب مولانا قیاس کے صغریٰ اور کبریٰ کو ملا کر نتیجہ نکالتے ہیں۔
پس انہیں احادیث سے مصافحہ عند الملاقات کا بھی ایک ہی ہاتھ سے
مسنون ہونا آفتاب کی طرح ظاہر ہے" ص۱۹

غیر مقلدین جب چت ہو جاتے ہیں تو بالآخر لوٹ آتے ہیں اسی قیاس کی طرف جس کو وہ شرک کفر، شیطان کا کام اور نہ معلوم کیا کیا کہتے ہیں۔

ہماری اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ پہلے غیر مقلدین قیاس کو شرعی دلیل تسلیم کریں، اور قیاس کو کار شیطان کہنے سے توبہ کریں پھر قیاس سے کسی مسئلہ کو ثابت کریں، تو ان کی بات قابل تسلیم بھی ہو، ایک طرف قیاس شرک بھی ہو، اور کار شیطان بھی ہو اور پھر اسی قیاس سے کسی شرعی مسئلہ کو ثابت بھی کیا جائے، کیسا مذاق ہے۔

مولانا نے بیعت والی متعدد حدیث ذکر کر کے اس سے ایک ہاتھ سے مصافحہ کا اثبات کیا ہے، ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری خدا اور رسول کے ارشاد سے یہ ثابت کر دیں کہ مصافحہ عند الملاقات اور مصافحہ عند البیعت کی حقیقت اور دونوں کا حکم ایک ہی ہے، اگر کتاب وسنت سے اس کا ثبوت مہیا فرما سکیں اور انشاء اللہ قیامت تک نہ فرما سکیں گے تو کسی صحابی کے قول سے ثابت کر دیں کہ مصافحہ عند الملاقات اور مصافحہ عند البیعۃ دونوں کا حکم اور دونوں کی حقیقت ایک ہے اور اگر یہ نہ کر سکیں تو کسی فقیہ محدث کے قول سے ثابت کریں کہ دونوں کی حقیقت ایک ہے اور دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔

اس کے بغیر مولانا کی وہ ساری حدیثیں مفید مدعا نہیں ہو سکتی ہیں جن کا تعلق بیعت سے ہے، اس لئے مولانا کی اس کاوش کو ہم مہمل سمجھ کر نظر انداز کرتے ہیں ۔

حدیث میں ملاقات کے وقت کے مصافحہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب کوئی بھائی اپنے بھائی سے ملاقات کرتاہے اور اس سے مصافحہ کرتاہے تو ان دونوں کے گناہ سوکھے درخت کے پتوں کی طرح سے جھڑ جاتے ہیں، ایک اور حدیث میں آتاہے کہ جب دو مسلمان ملاقات کرتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو دونوں کی مغفرت کردی جاتی ہے، کیا بیعت کے وقت مصافحہ کے بارے میں اس طرح کی کوئی حدیث ہے، اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو بیعت اور ملاقات کے مصافحہ کو ایک قرار دینا نری زبردستی ہے ۔

غیر مقلدین جب ہر طرف سے عاجز ہو جاتے ہیں تو پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی سہارا لیتے ہیں، چنانچہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری بھی فرماتے ہیں ،

، جناب قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی کا قول، آپ اپنی بے نظیر کتاب غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں ۔

یستحب له تناول الاشیاء بیمینه والاکل والشرب والمصافحة ۔

مسلمان کیلئے چیزوں کا لینا اور کھانا پینا اور مصافحہ کرنا داہنے ہاتھ سے مستحب ہے ۔

اگر مولانا عبدالرحمٰن صاحب زندہ ہوتے تو شیخ عبدالقادر کے اقوال سے استدلال کرنے سے توبہ کرتے اس لئے کہ موجودہ زمانہ کے غیر مقلدین محققین کی تحقیق یہ ہے کہ جن کو مولانا مبارکپوری قطب ربانی کا لقب دیتے ہیں وہ خرافاتی اور وحدۃ الوجودی تھے یعنی مشرک تھے، شیخ عبدالقادر جیلانی نظریہ وحدۃ الوجود کے قائل تھے اور یہ نظریہ غیر مقلدین کے مذہب وعقیدہ میں مشرکانہ نظریہ ہے، ایک غیر مقلد محقق لکھتاہے ۔

اور غنیۃ الطالبین ، فتوح الغیب ، اور الفتح الربانی کے مصنف شیخ

عبدالقادر جیلانی اس نظریہ (یعنی نظریہ وحدۃ الوجود) کے جھنڈے اٹھائے پھر رہے ہیں ۔ (فضیحت ننگ ص۳۰)

از ابوالقاسم عبدالعظیم سلفی

غنیۃ الطالبین کو مولانا اسبار کپوری بہت معتبر کتاب سمجھتے ہیں، حالانکہ اس کتاب میں ضعیف احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے، نیز یہی کتابوں کرجن کے نزدیک صحابہ کرام اور خلفاء راشدین کا قول وفعل حجت نہیں ان کے نزدیک شیخ جیلانی کا قول کس دلیل سے حجت ہو گیا کیا شیخ جیلانی نے صرف ایک ہاتھ سے معانقہ کیلئے کتاب وسنت سے کوئی دلیل پیش کی ہے ؟ یا یہ ان کی ذاتی رائے ہے، کل تک یہ غیر مقلدین گلے پھاڑ پھاڑ کر شور چلاتے تھے کہ ہم صرف وہی مانیں گے جو کتاب وسنت سے ثابت ہوگا امتی کی تقلید حرام ہے ، آج وہ ایک امتی کی پناہ میں آنے کی کوشش کر رہے ہیں ۔

غرض پہلے غیر مقلدین یہ ثابت کریں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی کتاب غنیہ ضعیف احادیث سے پاک کتاب ہے ، اور معتبر ہے ۔ ثانیاً یہ ثابت کریں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کا قول شرعی حجت ہے ، بلا اس کے ان کا دعویٰ محقق نہیں ہو سکتا، ثالثاً یہ ثابت کریں کہ یہاں معانقہ سے مراد عند الملاقات مصافحہ ہے عند البیعۃ نہیں ہے ، شیخ جیلانی بھی پیری مریدی دیوبندیوں کی طرح سے کرتے تھے ان کا یہ قول بیعت والے مصافحہ کیلئے ہے ملاقات والے مصافحہ کیلئے نہیں ہے ۔

غنیہ میں لکھا ہے کہ تراویح بیس رکعت ہے اور وتر تین رکعت ہے، مگر غیر مقلدین شیخ عبدالقادر جیلانی کی یہ بات نہیں مانتے ، مگر ان کا اصرار ہے کہ ہم احناف شیخ کی ایک ہاتھ سے معانقہ والی بات مان لیں اگرچہ اس بارے میں کوئی صریح اور صحیح حدیث نہ ہو ، اور اگرچہ اس کا احتمال ہو کہ غنیہ میں معانقہ سے مراد معانقہ عند البیعۃ ہو ۔

غنیہ میں لکھا ہے کہ ماہ محرم میں عاشورا کے روز بال بچوں پر وسعت کرنی چاہیے

یعنی ان کو اچھا اچھا کھلانا پہنانا چاہئے، کیا غیر مقلدین کا اس پر عمل ہے، اگر نہیں تو پھر شیخ کا کولہ قول ہم پر کیسے حجت ہو سکتا ہے، اگر آپ معانقہ کے سلسلہ میں امام بخاری اور عبد اللہ بن مبارک جیسے محدثین کی بات ماننے کو تیار نہیں ہیں تو پھر شیخ عبد القادر جیلانی کی بات ہم سے کس بل بوتہ پر تسلیم کرانے کا حوصلہ ہو گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ غیر مقلدین کے پاس ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی کوئی پختہ شرعی حجت نہیں ہے، مسلمانوں کا تعامل ہمیشہ یہ رہا ہے کہ وہ ملاقات کے وقت دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرتے تھے، ایک ہاتھ سے مصافحہ کا رواج کم از کم ہندوستان میں انگریزوں کی آمد کے بعد ہوا ہے، انگریز آئے تو وہ اپنی عادت و رسم کے مطابق ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے تھے، ان سے یہ مصافحہ ان کے غیر خواہ نیچریوں نے لیا اور پھر انگریزوں ہی کی اتباع و تقلید میں غیر مقلدین کے بزرگوں نے بھی مسلمانوں میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کا رواج ڈالا، اور اس کو زبردستی شرعی مسئلہ بنا کر مسلمانوں میں افتراق و انتشار کا ماحول پیدا کیا، کسی غیر مقلد عالم کے بس کی بات نہیں ہے کہ انگریزوں کی آمد سے پہلے مسلمانوں میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کا رواج دکھلائے۔

ہندوستان میں شوافع بھی شروع سے رہے ہیں، مگر ان کے یہاں بھی ایک ہاتھ سے مصافحہ کا کبھی رواج نہیں رہا ہے۔

اب آئیے دیکھئے کہ جن مسلمانوں نے دو ہاتھ سے مصافحہ کو اختیار کیا ہے ان کے پاس اس کی سند کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع بخاری شریف میں باب باندھا ہے۔

۔ باب المصافحۃ ۔ یعنی ملاقات کے وقت معانقہ کیسے کیا جائے گا۔

پھر اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن مسعود کا یہ واقعہ ذکر کیا ہے کہ وہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے انکو تشہد کی تعلیم فرمائی اور حال یہ تھا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

وکفی بین کفیہ ۔ یعنی میری ہتھیلی آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھ کے بیچ تھی ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ملاقات کے وقت جو مصافحہ ہوا تھا وہ خاصی دیر تک قائم رہی، آنحضور کا معمول یہ تھا کہ آپ سے جب کوئی مصافحہ کرتا یا جب کوئی بات کرتا تو جب تک وہ خود اپنا ہاتھ الگ نہ کرتا یا اپنا چہرہ نہ موڑتا یا اپنی بات پوری نہ کر لیتا آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم از کمال شفقت از خود ان چیزوں کی ابتدا نہ کرتے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو صحابی مصافحہ کرتا ہوگا اس کی بھی خود خواہش ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے اس کا ہاتھ دیر تک چپکا رہے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں بھی صورتحال یہی تھی کہ ملاقات کے وقت آنحضور سے ان کا جو مصافحہ ہوا تھا اسی میں دیر تک اللہ کے رسول نے ان کا ہاتھ تھامے رکھا تھا اور اسی درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تشہد کی تعلیم بھی فرمادی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کا یہی مطلب سمجھا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کو مصافحہ کے باب میں بطور خاص ذکر کیا ہے ۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کی تو ایک ہی ہتھیلی آنحضور کے ہاتھ میں تھی اسلئے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا تھا ۔ مگر یہ غیر مقلدین کی فقہی عدم بصیرت کی بات ہے، اور ان کو یہ بھی نہیں معلوم کہ صحابہ کرام کا معاملہ آنحضور کے ساتھ عشق و محبت کے کس درجہ کا تھا۔ یہ کس کے تصور میں بات آسکتی ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو مصافحہ کے لئے اپنا دونوں ہاتھ بڑھائیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود جیسا آنحضور کا پیارا خادم صرف ایک ہاتھ بڑھائے یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جو مقام صحابہ سے واقف نہ ہو ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود تو بطور خصوص اپنی اس ہتھیلی کا ذکر کر رہے ہیں جو آنحضور سے مصافحہ کے وقت آپ کے دونوں ہاتھ میں تھی، ان کا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا اور نہ اس کا گمان بھی کیا جاسکتا ہے کہ آنحضور سے انھوں نے صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا تھا بلکہ

وہ خود فرماتے ہیں کہ آنحضور نے اپنا دونوں ہاتھ مصافحہ کیلئے بڑھایا تھا۔

اس باب کے بعد امام بخاری نے ایک دوسرا باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے باب الاخذ بالیدین (۱) اس باب میں حدیث تو وہی حضرت عبداللہ بن مسعود والی مفصل ذکر کی، مگر یہ بتلانے کیلئے کہ محدثین کے مابین اس زمانہ میں دونوں ہاتھ ہی سے مصافحہ مروج تھا، فرماتے ہیں۔

وصافح حماد بن زید ابن المبارک بیدیہ۔ یعنی حماد بن زید نے عبداللہ بن مبارک سے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا۔

حماد بن زید اور عبداللہ بن مبارک کا ترجمہ امام ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ میں دیکھا جائے یہ دونوں اپنے وقت کے عظیم القدر وجلیل الشان محدث تھے ان کی عظمت کا اندازہ اسی سے لگائیے کہ امام بخاری جیسا محدث بھی ان کے عمل سے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کی مشروعیت پر دلیل لا رہا ہے، جاننے والے جانتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بخاری کے ابواب ہی میں اپنا مذہب بھی بیان کر دیتے ہیں اسلئے خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب تھا کہ مصافحہ مسنون دونوں ہاتھ سے ہوگا۔

اگر ایک ہاتھ سے مصافحہ کی مسنونیت اور مشروعیت امام بخاری کے نزدیک محقق ہوتی یا اس بارے میں اسلاف کا یہی معمول ہوتا یا آنحضور سے ایک ہاتھ سے مصافحہ کی کوئی صحیح حدیث ہوتی تو امام بخاری اس کو ضرور ذکر کرتے، امام بخاری کا ایک ہاتھ سے مصافحہ کی بات کو بالکل نظر انداز کر دینا اور دو ہاتھ سے مصافحہ کے عمل کو ثابت کرنا اور اس پر محدثین کے تعامل سے دلیل لانا اس بات کی بین دلیل ہے کہ اسلاف میں معمول امام بخاری کی تحقیق میں دونوں ہاتھ ہی سے مصافحہ کرنا تھا۔

اس روز روشن کی طرح واضح حقیقت کے باوجود غیر مقلدین کے اکابر علماء بھی ایک ہاتھ سے

---

(۱) یعنی اس کا بیان کہ (مصافحہ میں) دونوں ہاتھ پکڑا جائے گا۔

معانقہ کو تو مسنون سمجھتے ہیں اور دو ہاتھ سے معانقہ کو خلاف مسنون بتلاتے ہیں، اس دھاندلی اور واضح حقیقت سے چشم پوشی کا کیا علاج، کبھی غیر مقلدین مستی میں آئیں گے تو امام بخاری کے ساتھ بعد از خدا بزرگ توئی کا معاملہ کریں گے اور کبھی جب غیر مقلدیت جوش مارے گی تو امام بخاری کی تحقیق کی بھی دھجی اڑا دیں گے اور ان کے مقابلہ میں شیخ عبد القادر جیلانی کے مجمل اور مبہم قول سے استدلال کریں گے، دو رنگی چال چلنا کوئی غیر مقلدین سے سیکھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کہ معانقہ دو ہاتھ سے ہوتا ہے مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری نے بھی اپنے رسالہ المقالۃ الحسنیٰ میں خوب دھجیاں اڑائی ہیں بلکہ صاف صاف یہ کہہ دیا ہے کہ امام بخاری کا یہ مقصود کہ معانقہ دونوں ہاتھ سے ہوگا کسی حدیث مرفوع صریح صحیح سے ہرگز ثابت نہیں۔ (ص) چلئے امام بخاری کا یہ مذہب بھی بلا حدیث ہو گیا۔

دیکھئے اختصار کے باوجود بھی آپ کے خط کا جواب بہت طویل ہو گیا، خدا کرے میری یہ تحریر آپ کیلئے اور زمزم کے دوسرے قارئین کے لئے مفید ثابت ہو۔

مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری نے امام بخاری کا رد کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

"امام بخاری کا یہ مقصود (یعنی دونوں ہاتھ سے معانقہ کرنا) کسی حدیث مرفوع صریح صحیح سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا، اب اگر کوئی غیر مقلد ایک ہاتھ سے معانقہ کی مشروعیت کے سلسلہ میں بحث کرے اور اسکو مسنون بتلائے تو آپ بھی مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری ہی کا نسخہ استعمال کریں اور اس سے مطالبہ کریں کہ تم ایک ہاتھ سے معانقہ پر کوئی حدیث مرفوع، صریح، صحیح پیش کرو، پھر دیکھئے کہ غیر مقلدین کو دن میں تارے نظر آنے لگیں گے، مرفوع کا مطلب ہے جس کی سند آنحضور تک بلا انقطاع کے پہونچے، صریح کا مطلب ہے جس میں کسی اور طرح کا احتمال نہ ہو، صحیح کا مطلب ہے کہ وہ حدیث ہر طرح کے ضعف سے خالی ہو اور محدثین کے نزدیک اس کی سند کے تمام رواۃ ثقہ ہوں۔

محمد ابوبکر غازی پوری

مسئلہ رفع یدین کے بارے میں امام بخاری کا مذہب ان کے رسالہ جزء رفع یدین کی روشنی میں

امام المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نماز میں رفع یدین کرنے کے بارے میں ایک مختصر سا رسالہ ہے جو عام طور پر جزء رفع یدین کے نام سے مشہور ہے، غیر مقلدین علماء امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس رسالہ کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور ناواقف عوام کو اس دھوکہ میں مبتلا کرتے ہیں کہ امام بخاری مسئلہ رفع یدین میں ان کے ہم نوا ہیں، اور انہوں نے رفع یدین ثابت کرنے کیلئے مستقل ایک رسالہ ہی تصنیف کر دیا ہے۔

غیر مقلدین علماء کے بارے میں اس کا اظہار بطور افسوس کیا جا رہا ہے کہ یہ عوام کو فریب میں مبتلا کرنے کیلئے نہایت بے شرمی سے کذب وخیانت کے مرتکب ہوتے ہیں حدیث کا نام لے کر فریب کرنا اور عوام کو صحیح معلومات نہ پہنچانا ان کا عام شیوہ ہے اس کیلئے وہ ہر کام روا رکھتے ہیں جن سے علم و دیانت پناہ مانگتے ہیں، زمزم کے شماروں میں ہم نے اس کو بار بار بدلائل واضح کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس رسالہ کے سلسلہ میں بھی غیر مقلدین اہل علم کا یہی وطیرہ ہے کہ وہ اس کے بارے میں عوام کو صحیح بات نہیں بتلاتے ہیں کہ اس رسالہ سے امام بخاری کا مقصد کیا ہے، عام طور پر غیر مقلدین نماز میں تین جگہ رفع یدین کرتے ہیں ان کی تمام کتابوں میں انہیں تین جگہوں میں رفع یدین پر زور دیا جاتا ہے، یعنی نماز کی ابتداء میں رکوع جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت، اب کچھ روز سے بعض غیر مقلدین

ایک چوتھی جگہ بھی رفع یدین کے قائل ہو رہے ہیں اور وہ ہے تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہوتے وقت اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مسلک ہوتا کہ رفع یدین تین چار جگہوں ہی پر مسنون ہے تو وہ اپنے اس رسالہ میں صرف انھیں احادیث کو ذکر کرتے جن سے نماز میں تین یا چار جگہوں پر رفع یدین کا ثبوت ہوتا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا نہیں کیا ہے بلکہ انھوں نے اس رسالہ میں وہ حدیث بھی ذکر کی ہے جس سے ایک دفعہ یعنی ابتداء نماز میں رفع یدین ثابت ہوتا ہے،

وہ حدیث . . . .

بھی ذکر کی ہے جس سے دو دفعہ رفع یدین ثابت ہوتا ہے وہ حدیث بھی ذکر کی ہے جس سے تین دفعہ اور چار دفعہ بھی رفع یدین ثابت ہوتا ہے اور وہ حدیث بھی ذکر کی ہے جس سے ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کا ثبوت ہوتا ہے، یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رفع یدین کے بارے میں وہ مذہب نہیں ہے جو غیر مقلدین کا ہے کہ نماز میں تین یا چار جگہوں ہی پر رفع یدین مسنون ہے۔ بقیہ جگہوں پر نہیں، بلکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب متعلق رفع یدین کی مسنونیت کا ہے، خواہ ایک مرتبہ ہو، دو مرتبہ ہو، چار مرتبہ ہو یا ہر تکبیر کے ساتھ ہو، خواہ نماز میں ہو خواہ دعا میں ہو، قنوت میں ہو جنازہ میں ہو، قبر پر دعا کیلئے ہو یا استسقاء وغیرہ کے موقع پر ہو، رہا جہاں تک خاص نماز کا مسئلہ ہے تو ان کا مذہب یہ ہے کہ بہرحال نماز میں رفع یدین ہونا چاہئے بلا رفع یدین نماز مسنون طریقہ پر ادا نہ ہوگی، یہ ہے امام بخاری کا اس رسالہ کی تالیف کا مقصود، غیر مقلدین کی طرح امام بخاری کا یہ مذہب ہرگز نہیں ہے کہ صرف تین یا چار جگہوں پر رفع یدین کرنے ہی سے مسنون نماز کی ادائیگی ہوگی۔ اگر کسی نے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ یا سجدوں کے بیچ یا سجدوں سے اٹھتے ہوئے یا ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا تو اس کی نماز مسنون نہیں قرار پائے گی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس رسالہ جزء رفع یدین کا جس نے گہری نظر سے

مطالعہ کیا ہوگا وہ ہماری اس بات کو تسلیم کرے گا کہ امام بخاری اور غیر مقلدین کے مذہب میں زمین آسمان کا فرق ہے، اور غیر مقلدین کا یہ سر ا سر دھوکہ ہے کہ رفع یدین کے بارے میں امام بخاری کا بھی وہی مذہب ہے جو غیر مقلدین زمانہ حاضر کا ہے اگر کسی طرح حسن ظن سے کام لیا جائے تو پھر یہی کہا جا سکتا ہے کہ امام بخاری کے اس رسالہ کو غیر مقلدین علماء نے غائر نگاہ سے دیکھا ہی نہیں اس وجہ سے امام بخاری کا اس رسالہ سے ان کا مقصد اور ان کا مذہب غیر مقلدین علماء سے مخفی رہا۔

میرا یہ دعویٰ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب اور غیر مقلدین کا مذہب رفع یدین کے بارے میں الگ الگ ہے۔ امام بخاری مطلق رفع یدین کے قائل ہیں جب کہ غیر مقلدین تین یا چار جگہوں پر رفع یدین کرتے ہیں، امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ صرف شروع نماز میں تکبیر کہتے وقت رفع یدین کرنے سے نماز مسنون ادا ہوگی جب کہ غیر مقلدین ایسی نماز کو غیر مسنون بتلاتے ہیں، امام بخاری فرماتے ہیں کہ سجدہ میں بھی رفع یدین مسنون ہے جبکہ اسکو غیر مقلدین غیر مسنون قرار دیتے ہیں امام بخاری کا مذہب ہے کہ دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین مسنون ہے، غیر مقلدین کا یہ مذہب نہیں ہے۔

ہمارے اس دعویٰ پر کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مطلق رفع یدین کی مسنونیت کے قائل ہیں اور اپنے اس رسالہ میں یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں، مندرجہ ذیل دلائل ہیں۔

(۱) اس رسالہ میں پہلی روایت حضرت علیؓ کی ہے، اس میں چار جگہ رفع یدین کا ذکر ہے۔

عن علی بن ابی طالب ان رسول اللہ ﷺ	حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تکبیر کہتے
اذا کبر للصلوٰۃ حذو منکبیہ	وقت اور رکوع کو جاتے اور رکوع سے
واذا اراد ان یرکع واذا رفع	سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے اور
راسہ من الرکوع واذا قام	جب دو رکعت سے اٹھتے اپنے کندھوں کے

من الرکعتین فعل مثل ذالک ۔ برابر تک اپنے ہاتھ اٹھاتے تھے (۱)

(۲) اس رسالہ کی دوسری حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ہے، اس میں صرف دو جگہ رفع یدین کا ذکر ہے یعنی تکبیر افتتاح کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رکوع میں جاتے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں ہے ۔

عن سالم بن عبد اللہ عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یرفع یدیہ اذا کبر واذا رفع راسہ من الرکوع ولا یرفع ذلک بین السجدتین

سالم بن عبداللہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ کو دیکھا ہے آپ جب تکبیر کہتے اور رکوع سے سر اٹھاتے رفع یدین کرتے اور دو سجدوں کے درمیان رفع یدین نہ کرتے ۔

(۳) تیسری حدیث حضرت ابو حمید ساعدیؓ کی ہے، جس میں چار جگہ رفع یدین کا ذکر ہے ۔

(۴) چوتھی حدیث بھی انھیں کی ہے اور اسی طرح کی ہے ۔

(۵) پانچویں حدیث بھی انھیں کی ہے ۔ اس میں صرف دو جگہ رفع یدین کا ذکر ہے ابتدا کے وقت اور رکوع میں جاتے وقت ۔

عباس بن سہل قال اجتمع ابو حمید و ابو اسید و سہل بن سعد و محمد بن مسلمہ فذکروا صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ

عباس بن سہل سے روایت ہے ابو حمید ابو اسید سہل بن سعد محمد بن مسلمہ ایک جگہ جمع ہوئے انھوں نے رسول اللہ کی نماز کا ذکر کیا ابو حمید نے کہا کہ رسول اللہ

---

(۱) ہمارے نزدیک خط کشیدہ عبارت قابل غور ہے یہ صحیح ترجمہ نہیں ہے مگر چونکہ یہ ترجمہ ایک غیر مقلد عالم کا ہے اس وجہ سے اسی کو باقی رکھا گیا ہے، تمام والی احادیث کے ترجمے انھیں غیر مقلد صاحب کے ہوں گے، ناظرین اس کا دھیان رکھیں ۔

علیه وسلم فقال ابوحمید انا اعلم بصلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام فکبر فرفع یدیہ ثم رافع یدیہ حین کبر للرکوع ۔	کی نماز کو تم سے زیادہ جانتا ہوں وہ کھڑے ہوئے تکبیر کہی رفع یدین کیا پھر جب رکوع کیلئے تکبیر کہی تو رفع یدین کیا۔(۱)

(۶) چھٹی روایت رفع یدین کے ذکر سے مطلق خاموش ہے ۔

(۷) ساتویں روایت حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی ہے جس میں صرف تین جگہ رفع یدین کا ذکر ہے ۔ ابتدار کے وقت ، رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت ۔

(۸) آٹھویں روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ہے جس میں صرف ایک جگہ رکوع میں جاتے وقت رفع یدین کا ذکر ہے ۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ عند الرکوع ۔	حضرت انس نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے ۔

(۹) نویں روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے جس میں چار جگہ رفع یدین کا ذکر ہے چوتھی جگہ دونوں سجدوں سے کھڑے ہوتے وقت کی ہے ۔

عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	عبید اللہ بن ابی رافع سے روایت ہے کہ علیؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہؐ جب فرض نماز

---

(۱) ناظرین ملاحظہ فرمائیں متعدد صحابہ کرام کی موجودگی وہ صحابی نماز پڑھا رہے ہیں جن کو یہ دعویٰ تھا کہ اس مجلس کے موجود صحابہ کرام میں وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں ، انھوں نے صرف دو جگہ رفع یدین کر کے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کا نقشہ کھینچا اور موجود صحابہ کرام میں سے کسی نے ان پر اعتراض نہیں کیا کہ تمہاری نماز خلاف سنت ہے ۔

كان اذا قام الى الصلوٰة المكتوبة كبر ورفع يديه حذو منكبيه واذا اراد ان يركع ويصنعه اذا رفع راسه من الركوع ولا يرفع يديه فى شئ من صلوته وهو قاعد واذا قام من السجدتين رفع يديه كذلك وكبر۔

کے لئے کھڑے ہوتے تکبیر کہتے اور اپنے کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے رفع یدین کرتے قعدہ کی حالت میں نماز کے کسی حصہ میں رفع یدین نہ کرتے اور جب دو سجدے کر کے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے اور تکبیر کہتے۔

(۱۰) دسویں حدیث حضرت وائل بن حجر کی ہے، جس میں تین جگہ رفع یدین کا ذکر ہے۔

(۱۱) گیارہویں حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ہے اس میں بھی تین جگہ رفع یدین کا ذکر ہے۔

(۱۲) بارہویں حدیث بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ہے اس میں سجدوں سے سر اٹھاتے وقت اور سجدوں سے کھڑے ہوتے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔

عن العلاء انه سمع سالم بن عبد الله ان اباه كان اذا رفع راسه من السجود واذا اراد ان يقوم رفع يديه۔

سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ان کے والد سجدوں سے فارغ ہو کر اپنے سر کو اٹھاتے اور کھڑے ہونے کا ارادہ کرتے تو رفع یدین کرتے۔

(۱۳) تیرہویں روایت بھی حضرت عبداللہ بن عمر کی ہے جس میں چار جگہ رفع یدین کا ذکر ہے۔

(۱۴) چودہویں روایت بھی حضرت عبداللہ بن عمر کی ہے جس میں اس کا بیان ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر جب کسی کو رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے نہ دیکھتے تو اس کو کنکریاں مارتے۔ اس میں صرف دو جگہ

رفع یدین کا ذکر ہے۔

(۱۵) پندرہویں روایت میں صرف دوجگہ رفع یدین کا ذکر ہے نماز کی ابتدا میں اور رکوع جاتے وقت۔

عن عطا قال رأيت ابن عباس وابن الزبير وابا سعيد وجابرا رضي الله تعالى عنهم كانوا يرفعون ايديهم اذا افتتحوا الصلوٰة واذا ركعوا۔	عطا سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباسؓ ابن زبیرؓ ابو سعید اور جابر کو دیکھا ہے وہ رفع یدین کرتے تھے جب نماز شروع کرتے اور رکوع کو جاتے تھے۔

(۱۶) سولہویں حدیث حضرت ابوہریرہ کی ہے، اس میں تین جگہ رفع یدین کا ذکر ہے۔

(۱۷) سترہویں حدیث حضرت انس کی ہے وہ بھی اسی طرح کی ہے۔

(۱۸) اٹھارہویں حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ہے، اس میں صرف دو جگہ رفع یدین کا ذکر ہے ابتداء کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت۔

عن ابي حمزة قال رأيت ابن عباس رضي الله تعالى عنهما يرفع يديه حيث كبر واذا رفع راسه من الركوع۔	ابی حمزہ سے روایت ہے انھوں نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس کو دیکھا ہے کہ وہ رفع یدین کرتے جب تکبیر کہتے اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے۔

(۱۹) انیسویں حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے اور وہ بھی اسی طرح کی ہے۔

(۲۰) بیسویں حدیث حضرت وائلؓ کی ہے اس میں صرف ایک جگہ یعنی رکوع سے پہلے رفع یدین کا ذکر ہے۔

علقمه بن وائل يحدث عن	علقمہ بن وائل اپنے باپ کی طرف سے

ابیہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ قبل الرکوع

حدیث بیان کر رہے تھے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے رفع یدین کرتے تھے۔

(۲۱) اکیسویں حدیث ام الدرداء کی ہے جس میں جگہ کی تعیین کے بغیر مطلق رفع یدین کا ذکر ہے۔

(۲۲) بائیسویں حدیث بھی انھیں کی ہے، جسمیں تین جگہ رفع یدین کا ذکر ہے۔

(۲۳) تئیسویں حدیث حضرت عبداللہ بن عمر کی ہے، اس میں حالت رکوع میں رفع یدین کا ذکر ہے۔

عن محارب بن دثار رأیت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما رفع یدیہ فی الرکوع۔

محارب بن دثار نے بیان کیا کہ میں نے ابن عمر کو دیکھا ہے کہ وہ رکوع میں رفع یدین کرتے تھے۔

(۲۴) چوبیسویں حدیث حضرت وائل بن حجر کی ہے، اس میں صرف دو جگہ رفع یدین کا ذکر ہے یعنی ابتدا کے وقت اور رکوع میں جاتے وقت۔

عن وائل بن حجر الحضرمی رضی اللہ تعالی عنہ انہ صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما کبر رفع یدیہ ولما اراد ان یرکع رفع یدیہ۔

وائل بن حجر سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پس جب تکبیر کہتے رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے رفع یدین کرتے۔

اس کے بعد کی روایتیں وہ ہیں جن میں تین جگہ رفع یدین کا ذکر ہے۔

(۲۵) امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود والی روایت بھی ذکر کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں۔

عن علقمۃ قال قال ابن مسعود

علقمہ کہتے ہیں عبداللہ بن مسعود نے فرمایا

رضی اللہ تعالیٰ عنہ الا اصلی لکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ ۔
میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں ؟ پھر انھوں نے نماز پڑھی اور ایک دفعہ رفع یدین کیا ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بعض روایت میں فلم یرفع یدیہ الا مرۃ کے بعد ثم لم یعد کا لفظ بھی ہے، بخاری کو اس لفظ پر کلام ہے، مگر الا مرۃ (یعنی صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا) تک کی روایت پر ان کا کوئی کلام نہیں ہے، اس روایت سے صرف ایک مرتبہ ابتداء صلوٰۃ کے وقت رفع یدین کا ثبوت ہوتا ہے ۔

(۲۶) امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر کی ایک روایت ذکر کی ہے جس میں پانچ جگہ رفع یدین کا ذکر ہے ۔

ان ابن عمر رضی اللہ عنہ کان یکبر بیدیہ حین یستفتح وحین یرکع وحین یقول سمع اللہ لمن حمدہ وحین یرفع راسہ من الرکوع وحین یستوی قائما۔
یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ رفع یدین کے ساتھ تکبیر کہہ کر نماز شروع کرتے اور جس وقت رکوع کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور جس وقت رکوع سے سر اٹھاتے اور جس وقت برابر کھڑے ہو جاتے ۔

(۲۷) حضرت عبداللہ بن عمر کی اس حدیث میں صرف دو جگہ رفع یدین کا ذکر ہے ۔

عن ابی الزبیر قال رأیت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حین قام الی الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی یوازی باذنیہ وحین یرفع راسہ من الرکوع فاستوی
ابی الزبیر نے بتایا کہ میں نے ابن عمرؓ کو دیکھا ہے جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے ہاتھ اپنے کانوں کے برابر تک اٹھاتے اور اور جب رکوع سے سر اٹھاتے سیدھے

قاماً فعل مثل ذلك۔ کھڑے ہوجاتے تو رفع یدین کرتے۔

(۲۸) حضرت عبداللہ بن عمر دو سجدوں سے اٹھتے تو رفع یدین کرتے۔

نافع ان عبد اللہؓ کان اذا استقبل الصلوٰۃ یرفع یدیہ واذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع واذا قام من السجدتین کبر ورفع یدیہ۔

نافع نے بتایا کہ عبداللہ جب نماز کی طرف متوجہ ہوتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے اور جب دو سجدوں سے اٹھتے تو رفع یدین کرتے۔

(۲۹) حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے کہ آنحضور صرف دو جگہ رفع یدین کرتے۔

عن نافع عن ابن عمر ان رسول اللہ کان اذا کبر رفع یدیہ واذا رفع راسہ من الرکوع۔

ابن عمر نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے رفع یدین کرتے اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو رفع یدین کرتے۔

(۲۹) حضرت مالک بن الحویرث کی اس روایت میں بھی آنحضور کا عمل صرف دو جگہ رفع یدین کا مذکور ہے۔

عن مالک بن الحویرث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دخل فی الصلوٰۃ رفع یدیہ الی فروع اذنیہ واذا رفع راسہ من الرکوع فعل مثلہ۔

مالک بن حویرث نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہوتے تو اپنے ہاتھ کانوں کے اوپر کے حصے تک اٹھاتے اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو اسی طرح رفع یدین کرتے۔

(۳۰) حضرت طاؤس حضرت عبداللہ بن عباس کا عمل نقل کرتے ہیں جس میں صرف دو جگہ رفع یدین کا ذکر ہے نماز شروع کرتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت۔

عن طاؤس ان ابن عباس کان اذا قام الی الصلوٰة رفع یدایه حتی یحاذی اذنیه واذا رفع راسه من الرکوع فعل مثل ذالک

طاؤس سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عباس جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو اپنے ہاتھ اپنے کانوں کے برابر کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور سیدھے کھڑے ہوجاتے تو رفع یدین کرتے۔

(۳۱) حضرت ابوہریرہ کی روایت میں بھی صرف دوجگہ کا ذکر ہے ابتداء کے وقت اور رکوع کے وقت۔

عن ابی هریرة قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یرفع یدایه حذو منکبیه حین یکبر یفتتح الصلوٰة وحین یرکع۔

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کندھوں تک رفع یدین کرتے تھے جب نماز شروع کرتے تکبیر کہتے اور جب رکوع کو جاتے۔

(۳۲) حضرت عبداللہ بن عمر کا عمل یہ بھی تھا کہ صرف دوجگہ رفع یدین کرتے

عن نافع عن عبدالله بن عمر کان اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه حذو منکبیه واذا رفع راسه من الرکوع۔

نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اپنے کندھوں کے برابر تک اٹھاتے اور جب رکوع کرتے تو اسی طرح رفع یدین کرتے۔

(۳۳) امام بخاری فرماتے ہیں۔

وکیع بن ربیع سے روایت کی ہے اس نے کہا میں نے حسن مجاہد عطا و طاؤس قیس بن سعد اور حسن بن مسلم کو دیکھا ہے کہ وہ رفع یدین کرتے تھے جب رکوع کرتے اور جب سجدہ کرتے۔

یہ تمام حضرات تابعی ہیں اور ان کا عمل یہ تھا کہ سجدہ کے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے، امام بخاری عبدالرحمٰن بن مہدی کا قول نقل کرتے ہیں کہ رکوع اور سجدہ میں رفع یدین

کرنا سنت ہے۔

(۳۴) امام بخاری عمر بن یونس سے نقل کرتے ہیں کہ عکرمہ بن عمار نے بیان کیا کہ میں نے القاسم، طاؤس، مکحول، عبداللہ بن دینار اور سالم کو دیکھا ہے ان میں سے کوئی بھی نماز پڑھتا تو رفع یدین کرتا رکوع اور سجدہ کے وقت بھی۔

(۳۵) وکیع نے اعمش سے انھوں نے ابراہیم سے روایت کی ہے ابراہیم کے پاس وائل بن حجر کی حدیث کا ذکر ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

(۳۶) حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں۔

میں مدینہ میں آیا تاکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھوں پس آپ نے نماز شروع کی تکبیر کہی اور رفع یدین کی پھر جب اپنے سر کو اٹھایا رفع یدین کی (یعنی صرف دو جگہ)

(۳۷) حکم بن عتبہ نے بیان کیا میں نے طاؤس کو دیکھا ہے کہ وہ رفع یدین کرتے تھے جب تکبیر کہتے اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تھے۔ (یہاں بھی صرف دو جگہ کا ذکر ہے)

(۳۸) وکیع حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے جب وہ رکوع کرتے اور سجدہ کرتے۔

(اس روایت میں سجدہ کے وقت بھی رفع یدین کا ذکر ہے)

(۳۹) حضرت انسؓ کی درج ذیل روایت میں دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔

عن یحیٰی بن ابی اسحٰق قال رأیتُ انس بن مالک یرفع یدیہ بین السجدتین۔	یحیٰی بن اسحٰق نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک کو دیکھا کہ وہ دو سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔

(۴۰) اسی جزء رفع یدین میں حضرت مجاہد کا حضرت ابن عمرؓ کی نماز کے بارے میں

یہ بیان بھی ہے ۔

عن مجاهد قال ما رأيت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما يرفع يديه الا فی التكبيرة الاولى ۔

مجاہد سے روایت ہے انھوں نے کہا میں نے تکبیرۃ الاحرام کے سوا نماز کے کسی حصہ میں ابن عمر کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔[1]

یہ ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ جزء رفع یدین سے یہ چالیس حدیثیں نقل کی ہیں ان میں آدمی غور کرے گا تو اسے ماننا پڑے گا کہ امام بخاری کا مذہب رفع یدین کے بارے میں غیر مقلدوں والا نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک مطلقاً رفع یدین مسنون ہے اور نماز کے متعدد مواقع پر رفع یدین کرنا ثابت ہے ۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں جو تین اور چار جگہوں والی حدیث نقل کی ہے اس کی وجہ محض یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی جامع کیلئے جو سخت قیدیں لگائی ہیں ان قیدوں و شرائط پر یہی دونوں روایتیں پوری اتری ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ امام بخاری کا یہی مذہب ہے، ورنہ جزء رفع یدین جو خاص مسئلہ رفع یدین کے بارے میں ان کی تصنیف ہے، رفع یدین کے سلسلہ کی متعدد والانواع روایتیں لانے کا کوئی مقصد نہیں ہوگا، اگر امام بخاری کا یہی مذہب تھا کہ صرف تین یا چار جگہوں پر رفع یدین ثابت ہے تو ان کو صرف انھیں روایتوں کو ذکر کرنا چاہئے تھا جن سے

---

(۱) اس روایت پر امام بخاری کو کلام ہے، مگر ان کا یہ کلام ان کی شان جلالت سے فروتر ہے۔ فرماتے ہیں کہ جس نے یہ روایت مجاہد سے کی ہے اس کا حافظہ آخر میں متغیر ہوگیا تھا۔ اگر اسی قسم کی جرحوں سے احادیث کو رد کردیا جائے تو بہت سی حدیثوں کو رد کرنا پڑے گا۔ اگر امام بخاری نے یہ ثابت کردیا ہوتا کہ یہ روایت راوی کے حافظہ کے تغیر کے بعد کی ہے تو کوئی بات بھی تھی۔ محض اتنے سے کہ کسی کا حافظہ آخر عمر میں کمزور ہوجائے اس کی روایت کو رد کیا جانے لگے تو نہ معلوم کتنی روایت کو رد کرنا پڑے گا۔

صرف انہیں جگہوں پر رفع یدین ثابت ہوتا۔ مگر جب انھوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ رفع یدین کے سلسلہ کی ہر قسم کی احادیث کو بلا تعدد جرح نقل کیا ہے تو اس کا مطلب صاف یہی ہے کہ ان کے نزدیک مطلق رفع یدین مسنون ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ امام بخاری کو ان سے بھی اختلاف ہے جو صرف ایک جگہ رفع یدین کو تسلیم کرتے ہیں اور بقیہ جگہوں پر رفع یدین نہ کرنے کو بدعت کہتے ہیں امام بخاری کا اختلاف اس خاص فکر سے ہے نہ کہ اس سے کہ ایک جگہ رفع یدین کرنا غیر مشروع و غیر مسنون ہے، دوسرے لفظوں میں امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ رفع یدین خواہ صرف ابتدا نماز میں کیا جائے، خواہ اس کے ساتھ صرف رکوع میں جاتے وقت، خواہ رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے بھی، خواہ ابتدا اولی رفع یدین کے ساتھ صرف رکوع سے سر اٹھاتے وقت خواہ اس کے ساتھ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے وقت بھی، سجدہ میں جاتے وقت بھی، سجدوں سے سر اٹھاتے وقت بھی، دو رکعت پر کھڑے ہوتے وقت بھی، ہر تکبیر کے ساتھ بھی، بہر حال ابتدا نماز کے بعد ان تمام جگہوں پر جو رفع یدین کا عمل کرتا ہے یا ان میں سے کچھ جگہوں پر کرتا ہے اور کچھ جگہوں پر نہیں کرتا وہ کسی بدعت کا مرتکب نہیں ہے بلکہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلاف کا مختلف مواقع اور مختلف اوقات میں مختلف عمل رہا ہے اسلئے جہاں جہاں اسلاف سے رفع یدین کا عمل ثابت ہے وہ خلاف سنت نہیں قرار پائے گا، جو لوگ اس کو بدعت قرار دیتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

یہیں سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ امام بخاری نے یہ رسالہ (جزء رفع یدین) مذہب حنفی کے خلاف تحریر نہیں کیا ہے بلکہ ان کے پیش نظر وہ لوگ ہیں جو مطلقاً رفع یدین کے منکر ہیں، ابتداء صلوٰۃ کے علاوہ دوسرے مواضع پر رفع یدین کرنے کو بدعت قرار دیتے ہیں، امام بخاری نے انھیں لوگوں کی غلطی واضح کرنے کیلئے اس رسالہ کی تالیف فرمائی ہے۔

مگر غیر مقلدین زمانہ اس رسالہ کو حنفیہ کے خلاف امام بخاری کی کاوش قرار دیتے ہیں

اور یہی وجہ ہے کہ اس رسالہ کو ترجمہ کے ساتھ شائع کرتے ہیں اور پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ دیکھو امام بخاری جیسے محدث نے حنفیہ کے خلاف مسئلہ رفع یدین میں ایک مستقل رسالہ تصنیف کر دیا ہے۔

میرا یہ دعویٰ کہ امام بخاری کا یہ رسالہ حنفیہ کو پیش نظر رکھ کر نہیں لکھا گیا ہے بلکہ امام بخاری کا قلم ان گروہ فرقوں یا اشخاص کے خلاف اٹھا ہے جو نماز میں رفع یدین کو بدعت کہتے تھے اس دعویٰ کا ثبوت خود امام بخاری کے اس رسالہ میں ہے، ناظرین امام بخاری کی اس عبارت میں غور فرمائیں۔

قال البخاری من زعم ان رفع الایدی بدعة فقد طعن فی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والسلف ومن بعدھم۔

یعنی امام بخاری فرماتے ہیں کہ جس کا یہ دعویٰ ہے کہ رفع یدین کرنا بدعت ہے تو اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور ان کے بعد کے سلف کے بارے میں زبان طعن دراز کی ہے۔

امام بخاری کی یہ عبارت چیخ چیخ کر پکار رہی ہے کہ امام بخاری کا یہ رسالہ ان کے خلاف ہے جو مطلقاً رفع ید کو بدعت قرار دیتے ہیں، اور یہ بات کسی مستند و معتبر حنفی امام و فقیہ کے بارے میں نہیں ثابت کی جا سکتی کہ معاذ اللہ رفع یدین کرنے کو وہ بدعت قرار دیتا ہو، اسلئے امام بخاری کا یہ رسالہ مذہب حنفی کے خلاف نہیں ہے۔

امام بخاری کا یہ رسالہ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے زمانہ میں کوئی گروہ ایسا رہا ہے جس کا مذہب یہی تھا کہ ہاتھ کا اٹھانا نماز و غیر نماز میں بدعت ہے، یعنی ان کے نزدیک رفع یدین کے ساتھ کسی عبادت کا ثبوت تھا ہی نہیں، نہ نماز میں نہ استسقاء میں نہ تکبیرات عیدین میں نہ جنازہ میں نہ دعا کے وقت، اور جو ان جگہوں پر رفع یدین کرتا اس کو یہ فرقہ بدعتی قرار دیتا، امام بخاری نے اسی فرقہ کے خلاف نعرہ بزن بولا ہے اور یہ رسالہ تصنیف کر کے ثابت کر دیا کہ عبادت میں رفع یدین کا ثبوت ہے،

اور اس کو جو بدعت کہتاہے وہ خود گمراہ ہے، امام بخاری نے اسی وجہ سے نماز میں رفع یدین کو متعدد جگہوں پر بطور خاص ثابت کرنے کے بعد ان احادیث کو بھی ذکر کیا ہے جس سے نماز کے علاوہ بھی رفع یدین کا ثبوت ہوتا ہے۔ مثلاً امام بخاری نے یہ ثابت کیاہے کہ آنحضور نماز استسقاء میں بھی رفع یدین کرتے تھے۔ کان یرفع یدیہ فی الاستسقاء اور یہ بھی ثابت کیاہے کہ آنحضور دعا میں بھی رفع یدین کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے۔

انھا رأت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدعو رافعا یدیہ۔	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ دوس کیلئے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔

استقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القبلة وتھیا ورفع یدیہ وقال اللھم اھد دوسا وأت بھم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے اللہ دوس کو ہدایت دے اور انکو لے آ۔

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرے آدمی کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بقیع کیلئے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی (فوقف فنادی البقیع ثم رفع یدیہ) آپ بقیع کے قریب کھڑے ہوتے پھر ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔

محمد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے خبر دی ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احجار الزیت کے پاس دعا کرتے دیکھا ہے کہ اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلا رکھی تھیں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت عثمانؓ جب گھر میں محصور ہوئے تو آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے خوب ہاتھ اٹھاکر دعا فرمائی ۔

قالت رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم رافعا يديه حتى بدا ضبعاه يدعو لعثمان رضي الله عنه

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم کو دیکھا کہ آپ دعا کیلئے اپنے ہاتھ کو اٹھائے ہوئے تھے حتیٰ کہ آپ کے بازو ننگے ہو گئے پس عثمان لوٹ آئے ۔

ولید کی بیوی نے آنحضورؐ سے شکایت کی ہے کہ اس کا شوہر اس کو مارتا ہے تو آپ نے اس کیلئے ہاتھ اٹھاکر یہ دعا کی ۔

فرفع رسول الله صلى الله عليه وسلم يداه وقال اللهم عليك بالوليد ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھایا اور فرمایا اے اللہ ولید کو پکڑ لے

قحط پڑا آپ نے ہاتھ اٹھاکر دعا فرمائی ، امام بخاری نے بہت سی روایتیں نماز جنازہ میں ہاتھ اٹھاکر تکبیر کہنے کی ذکر کی ہیں ۔

اس رسالہ جزء رفع یدین میں یہ تمام روایتیں موجود ہیں ، جن سے صاف معلوم ہورہا ہے اور جیسا کہ امام بخاری کے کلام سے واضح ہے کہ ان کا یہ رسالہ اس گمراہ فرقہ کے رد میں ہے جو نماز یا دعا یا عبادت کے کسی بھی موقع پر ہاتھ اٹھانے کو بدعت قرار دیتا ہے ، نہ کہ معاذ اللہ حضرات احناف اور مذہب حنفی کے خلاف ان کا یہ رسالہ ہے ۔

خط اور اس کا جواب

مسئلہ رفع یدین میں غیر مقلدین کی غلط بیانیاں

محترمی و مکرمی حضرت مولانا محمد ابوبکر غازی پوری دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

امید کہ جناب والا کا مزاج بخیر ہوگا۔

عرض ہے کہ جناب والا کی کتابیں اور زمزم کے شمارے بعض احباب کے توسط سے ریاض پہنچے، ہم غریب الوطن قاسمی برادران کے لئے یہ نہایت گران قدر علمی تحفہ تھا۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے، غیر مقلدین کا تعاقب اس انداز میں اب تک ہماری طرف سے نہیں کیا گیا تھا، کتابیں اور زمزم کے شمارے احباب بڑی دلچسپی سے پڑھ رہے ہیں۔ اور سب کی زبان پر دلود تحسین کے کلمات ہیں، ایک صاحب نے غالباً آپ ہی کا مصرع:
شیخ جن مدینہ سے باہر ہوئے۔ کو ایک مجلس میں سنایا شیخ جن آج کل ریاض میں ہیں ایک پرائیویٹ مکتبہ سے متعلق ہیں۔

پاکستان سے ایک کتاب ۱۰۰ مسائل نامی آئی ہے، کسی غیر مقلد کی لکھی ہے، اس میں رفع یدین کی بحث میں لکھا ہے۔

۔ نماز کے اندر دونوں ہاتھوں کا اوپر اٹھانا چار مقامات پر وارد ہے۔
(۱) تکبیر تحریمہ کے وقت (۲) رکوع کے ارادہ سے تکبیر کہتے وقت (۳) رکوع سے سر اٹھاتے وقت (۴) اگر تین یا چار رکعت کی نیت ہو تو دو رکعت پوری کرکے تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہوکر ۔

پھر لکھا ہے:

ان چار مقامات میں سے پہلی رفع الیدین کے بارے میں تو کسی کو بھی اختلاف نہیں لیکن باقی تین مقامات پر رفع الیدین کے سنت ہونے میں احناف بزرگوں نے اختلاف کیا ہے، جبکہ احناف کے سوا پوری امت کے مسلمان اور ان کے تمام فقہی مسالک یعنی اہلحدیث، مالکی، شافعی اور حنبلی سب کے سب ان چاروں مقامات پر رفع الیدین کو سنت سمجھتے ہیں۔

مصنف کے اس دعویٰ کی حقیقت آپ کے قلم سے ظاہر ہو جائے تو بہتر ہے، زمزم میں اس کا شائع ہونا مفید تر ہوگا۔ احباب کا سلام قبول کیجئے، ہم سب کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں، غیر مقلدین کی آپ کے خلاف جو تحریریں شائع ہو رہی ہیں ان سے آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں صبر جمیل سے کام لیں، اپنا کام جاری رکھیں۔

ایم، اے قاسمی حیدرآبادی

ریاض سعودی عرب

زمزم:۔ مکہ مکرمہ سے ہمارے ایک دوست نے یہ کتاب ہمیں بھی بھیجی ہے، ہم نے اس کے کچھ صفحات کا مطالعہ کیا ہے، اس پر ہمارا ایک مفصل مضمون انشاء اللہ کسی موقع سے آئے گا۔

آپ نے اس کتاب سے جو عبارت نقل کی ہے، اس میں کئی جھوٹ ہیں، غیر مقلدین علماء کا شیوہ عموماً جھوٹ بول کر اپنی بات کو پیش کرنا ہوتا ہے، رفع یدین کی بحث شریعت کا کوئی ایسا اہم مسئلہ نہیں ہے کہ بغیر جھوٹ بولے اس پر خامہ فرسائی نہ کی جا سکے۔ مگر غیر مقلدین کا طبقہ اپنی عادت سے مجبور ہے، جھوٹ بولے بغیر اس کا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔

رفع یدین پر زمزم کے شمارہ نمبر ۳ میں ہماری ایک تحریر شائع ہو چکی ہے، اس کو دیکھ لیں، انشاء اللہ بہت سے خلجان رفع ہو جائیں گے اور رفع یدین کے سلسلہ میں اکابر غیر مقلدین کا مسلک بھی معلوم ہو جائے گا۔ ایک ہی بات کو بار بار دہرانا مشکل ہے، یہ کام

غیر مقلدین کا ہے ان کی ساری توانائیاں چند فقہی مسئلوں میں خرچ ہوتی ہیں، اللہ ان کو دین کا شعور اور فہم عطا کرے۔

آپ کی نقل کردہ عبارت میں مصنف نے فریب اور جھوٹ سے جو کام لیا ہے۔

میں اس کو واضح کرتا ہوں۔

(۱) مصنف کا یہ کہنا کہ رفع یدین صرف چار مقامات پر وارد ہے سفید جھوٹ ہے۔ احادیث پر جن کی نگاہ ہے وہ جانتے ہیں کہ ان چار مقامات کے علاوہ کچھ اور جگہوں پر بھی احادیث سے رفع یدین ثابت ہے۔

(۱) دوسری رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے، مثلاً حدیث وائل بن حجر واذا رفع راسه من السجود ابوداؤد ص۱۰۵

(۲) بعض روایات میں دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین کا ذکر ہے مثلاً حدیث ابن عباس ابوداؤد ص۱۰۴ نسائی ص۱۴۲

(۳) بعض روایات میں ہر اونچ نیچ پر (عند کل رفع وخفض) رفع یدین کا ذکر ہے مثلاً حدیث عمیر بن ابی حبیب ابن ماجہ ص۹۲ یرفع یدیه مع کل تکبیر

گویا رفع یدین کا ذکر ان تین جگہوں کو ملایا جائے تو احادیث میں سات جگہوں پر ہے پھر یہ کہنا کہ رفع یدین صرف چار مقامات پر وارد ہوا ہے جھوٹ نہیں تو کیا ہے، رفع یدین کی یہ تمام صورتیں سلف کے یہاں معمول بہا تھیں، مگر چونکہ غیر مقلدین صرف تین یا چار جگہوں پر رفع یدین کے قائل ہیں اسلئے بقیہ تین جگہوں کا ذکر ان کی زبان پر نہیں آتا بلکہ جھوٹ بولتے ہوئے اس کا انکار کرتے ہیں۔

(۲) دوسرا جھوٹ اس عبارت میں یہ ہے کہ مصنف کہتا ہے کہ تمام مسلمان ان چار جگہوں پر (احناف کے سوا) رفع یدین کو سنت سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ بھی جھوٹ ہے۔ بہت سے محدثین تو رفع یدین کو واجب سمجھتے ہیں، کالاوزاعی وبعض اہل الظاہر

(ص۲۲۰ ج۲ فتح الباری)

(۳) مصنف کہتا ہے کہ ان چاروں مقامات پر اہلحدیث، مالکی، حنفی، شافعی اور حنبلی رفع یدین کو سنت سمجھتے ہیں، یہ بھی کھلا جھوٹ ہے، بہت سے محدثین اور فقہاء بلکہ غیر مقلدین کے اکابر بھی صرف تین مقامات پر رفع یدین کو سنت سمجھتے ہیں، اور بعض محدثین کا مذہب یہ ہے کہ ہر تکبیر کے موقع پر رفع یدین کرنا سنت ہے۔

(۴) ایک بہت بڑا جھوٹ اس عبارت میں یہ ہے کہ مصنف امام مالک کا بھی مذہب یہ بتلاتا ہے کہ وہ رفع یدین کے قائل تھے، جبکہ امام مالک سے مشہور روایت عدم رفع یدین کی ہے، مالکیہ کی مشہور کتاب المدونہ میں لکھا ہے:

قال مالك لا اعرف رفع اليدين في شئ من تكبير الصلوٰة لا في خفض ولا في رفع الا في افتتاح الصلوٰة (المدونة ص۷۱ ج۱)

یعنی امام مالک فرماتے ہیں کہ نماز کے شروع کے علاوہ کسی اور موقع پر میں رفع یدین کرنے کو نہیں جانتا۔

اور اس کے بعد ابن قاسم کا یہ مقولہ نقل کیا ہے

قال ابن القاسم وكان رفع اليدين عند مالك ضعيفا۔

یعنی ابن قاسم کہتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک رفع یدین ضعیف تھا۔

ابن رشد مالکی بدایۃ المجتہد میں فرماتے ہیں:

فمنهم من اقتصر به على الاحرام فقط ترجيحا لحديث عبد الله بن مسعود وحديث البراء بن عازب وهو مذهب مالك لموافقة العمل به۔ (ص۹۶ ج۱)

یعنی کچھ فقہاء نے رفع یدین کرنے کو صرف تکبیر تحریمہ کے وقت منحصر کیا ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت براء بن عازبؓ کی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے اور یہی مذہب امام مالک کا بھی ہے کیونکہ اہل مدینہ کا عمل اسی کے موافق ہے۔

ابن رشد کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ گویا اہل مدینہ کا عمل بھی ترک رفع یدین ہی

پرتھا اور یہی مذہب امام مالک کا بھی رہا ہے۔

الفقہ علی المذاهب الاربعۃ کا یہ بیان بھی ملاحظہ ہو۔

المالکیۃ قالوا رفع الیدین	یعنی مالکیہ کا قول ہے کہ تکبیر تحریمہ کے
حذو المنکبین عند تکبیرۃ الاحرام	وقت تو رفع یدین مستحب ہے اور
مندوب وفیما عدا ذلك مکروہ	اس کے سوا بقیہ جگہوں پر مکروہ ہے۔

(جلد ۱ ص۲۵۰)

اور حافظ ابن عبد البر رکوع میں جاتے ہوئے رفع یدین کے بارے میں فرماتے

ہیں۔

فان رفع یدیہ حسن والا فلا	یعنی اگر اس وقت دونوں ہاتھ اٹھائے
حرج (ص۲۰۶ الکافی)	بہتر ہے اور اگر نہ اٹھائے تو کوئی حرج نہیں۔

اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وان شاء رفع یدیہ وان شاء	یعنی اگر چاہے تو اس وقت رفع یدین کرے
لم یرفع (ص۲۰۶ ایضا)	اور چاہے تو نہ کرے۔

یہ ہے امام مالک کے مذہب کی تفصیل خود علمائے مالکیہ کی زبانی۔ اور ۱۲ مسائل والی کتاب کا مصنف کہتا ہے کہ مالکی بھی چار (۴) مقامات پر رفع یدین کو سنت سمجھتے ہیں، امام مالک کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ دو رکعت سے اٹھنے کے موقع پر بھی رفع یدین کو سنت سمجھتے ہیں جھوٹ پر جھوٹ ہے۔

(۵) ۱۲ مسائل کا مصنف کہتا ہے کہ رفع یدین کے سنت ہونے میں احناف بزرگوں نے اختلاف کیا ہے جبکہ احناف کے سوا پوری امت کے مسلمان رفع یدین کو سنت سمجھتے ہیں۔ شاید دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی جھوٹ نہ بولا گیا ہو، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ:

وبہ یقول غیر واحد من اصحاب	یعنی یہی ترک رفع یدین بہت سے صحابہ
النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین	وتابعین کا مذہب ہے اور یہی سفیان ثوری اور

وھو قول سفیان واھل الکوفۃ — اہل کوفہ کا مذہب ہے۔

سفیان ثوری جلیل القدر محدث ہیں، یہ حنفی نہیں تھے مگر ان کا مذہب بھی ترک رفع یدین ہی کا ہے، امام ترمذی کے بیان سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ کے علاوہ کوفہ کے تمام فقہاء و محدثین کا یہی مذہب تھا، اور یہ بھی معلوم ہے کہ کوفہ دارالعلم تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے شاگردوں سے پٹا پڑا تھا۔ اگر میں تفصیل میں جاؤں تو پچاسوں محدثین کا نام لے سکتا ہوں جن کا مذہب ترک رفع یدین رہا ہے۔

ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ غیر مقلدین کے علماء کیسے اتنے دھڑلے سے شرعی مسائل میں جھوٹ بولتے ہیں، رفع یدین اور عدم رفع یدین کے مسئلے میں شروع ہی سے علماء و محدثین کا نقطہ نظر الگ الگ رہا ہے، ایک جماعت رفع یدین کی قائل تھی اور ایک جماعت کی رائے اس کے خلاف تھی، کچھ لوگ ایک جگہ رفع یدین کرتے تھے، کچھ لوگ تین جگہ، کچھ لوگ چار جگہ اور کچھ لوگ چار جگہوں کے علاوہ پانچویں چھٹی اور ساتویں جگہ بھی جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا ہے کہ احادیث سے رفع یدین کا ثبوت سات جگہوں پر ہے، غیر مقلدین نے تین جگہوں میں رفع یدین کا انکار کیا ہے، حالانکہ ان تین جگہوں کے بارے میں جو حدیثیں ہیں ان میں سے بعض بالکل صحیح ہیں، مثلاً نسائی کی یہ روایت

عن مالک ابن الحویرث انہ رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ فی صلوتہ اذا رکع واذا رفع راسہ من رکوعہ واذا سجد واذا رفع راسہ من سجودہ حتی یحاذی بھما فروع اذنیہ۔

(فتح الباری ص۲۲۳ ج۲)

مالک بن حویرث فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی نماز میں رکوع کے وقت دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا اور اسی طرح رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور اسی طرح سجدہ کرتے وقت اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت آپ اپنا دونوں ہاتھ اٹھا کر کانوں کی لو تک لیجاتے۔

اس حدیث کے آخری حصہ کو اسی سند کے ساتھ مسلم نے بھی ذکر کیا ہے، پس یہ

حدیث سند کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے، مگر غیر مقلدین اس صحیح سند والی حدیث پر عمل کرنے سے گریزاں ہیں اور شوق ہے کہ انکو اہلحدیث کہا جائے۔ تین تین اور چار چار جگہوں پر خود رفع یدین نہیں کریں گے اور طعنہ دیں گے احناف کو کہ وہ صرف ایک جگہ پر رفع یدین کرتے ہیں جو حدیث کے خلاف ہے، خود حدیث کے خلاف یہ کچھ بھی کریں ان کی اہلحدیثیت میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں پڑتا اور اگر احناف احادیث ہی کی روشنی میں مختلف فیہ مسائل میں کسی پہلو کو راجح قرار دیکر اس پر عمل کریں تو یہ غیر مقلدین احناف کے خلاف بد زبانیوں کا طوفان برپا کر دیتے ہیں۔

اندازہ لگائیے کہ جو شخص چند سطروں کی عبارت میں اس قدر جھوٹ بولے اور فریب سے کام لے اس نے پوری کتاب میں کتنا فریب کیا ہوگا اور کتنا جھوٹ بولا ہوگا۔

غیر مقلدین کتاب و سنت کا نام لے کر جو دوسروں کو گمراہ قرار دینے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں یا اس کے عواقب اور نتائج سے بے خبر ہیں، ان کو پتہ نہیں کہ خود ان کے دین و مذہب کی عمارت کس خس و خاشاک پر قائم ہے، ہم نے ابتک بہت صبر سے کام لیا تھا مگر غیر مقلدوں کو اس سے غلط فہمی پیدا ہو گئی، اس لئے اب عوام کو ان کے فریب سے نکالنا ضروری ہو گیا ہے، غیر مقلدیت کا اصل چہرہ لوگوں کے سامنے آجائے، اس کے لئے ہمیں کچھ کرنا ہوگا، غیر مقلدین کے رد میں ہماری کتابیں اور زمزم کا اجراء اسی سلسلہ کی کوشش ہے، ہمیں آپ حضرات کے تعاون کی ضرورت ہے، یہ کام بڑا وسیع ہے جو ایک آدمی کے بس کا نہیں، مشترکہ جدوجہد اور تعاون کے بغیر یہ سلسلہ جاری نہیں رہ سکتا، ریاض کے قاسمی برادران اگر متوجہ ہو جائیں تو ہمارا کام بہت آسان ہو جائے۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

خط اور اس کا جواب

سہو ونسیان انسان کا خاصہ ہے اس سے کوئی فرد بشر مستثنیٰ نہیں

مکرمی حضرت مولانا زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ـــــــــــ مزاج گرامی

بندہ بخیر ہے، امید کہ جناب والا بھی بحمدہ تعالیٰ ہر طرح خیریت سے ہوں گے۔
غیر مقلدین حضرات عام طور پر یہ تاثر دیتے ہیں کہ بخاری شریف میں کوئی ایک حدیث ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں شک وشبہ کیا جاسکے قرآن کے بعد وہ دنیا کی صحیح ترین کتاب ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قوت حفظ ایسی تھی کہ ان کی کسی حدیث میں غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے، اور یہ کہ ان کا فقہ میں بھی مقام بہت بلند تھا اسلئے بخاری کو تمام کتابوں پر سبقت حاصل ہے، اور امام بخاری کو تمام محدثین پر سبقت حاصل ہے، اور بھی اس بارے میں ان کی بہت مبالغہ آرائیاں ہیں، ان باتوں کی حقیقت کیا ہے، براہ کرم اس پر تفصیلی روشنی ڈالیں۔

والسلام

نظام الدین قاسمی بہرائچ

سامزم! آپ کے اس خط میں کئی سوالات ہیں۔
(۱) بخاری شریف میں کوئی ایک حدیث ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں

شک وشبہ کیا جا سکے۔

(۲) قرآن کے بعد وہ دنیا کی صحیح ترین کتاب ہے

(۳) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قوت حفظ ایسی تھی کہ ان کی کسی حدیث میں غلطی کا امکان نہیں۔

(۴) امام بخاری کو تمام محدثین پر سبقت حاصل ہے

(۵) امام بخاری کا فقہ میں بھی بہت بلند مقام تھا۔

ان تمام باتوں پر تو خط کے جواب میں تفصیلی گفتگو نہیں کیجا سکتی اسلئے مختصراً ترتیب وار جواب ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) یہ کہنا کہ بخاری شریف میں کوئی حدیث ایسی نہیں کہ جسکے بارے میں شک وشبہ کیا جا سکے، محض مبالغہ ہے، امام دارقطنی نے بخاری کی بہت سی حدیثوں پہ شک وشبہ کا اظہار کیا ہے۔ ان کے بعض اعتراضات تو اتنے قوی ہیں کہ حافظ ابن حجر جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بہت بڑے عقیدت مند اور بہت بڑے دافع ہیں وہ بھی ان اعتراضات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کا جواب نہیں ہو سکا، فرماتے ہیں۔ منها ما الجواب عنه غیر متمحض (مقدمہ فتح الباری ص۳۴۲)

امام دارقطنی کے ان اعتراضات کو حافظ ابن حجر نے نقل کر کے اس کا تفصیلی جواب بھی نقل کیا ہے، مگر بعض اشکالات کے بارے میں انکو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ اس کا جواب نہیں دیا جا سکتا اور جس نے جواب دیا ہے اس نے انصاف سے کام نہیں لیا ہے۔ ان کے الفاظ عبارت بالا کے علاوہ یہ بھی ہیں والیسیر منه فی الجواب عنه تعسف، یعنی کچھ اشکالات ایسے بھی ہیں جنکے جواب میں انصاف کو کام میں نہیں لایا گیا ہے۔ (مقدمہ ص۳۴۳)

یہ تو ابن حجر کا خود اعتراف ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ امام دارقطنی کے اشکالات کے جو جوابات دیئے گئے ہیں بہت سے جوابات محل نظر ہیں، تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

(۲) یہ صحیح ہے کہ صحیح بخاری کے بارے میں جمہور امت کا یہی فیصلہ ہے کہ قرآن کے بعد یہ اصح ترین کتاب ہے، امام بخاری نے حدیث کی چھان بین میں بڑی محنت صرف کی ہے، اور لاکھوں حدیثوں کے ذخیرہ سے اس کتاب کا انتخاب کیا ہے جس میں صرف چار ہزار کے آس پاس احادیث ان کے معیار کے مطابق قرار پائیں، بخاری شریف میں مکررات کے ساتھ بقول ابن صلاح سات ہزار دو سو پچھتر حدیثیں ہیں اور اگر مکرر احادیث کو نکال دیا جائے تو صرف چار ہزار حدیثیں ہیں۔ (مقدمہ فتح الباری ص۴۹۵)

لاکھوں حدیثوں کے ذخیرہ سے صرف چار ہزار حدیثوں کے انتخاب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی دیدہ وری کا ثبوت دیا ہوگا اس کا اندازہ آپ کرسکتے ہیں، مگر بشر کا کوئی کام خواہ وہ کوئی بھی ہو کبھی مکمل نہیں ہو سکتا ہے، غلطی، سہو و نسیان سے کسی انسان کا کام خالی نہیں ہو سکتا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔

(۳) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کی قوت حفظ ایسی تھی کہ ان کی کسی حدیث میں غلطی کا امکان نہیں، یہ بھی مبالغہ ہے، ابھی اوپر معلوم ہوا کہ امام دارقطنی نے ان کی بہت سی احادیث پر اعتراض کیا ہے، ان کے بعض اعتراضات کا تعلق امام بخاری کے اوہام سے ہے۔ امام بخاری جس زمانہ میں تھے اس زمانہ میں عام طور پر محدثین کی قوت حفظ بہت زیادہ ہوا کرتی تھی، امام بخاری بھی اسی صف کے آدمی ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ امام بخاری سہو و نسیان اور غلطی سے بالکل مبرا تھے، یہ صفت صرف خدا کی ہے، آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ انما انا بشر انسی کما تنسون (بخاری) یعنی میں بھی بشر ہی ہوں جس طرح تم لوگ بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں، جب نبی پر سہو و نسیان طاری ہو سکتا ہے تو امام بخاری یا کسی دوسرے محدث کی حقیقت کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ذکر کرتے ہیں۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اعتکف المؤذن للصبح وبدأ الصبح صلی رکعتین خفیفتین قبل ان تقام الصلوٰۃ۔ امام بخاری

اعتکف کا لفظ ذکر کیا ہے جو ان کا مسہو ہے یہاں سکت کا لفظ ہے۔ حافظ ابن حجر فراتے ہیں والحق ان لفظ " اعتکف " محرف من لفظ " سکت " یعنی حق یہ ہے کہ اعتکف کا لفظ سکت سے محرف ہے (فتح الباری ص ۱۴۳)

خطیب بغدادی نے امام بخاری کے بہت سے اوہام کو اپنی کتاب المتفق والمفترق میں ذکر کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت و محبت اور ان کی عظمت شان وجلالت علمی اور احادیث کے بارے میں ان کی خدمات ہمیں مجبور کر رہی ہیں کہ اس بات کو صرف اسی ایک مثال پر ختم کر دوں۔

(۴) یہ کہنا کہ امام بخاری کو تمام محدثین پر سبقت حاصل ہے ان کے زمانے کے لحاظ سے تو درست ہے لیکن اگر کوئی اس کا یہ مطلب لیتا ہے کہ امام بخاری سے متقدم جو محدثین تھے ان تمام پر بھی امام بخاری کو سبقت حاصل ہے، بالکل غلط ہے، امام بخاری کو ابن شہاب زہری یا امام مالک پر کون مقدم کرے گا۔ حضرت امام احمد بن حنبل کا جو حدیث میں درجہ تھا امام بخاری کا وہ درجہ نہیں تھا، اسی طرح سیکڑوں محدثین ہیں جنکو امام بخاری پر تقدم حاصل ہے، ہاں امام بخاری اپنے زمانہ میں بلا شبہ امیر المومنین فی الحدیث تھے۔ اور ان کے زمانہ میں کم ہی لوگ تھے جو ان کی مثال تھے۔

(۵) یہ کہنا کہ امام بخاری کا فقہ میں بھی بہت بلند مقام تھا، اگر اس فقہ سے مراد فقہ اصطلاحی ہے، یعنی مجتہدین کی وہ قوت ورکا اور نور بصیرت اور ملکۂ استنباط جس سے کتاب وسنت سے مسائل کے استخراج میں کام لیا جاتا ہے اور نصوص کے نہ ہونے کی شکل میں حمل النظیر علی النظیر کا عمل کام میں لایا جاتا ہے جس کا نام قیاس ہے تو امام بخاری کا اس فقہ میں کوئی قابل ذکر مقام نہیں تھا، اور یہی وجہ ہے کہ مسائل خلافیہ میں ائمہ اربعہ کے ساتھ دوسرے فقہاء ومحدثین کا تو کتابوں میں ذکر ملتا ہے اور ان کا مذہب بیان کیا جاتا ہے، مگر امام بخاری کی رائے یا ان کے اقوال کا کہیں ذکر نہیں ملتا، ابن تیمیہ کا فتاوی اٹھا کر

آپ دیکھلیں، ابن تیمیہ مسائل فقہیہ کے بیان میں کہیں کہیں اہل حدیث اور محدثین کا کوئی
مذہب یا نام تو لیتے ہیں لیکن بطور خاص امام بخاری کا کہیں ذکر نہیں کرتے نہ اختلافی
مسائل میں ان کا کوئی قول اور مذہب ذکر کرتے ہیں، جو لوگ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ
کو محدث سے فقیہ بنانے کی بھی کوشش کرتے ہیں وہ خود امام بخاری کے ساتھ انصاف
نہیں کرتے فقہ امام بخاری کا فن اور علم نہیں تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ساری توجہ فن حدیث کی طرف تھی فقہاء کے درس،
اور ان کے حلقوں میں انکو بیٹھنے کا موقع نہیں ملا تھا، نہ ان کی طبیعت کا میلان اس طرف
تھا، انھوں نے فقہ کی جو کچھ تعلیم بھی حاصل کی تھی وہ اپنے استاد حمیدی سے حاصل کی تھی
اور یہ اس طرح کی بات ہے کہ کوئی پرواز کا فن سیکھنے کیلئے "ڈاکٹر" کے پاس جائے۔ حمیدی محدث
تھے فقیہ نہیں تھے کہ ان سے فقہ کا فن حاصل کیا جاتا۔

فقہ کا فن بڑا دقیق فن ہے، اس میں مجتہد کو بہت سے علوم میں مہارت حاصل کرنی
ہوتی ہے، استاد خاص کی تربیت و تعلیم کے علاوہ خدا کی طرف سے فقیہ کے ذہن و مزاج
کی ساخت کچھ ایسی ہوتی ہے کہ شریعت کے اسرار و حکم تک اس کی رسائی ہوتی ہے،
اس کی پہنچ منشاء شریعت تک ہوتی ہے نیز فقہ میں قیاس و رائے کا بھی بہت بڑا دخل ہوتا
ہے، اور محدثین کو قیاس و رائے سے بہت کم مناسبت رہی ہے، اس وجہ سے امام بخاری
کا عظیم القدر محدث ہونا تو تسلیم اور حدیث میں انکی فقہی بصیرت بھی تسلیم مگر ان کا فقیہ ہونا بایں
معنی ہونا کہ وہ بھی ائمہ اربعہ یا ان کے مجتہدین تلامذہ کے صف کے آدمی تھے ان کی عظمت
اور صاحب بصیرت اور کتاب و سنت پر نظر رکھنے والا اور فقہ کے علم کا ماہر تسلیم نہیں
کرسکتا اور اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے رتبہ اور مقام میں کوئی فرق نہیں آتا، اسلئے کہ اللہ نے سب
کو ہر کام کیلئے نہیں پیدا کیا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہی بہت بڑا کارنامہ ہے کہ انھوں نے لاکھوں حدیثوں
میں سے منتخب مجموعہ تیار کر دیا جسکو امت میں تلقی و قبول عام حاصل ہوا اور احادیث کی موجودہ کتابوں میں سے
امت نے اسکو سب سے صحیح کتاب قرار دیا۔ وکفیٰ لہ فخرا بذلک۔

والسلام
محمد ابوبکر غازی پوری

محمد اجمل مفتاحی مئو ناتھ بھنجن یوپی انڈیا

طٰہٰ شیرازی

خمار سلفیت

غیر مقلدین کا طرز استدلال نمبر ۱

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی مولانا صادق سیالکوٹی صلوٰۃ الرسول والے مولانا فرماتے ہیں۔ ذخیرہ میں ہے رفع الیدین لا تفسد الصلوٰۃ ؟ یعنی رفع یدین سے نماز میں کچھ فساد نہیں ہوتا۔ (ص۲۲۳)

باپ ۔ جی بیٹا مولانا نے صحیح فرمایا ہے رفع یدین سے نماز میں کچھ فساد نہیں ہوتا

بیٹا ۔ اباجی مولانا نے صحیح تو فرمایا ہے مگر یہ دعویٰ کس نے کیا ہے کہ رفع یدین سے نماز میں کچھ فساد ہوتا ہے کہ مولانا کو ذخیرے کا حوالہ دینے کی ضرورت پڑی ۔

باپ ۔ بیٹا حنفیہ رفع یدین کرنے سے نماز میں کچھ فساد کے قائل ہوں گے انہیں کے رد میں مولانا نے یہ بات کہی ہوگی ۔

بیٹا ۔ مگر حنفیہ کی کس کتاب میں یا کس نے لکھا ہے کہ رفع یدین کرنے سے نماز میں کچھ فساد ہوتا ہے ؟

باپ ۔ بیٹا یہ تو مجھے معلوم نہیں ۔

بیٹا ۔ تو مولانا نے یوں ہی بے پر کی اڑائی ہے کیا ؟

باپ ۔ نہیں بیٹا اس سے مولانا کا مقصد یہ ہوگا کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا سنت ہے، دیکھو مولانا فرماتے ہیں۔

۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد تینوں کے نزدیک رفع یدین کرنا سنت ہے ۔ صفحہ ۱۳۵

بیٹا ۔ مگر اباجی ذخیرہ کی اوپر والی عبارت سے تین جگہ پر رفع یدین کرنا سنت کہاں ثابت ہوتا ہے کیا رفع الیدین لاتفسد الصلوٰۃ؟ کا یہ مطلب ہے کہ نماز میں تین جگہ رفع یدین کرنا سنت ہے ؟

باپ ۔ بیٹا جب رفع یدین کا لفظ کسی عبارت میں آتا ہے تو اس سے تین جگہوں پر ہی رفع یدین کرنا مراد ہوتا ہے ۔

بیٹا ۔ یہ فقہ اور حدیث کی کس کتاب میں لکھا ہے کہ رفع یدین جب بولا جائے گا تو صرف تین جگہوں پر رفع یدین کرنا مراد ہوگا چار جگہ نہیں ۔

باپ ۔ یہ تو مجھے معلوم نہیں ۔

بیٹا ۔ مولانا صادق کو تو معلوم ہوگا اباجی ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

غیر مقلدین کا طرز استدلال نمبر ۲

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی مولانا صادق صاحب فرماتے ہیں ذخیرہ میں ہے رفع الیدین لاتفسد الصلوٰۃ یعنی رفع یدین سے نماز میں کچھ فساد نہیں ہوتا ، اباجی اس عبارت سے مولانا کا مقصد کیا ہے ؟

باپ ۔ بیٹا ، مولانا بتلانا چاہتے ہیں کہ نماز میں رفع یدین کرنا سنت ہے انکی نگہ والی

عبارتوں سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

بیٹا ۔ اباجی کسی عمل سے نماز میں فساد پیدا نہ ہونے سے اس عمل کا نماز میں مسنون ہونا کس منطق سے ثابت ہو جائے گا، دیکھئے اباجی، نماز میں تھوڑے عمل سے نماز میں فساد نہیں پیدا ہوتا تو کیا یہ کہا جائے گا کہ نماز میں عمل قلیل یعنی تھوڑا عمل مسنون ہے، اباجی نماز میں بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوکنے سے نماز میں فساد نہیں ہوتا تو کیا اس سے یہ تھوکنا نماز میں مسنون ہوگا، نماز میں دائیں بائیں دیکھ لینے سے نماز میں فساد نہیں ہوتا تو کیا نماز میں دائیں بائیں دیکھنا مسنون ہوگا! یہ تو عجیب منطق ہے۔

باپ ۔ بیٹا رفع یدین کرنا بخاری کی حدیث سے ثابت ہے، اس لئے رفع یدین کرنا ہمارے نزدیک نماز میں سنت ہے۔

بیٹا ۔ اباجی بخاری کی حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امامہ بنت زینب کو کاندھے پر سوار کر کے نماز پڑھا کرتے تھے. بخاری میں ہے کان یصلی وھو حامل امامۃ بنت زینب .... فاذا سجد وضعھا واذا قام حملھا ۔ (بخاری باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ علی عنقہ فی الصلوٰۃ)

یعنی آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم امامہ بنت زینب کو کاندھے پر اٹھائے ہوئے نماز پڑھا کرتے تھے اور جب سجدہ کرتے انکو زمین پر رکھدیتے اور جب کھڑے ہوتے تو پھر اٹھالیتے۔

اباجی دیکھئے یہاں کان یصلی کا لفظ ہے، جو استمرار اور ہمیشہ کیلئے آتا ہے[1]۔ گویا آپ کا یہ عمومی معمول تھا، تو کیا ہمارے مذہب میں چھوٹی بچیوں کو کاندھے پر سوار کر کے نماز پڑھنا مسنون ہے! اور اس کا مسنون ہونا کس کتاب سے ثابت ہے؟

---

(۱) مولانا صادق سیالکوٹی فرماتے ہیں، کان یصلی استمرار کیلئے آتا ہے۔ (صلوٰۃ الرسول صفحہ ۲۴۱)

باپ ۔ بیٹا رفع الیدین کی بات اور ہے اور اس کی بات اور ہے دونوں کو ایک مت قرار دو ۔

بیٹا ۔ اباجی یہ آپ کے اور ، اور ، کا کیا مطلب ہے ، رفع یدین کا عمل بھی بخاری سے ثابت ہے ، اور چھوٹی بچی کو کاندھے پر سوار کرکے نماز پڑھنا بھی بخاری سے ثابت ہے ، تو رفع یدین کرنا تو مسنون ہو اور بچی کو کاندھے پر سوار کرکے نماز پڑھنا مسنون نہ ہو ایسا کیوں ؟

باپ ۔ تمہیں کیا پتہ کہ مولانا صادق چھوٹی بچی کو کاندھے پر سوار کرکے نماز نہیں پڑھا کرتے تھے ۔

بیٹا ۔ آپ کو تو معلوم ہوگا اباجی ؟

باپ ۔ مجھے بھی معلوم نہیں ہے بیٹا ۔

بیٹا ۔ پی ایچ ڈی رضا اللہ سلفی جیسے سالف کو تو معلوم ہوگا نہیں تو علامہ بجرانی کو تو ضرور ہی معلوم ہوگا ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

غیر مقلدین کا طرز استدلال نمبر ۳

بیٹا ۔ اباجی ۔

باپ ۔ جی بیٹا ۔

بیٹا ۔ اباجی تین جگہ رفع یدین کرنا کتنی حدیثوں سے ثابت ہے ؟

باپ ۔ بیٹا ، بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے ہمارے علما کہتے ہیں چار سو حدیثوں سے ثابت ہے ، دیکھو مولانا صادق سیالکوٹی فرماتے ہیں ۔

• رفع یدین کے متعلق چار سو روایتیں (ص ۲۳۹ صلوٰۃ الرسول)

بیٹا ۔ اباجی جب رفع یدین چار سو حدیثوں سے ثابت ہے تو وہ ہمارے مذہب یا سنت

کیوں ہے کم سے کم اسے واجب تو ہونا چاہئے تھا ؟ ہمارے علماء تو کہتے ہیں کہ رسول اللہ کا صرف ایک ہی حکم جو صحیح سند سے ثابت ہو واجب العمل ہوجاتا ہے۔

(صلوٰۃ الرسول صـ ۲۴)

یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ چار سو حدیثوں سے جو کام زوالا عمل ثابت ہو وہ صرف سنت رہ جائے اور واجب نہ ہو، اور ایک صحیح حدیث والا حکم واجب قرار پائے ؟

باپ۔ بیٹا یہ بات تو واقعی غور طلب ہے

بیٹا۔ تو کیا ابا جی اب رفع یدین والا عمل ہمارے مذہب میں واجب ہوگا ؟

باپ۔ یہ تو ہمارے علماء کے غور کرنے کی بات ہے ۔

بیٹا۔ تو ابا جی ہمارے علماء اس پر کب غور کریں گے ؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

غیر مقلدین کا طرز استدلال نمبر ۴

بیٹا۔ ابا جی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ ابا جی ہمارے علماء کہتے ہیں کہ رفع یدین کرنا چار سو حدیثوں سے ثابت ہے ہمیں ان چار سو حدیثوں میں صرف ایک حدیث سنائیے جس میں آپ نے تین جگہ رفع یدین کرنے کا حکم فرمایا ہو ۔

باپ۔ بیٹا، رفع یدین کرنے کا حکم تو ہمارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی صحیح حدیث میں ثابت نہیں ہے ۔

بیٹا۔ ابا جی صحیح حدیث نہ ہو کوئی ضعیف حدیث سنا دیجئے

باپ۔ بیٹا مجھے ان چار سو حدیثوں میں کوئی ضعیف حدیث بھی نظر نہیں آتی جس میں آپ نے کہا ہو کہ مسلمانو نماز میں تین جگہ رفع یدین کرنا چاہئے ۔

بیٹا ۔ تو حضرت ابوبکر ہی کا اس بارے میں فرمان سنا دیجئے

باپ ۔ بیٹا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی اس بارے میں کوئی حکم نہیں ہے ۔

بیٹا ۔ تو حضرت عمر فاروق کا کوئی حکم سنا دیجئے

باپ ۔ بیٹا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بھی اس بارے میں کوئی ارشاد منقول نہیں ہے ۔

بیٹا ۔ تو حضرت عثمان رض کا حکم سنائیے ۔

باپ ۔ ان سے بھی اس بارے میں کچھ منقول نہیں ہے ۔

بیٹا ۔ تو حضرت علیؓ کا ارشاد سنا دیجئے

باپ ۔ بیٹا حضرت علی تو کوفہ والوں کے ہو کر رہ گئے تھے ، ان سے بھلا اس بارے میں کوئی حکم کہاں منقول ہوگا ۔

بیٹا ۔ ابا جی تعجب ہے کہ رفع یدین والی چار سو حدیثوں میں سے کسی ایک صحیح یا ضعیف حدیث میں یا خلفائے راشدین کے کسی اثر میں نماز میں تین جگہ رفع یدین کا حکم منقول نہیں ہے ، حالانکہ صحیح حدیث میں آپ نے آمین کا حکم فرمایا ، مقتدی کو قرأت کے وقت خاموش رہنے کا حکم فرمایا ، سمع اللہ لمن حمدہ کہنے پر ربنا لک الحمد کہنے کا حکم فرمایا ۔ سفر و حضر میں اذان کہنے کا حکم فرمایا اور نماز کی بہت سی باتوں کی تعلیم فرمائی مگر رفع یدین والی سنت کا آپ نے چار سو حدیثوں میں سے کسی حدیث میں بھی حکم نہیں فرمایا ! کہیں یہ چار سو حدیثوں والی بات گپ تو نہیں ہے ابا جی ۔

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

غیر مقلدین کا طریقہ استدلال نمبر ۵

بیٹا ۔ ابا جی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی نماز میں تین جگہ رفع یدین کرنا چار سو حدیثوں سے ثابت ہے ؟
باپ ۔ جی بیٹا ۔ پورے پورے چار سو حدیثوں سے نہ ایک کم نہ ایک زیادہ ۔
بیٹا ۔ اباجی امام بخاری نے ان چار سو حدیثوں میں سے بخاری میں کتنی حدیثوں کو ذکر کیا ہے ۔ ؟
باپ ۔ بیٹا انہوں نے تو صرف حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے ۔
بیٹا ۔ کیوں اباجی امام بخاری نے صرف حضرت عبد اللہ بن عمر ہی کی حدیث کو ہی کیوں ذکر کیا ؟
باپ ۔ بیٹا ، بقیہ ۳۹۹ حدیثیں بخاری کے معیار پر نہیں تھیں ۔
بیٹا ۔ اباجی جب ۳۹۹ حدیثیں بخاری کے معیار پر صحیح نہیں تھیں تو ہمارے معیار پر وہ صحیح کیسے ہو گئیں ۔
باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

غیر مقلدین کا طرز استدلال نمبر۹

بیٹا ۔ اباجی
باپ ۔ جی بیٹا ۔
بیٹا ۔ اباجی تین جگہ رفع یدین کر کے نماز پڑھی جائے اور صرف ایک جگہ شروع میں رفع یدین کر کے نماز پڑھی جائے دونوں میں کیا فرق ہے ؟
باپ ۔ بیٹا بہت بڑا فرق ہے ، تین جگہ رفع یدین والی نماز کا درجہ بہت بڑھا ہوتا ہے دیکھو ہمارے مولانا صادق سیالکوٹی صاحب فرماتے ہیں ۔
۔ اگر ایک شخص نماز کو ستر درجے فضیلت والی بنانے کیلئے وضو میں مسواک بھی کرتا ہے تو کیا آپ اس کو مسواک کرنے سے منع کریں گے اور جھگڑیں گے ؟ کہ شخص اپنی نماز کو فضیلت اور درجے والی کیوں بنا رہا ہے ؟ اسی طرح یہ بات

بھی خوب سمجھ لیں کہ جو شخص نماز میں رفع یدین کرتا ہے اس کی نماز کی فضیلت اور ثواب بڑھ جاتا ہے (ص ۲۳۵ صلوٰۃ الرسول)

بیٹا۔ ابا جی، مسواک کے بارے میں تو مولانا صادق صاحب نے یہ حدیث نقل کی ہے:

"اس نماز کی بزرگی جس کے واسطے وضو میں مسواک کی گئی ہو اس نماز کے اوپر جس کے واسطے وضو میں مسواک نہیں کی گئی ہو ستر درجے ہے۔" (بیہقی)

تو رفع یدین کے بارے میں وہ حدیث کہاں ہے جس میں رفع یدین والی نماز کی بلا رفع یدین والی نماز پر فضیلت بیان کی گئی ہو؟

باپ۔ بیٹا رفع یدین کے بارے میں تو ایسی کوئی حدیث نہیں ہے کہ رفع یدین والی نماز بلا رفع یدین والی نماز سے افضل ہے۔

بیٹا۔ تو صادق صاحب کیسے رفع یدین والی نماز کو بلا رفع یدین والی نماز سے افضل ثابت کرتے ہیں۔

باپ۔ بیٹا انھوں نے مسواک والی حدیث پر قیاس کیا ہے؟

بیٹا۔ ابا جی عجیب ہیں ہمارے مولانا صادق صاحب بھی، رفع یدین کی فضیلت کو قیاس سے ثابت کر رہے ہیں، یعنی شیطان والے کام سے، قیاس کرنا تو ہمارے نزدیک شیطان کا کام ہے۔

اور ابا جی یہ قیاس تو قیاس مع الفارق ہے، مسواک والی نماز کے سلسلہ میں تو مسواک کی فضیلت والی حدیث ہے، اور رفع یدین کی فضیلت کے بارے میں کوئی حدیث نہیں، تو یہاں قیاس کیسے درست ہوگا۔

اور ابا جی اگر مولانا کا قیاس کرنا درست بھی ہو تو بھی یہ استدلال ناجائز ہوگا۔ اس وجہ سے کہ مولانا صادق نے مسواک کے سلسلہ کی جو حدیث ذکر کی ہے وہ ضعیف ہے، صلوٰۃ الرسول محشی و محقق میاں عبد الرؤف غیر مقلد فرماتے ہیں:

"یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی کوئی سند بھی صحیح نہیں ہے" (طبع اول دیکھو)

ابا جی یہ تو کریلا نیم چڑھا ہو گیا، رفع یدین والی نماز کی فضیلت کو اولاً تو قیاس سے ثابت کیا، اور قیاس بھی قیاس مع الفارق تھا، پھر جس حدیث پر قیاس کیا وہ خود غیر مقلد محقق زبیر علی زئی کے بقول ضعیف ثابت ہوئی۔

ابا جی ہماری اس علمی پسماندگی پر ہمیں شرم کیوں نہیں آتی ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا

غیر مقلدین کا طرز استدلال نمبر۲

بیٹا ۔ ابا جی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ ابا جی، شیخ کلو نے مجھے قرآن کی یہ آیت سنائی ہے،

والذین امنوا وعملوا الصّالحات فی نار جہنم خلدین فیہا ابدًا ۔

(ترجمہ) جو لوگ مومن ہوئے اور نیک کام کیا جہنم کی آگ میں ہونگے ہمیشہ ہمیشہ

میں قرآن میں تلاش کر رہا ہوں مگر یہ آیت مل نہیں رہی ہے ۔

باپ ۔ بیٹا، کلو مرتد ہو گیا ہے، بے دین ہو گیا ہے، قرآن میں تحریف کر رہا ہے، ذرا بلا لاؤ تو کم بخت کو میں اس کی کھوپڑی سیدھی کرتا ہوں، توبہ سلفی ہو کر کے یہ حرکت ۔

(کلو حاضر ہوتا ہے)

بیٹا ۔ ابا جی شیخ کلو سلفی حاضر خدمت ہیں

باپ ۔ ابے کلو! تجھ کو ہم نے پیسہ دے دیکر اسلئے سلفی بنایا ہے کہ تو قرآن میں تحریف کرے۔ دکھلا ہمیں قرآن میں کہاں ہے۔

والذین امنوا وعملوا الصّالحٰت فی نار جہنم خلدین فیہا ابدًا

کلو ۔ شیخ جی، یہ آیت بالکل قرآن میں ہے ۔ دیکھئے اس پارہ میں والذین امنوا وعملوا الصّالحٰت ہے اور اس پارہ میں فی نار جہنم ہے اور اس پارے میں

خالدین فیھا ابداً ہے اور سب مل کر والذین امنوا وعملوا الصالحات
فی نار جھنم خالدین فیھا ابداً پوری آیت بنتی ہے ۔

باپ ۔ ارے کم بخت کہیں تین تین جگہوں سے ملا کر قرآن کی ایک آیت بنتی ہے ،
یہ گمراہی تو نے کہاں سے سیکھی ، تو تو سلفی ہے ، سلفی ۔

کلو ۔ شیخ جی ، میں نے علامہ زعفرانی محقق اہلحدیث سے ایک دفع پوچھا تھا کہ مجھے وہ حدیث دکھلاؤ جس میں ہم لوگ جس طرح دو دو رکعت ایک سلام سے تراویح کی پوری آٹھ رکعت پڑھتے ہیں ، اور پھر تراویح کے بعد متصلاً وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں ، اس کا بیان ہو ، تو انھوں نے بخاری کی ایک حدیث سے ایک ٹکڑا آٹھ کا لیا ۔ اور دوسرا ٹکڑا دوسری حدیث سے دو دو رکعت کا لیا اور ایک تیسری حدیث سے وتر کی ایک رکعت والا ٹکڑا لیا ۔ انھوں نے یہ تینوں ٹکڑے الگ الگ حدیثوں سے بخاری سے لیا تھا ۔ اور پھر سب کو جوڑ کر ایک حدیث بنائی تھی ۔ اور کہا تھا کہ دیکھو بخاری کی اس حدیث پر ہم لوگوں کا عمل ہے ، یعنی تراویح آٹھ رکعت دو دو رکعت کر کے ہے اور وتر ایک رکعت ۔

تو شیخ جی جب علامہ زعفرانی اہلحدیث ہو کر بخاری کی الگ الگ حدیثوں سے ایک ایک ٹکڑا لے کر تراویح کے بارے میں ایک مستقل حدیث بنا سکتے ہیں تو میں سلفی ہو کر قرآن کی الگ الگ آیتوں سے ایک مستقل آیت کیوں نہیں بنا سکتا ، اگر علامہ زعفرانی کو محدث اعظم کہا جاتا ہے تو مجھے بھی لوگ شیخ کلو مفسر اعظم کہتے ہیں ۔

بیٹا ۔ اباجی ، شیخ کلو سلفی کی بات معقول ہے ۔

باپ ۔ چپ کم بخت تو بھی اس کی ہاں میں ہاں ملا رہا ہے ، قرآن کے ساتھ اتنی بڑی گستاخی اور تو اسے معقول کہتا ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی ، اگر ہم اہلحدیث لوگ بخاری کی احادیث کے ساتھ یہی گستاخی کریں تو آپ خفا نہیں ہوتے ، اور اسے تحقیق کہتے ہیں ، اور عمل بالحدیث کا نام دیتے ہیں

اور اگر یہی بات قرآن کے ساتھ ہو تو آپ اسے گوارا نہیں کرتے ۔ حالانکہ جس طرح قرآن کی تحریف حرام ہے، حدیث کی بھی تحریف حرام ہے ۔

باپ ۔ تو ہم اہلحدیث لوگ حدیث کی تحریف کرتے ہیں ؟

بیٹا ۔ اگر تحریف نہیں کرتے تو شیخ کلو کا یہ مطالبہ ہمارا کوئی محدث کیوں نہیں پورا کرتا کہ وہ حدیث دکھلاؤ جس میں جس طرح ہم لوگ تراویح پڑھتے ہیں اس کا پورا پورا بیان ہو ۔

ابا جی یہ آپ کی پیشانی پر شکن کیوں پڑ رہی ہے، اور آپ کا چہرہ پسینے سے شرابور کیوں ہو رہا ہے، طبیعت تو ٹھیک ہے نا ۔

باپ ۔ یہ سب ہو رہا ہے مگر کیوں ہو رہا ہے ، پتہ نہیں بیٹا ۔

اداریہ کا بقیہ :

ہو رہے ہیں ، مگر کیا صورت حال ہمیشہ یہی رہے گی ؟ انشاء اللہ ایسا نہیں ہوگا، روس کو اپنے ان مظالم کا مزہ چکھنا ہوگا ۔ اور چیچنیا کے شہداء کا خون اپنا رنگ دکھائے گا اور روس کو ایک بار پھر شکست کا منہ دیکھنا ہوگا، اسلئے کہ چیچنیا کے مجاہدین اور عوام باہمت اور باحوصلہ ہیں اور ایمان کی روح سے سرشار ہیں ، وہ حق کے راستہ پر ہیں، اور جنکو اپنے حق پر ہونے کا یقین ہو اس کا حوصلہ ٹوٹتا نہیں ، اور ان کا جذبہ جہاد ہر وقت تازہ رہتا ہے ۔ اے روس کے ظالمو تم خوش نہ ہو ، تمہاری یہ فتح وقتی فتح ہے اسی چیچنیا کی سرزمین تمہارا قبرستان بنے گی اور تم ایک بار اور ذلیل و خاسر ہو کر چیچنیا کے مقبوضہ علاقوں سے بھاگو گے ۔ انشاء اللہ ۔

رد غیر مقلدیت پر

حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازیپوری کی اہم تصنیفات

ناشر

ربانی بک ڈپو — کٹرہ شیخ چاند لال کنواں دہلی

Ph. 3210118 3217840. Fax 91 3217840 E ml rabbani68@hotmail.com

مکتبہ اثریہ غازی پور سے شائع ہونے والا دو ماہی دینی و علمی مجلہ

جلد
۳

شمارہ
۲

زمزم

۱۴۲۱ھ

ربیع الاول ، ربیع الثانی

مدیر مسئول و مدیر التحریر

محمد ابوبکر غازی پوری

سالانہ چندہ ——— ۶۰/ روپے

پاکستان کے لئے
پاکستانی سو روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ
غیر ممالک دس ڈالر امریکی

پتہ

مکتبہ اثریہ

قاسمی منزل صدر، غازی پور، یوپی

پن کوڈ: ۲۳۳۰۰۱ ——— فون نمبر: ۰۵۴۸-۲۲۱۴۵۶

محمد اجمل مفتاحی مئو ناتھ بھنجن یوپی انڈیا

فہرست مضامین

اداریہ

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

گزشتہ کئی سالوں سے ہندوستان میں فقہی سیمیناروں کا سلسلہ شروع ہوا ہے اس کی قیادت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی کے ہاتھ میں ہے، اور اس کا خرچ دہلی میں رہنے والے ایک ڈاکٹر صاحب اٹھاتے ہیں، فقہی سیمینار کے نام پر ڈاکٹر صاحب جہاں سے یہ خرچ مہیا کرتے ہیں اس کا ہمیں علم ہے فقہی سیمیناروں پر کتنا خرچ ہو رہا ہے، اس کیلئے کتنا پیسہ لایا جا رہا ہے، ہمیں اس سے نہ غرض ہے اور نہ مطلب، البتہ ان فقہی سیمیناروں میں جو کچھ ہو رہا ہے اور مجتہدین کی جس طرح تربیت کیجا رہی ہے وہ ہمارے لئے اور ہر صاحب بصیرت کیلئے سوچنے کی چیز ہے، ان سیمیناروں سے دین کی جو خدمت ہو رہی ہے یا دین کا اور فقہ اسلامی کا حلیہ بگڑ رہا ہے، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی کے بارے میں ہمیں حسن ظن تھا کہ ان کی قیادت و رہنمائی میں ان فقہی سیمیناروں کا رخ صحیح سمت ہوگا مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ، اب تک جو کچھ دیکھنے میں آیا ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مجاہد الاسلام قاسمی کسی زبردست سازش کا شکار ہو گئے ہیں اور ان سیمیناروں کے ذریعہ سے فقہ اسلامی کے خلاف مستقل جدوجہد کا عمل جاری ہے، مولانا مجاہد الاسلام نے اپنے ساتھ چند قاسمی نوجوانوں کو بھی لگا رکھا ہے، اور یہ نوجوان فضلاء ان سیمیناروں کی غرض و غایت کا صحیح ادراک کئے بغیر مجاہد الاسلام صاحب کے پیچھے لگے ہوئے ہیں، اور خود مولانا مجاہد الاسلام ڈاکٹر منظور صاحب کا دیباچہ بنے ہوئے ہیں، ڈاکٹر منظور جماعت اسلامی کے آدمی ہیں اور جماعت اسلامی کا دینی رخ ہر پڑھے لکھے کو معلوم ہے۔

ان سیمیناروں کے ذریعہ سے فقہ اسلامی کی خدمت کا تو تصور نہیں البتہ ان کے ذریعہ

حرام کو حلال کرنے کی سعی نا محمود کا عمل مسلسل جاری ہے، اور یہ متجددین نوجوان فقہاء بڑی جرأت و دلیری کے ساتھ اس مہم میں لگے ہوئے ہیں، اور ہر سیمینار کے بعد ان کا حوصلہ اور بلند ہوجاتا ہے، متقدمین فقہاء کے بالمقابل اپنی تحقیقات پر یہ نازاں و فرحاں نظر آتے ہیں، خدا کا شکر ہے کہ امت مسلمہ بیدار ہے، اور فقہی سیمیناروں کے فیصلہ کو مسلمانوں میں قبولیت حاصل نہیں ہو پارہی ہے، مولانا مجاہد کو معلوم ہونا چاہئے کہ ابھی دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کا وجود ہے، اور ان شاء اللہ بہت دنوں تک ان کا وجود رہے گا اور ان مدارس کے وجود کے ساتھ ان کے فقہی سیمیناروں کے تمام فیصلے بیکار منتشر رہیں گے اگر دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کی انہیں تائید حاصل نہیں رہی۔

ان فقہی سیمیناروں میں اب تک جتنے حرام کو حلال کرنے کی کوشش کی گئی ہے عام مسلمانوں نے ان کو بنظر حقارت دیکھا ہے اور ان فیصلوں کو ماننے کیلئے ہندوستان کا غیور مسلمان قطعاً تیار نہیں ہے، ہمیں معلوم ہے کہ ان فقہی سیمیناروں کا سلسلہ ختم ہونے والا نہیں ہے اسلئے کہ اس کی پشت پر جو طاقت ہے وہ اسے ختم نہیں ہونے دے گی اس پر ابھی جتنا پیسہ پانی کی طرح بہایا ہے وہ مزید بہے گا اور جب تک مولانا مجاہد الاسلام کا وجود باقی ہے یہ سیمینار ہوتے رہیں گے۔ مگر ان شاء اللہ ان سیمیناروں کے فیصلوں کو امت مسلمہ رد بھی کرتی رہے گی اور مولانا مجاہد الاسلام اور ان کے متجددین رفقاء کی ساری کاوشیں ان کے منہ پر لوٹا دی جائیں گی۔

محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کو جب ان سیمیناروں کی اطلاع ہوئی تھی تو اس مرد جہاں دیدہ و تقلید نے یہ کہدیا تھا کہ یہ سیمینار فقہ اسلامی کے خلاف ایک سازش ہیں اور اس سے غیر مقلدیت اور اباحیت کو بڑھاوا ملے گا۔ آج مولانا مرحوم کا کہا آنکھوں کے سامنے آرہا ہے۔

مولانا مجاہد الاسلام قاسمی کو فقہ میں خواہ کتنی بھی بصیرت ہو مگر ابھی وہ اس منزل کے آدمی نہیں ہیں کہ فقہائے احناف نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے وہ اپنے اجتہاد کے زور سے اسے حلال قرار دے دیں، اور مسلمان اسے قبول کرلیں، ہو سکتا ہے کہ ان کے مجتہدات

کو کسی خاص طبقہ میں واہ واہی حاصل ہو جائے مگر عام مسلمانوں میں انکی قطعاً پزیرائی نہیں ہوگی
ان سیمیناروں کے فیصلوں کا ابتک جو حال ہوا ہے اس سے مولانا مجاہد کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔

غیر مسلم اخبارات اور بطور خاص فرقہ پرست اخباروں ہی میں ان فقہی سیمیناروں کی تفصیلی
روداد شائع ہوتی ہے، ہندوستان کے سنجیدہ اخبارات ان فیصلوں کی خبر شائع کرنا ہی گوارا
نہیں کرتے۔

میں جانتا ہوں کہ مولانا مجاہد کا قدم اب پیچھے ہٹنے والا نہیں ہے اور وہ جن ہاتھوں
کے کھلونا بن چکے ہیں وہ ان سے کھیلتے رہیں گے۔ مگر میں اپنے قاسمی فضلاء سے بطور خاص
گزارش کروں گا کہ وہ قدم ٹھہر ٹھہر کر اٹھائیں، اور اسلام کے خلاف رچی جانے والی سازشوں
کا ذرا گہرائی سے مطالعہ کریں۔ مولانا مجاہد الاسلام صاحب اس صف کے آدمی نہیں ہیں کہ
ان پر اندھا دھند بھروسہ کیا جائے۔ وہ ان طاقتوں کا مطالعہ کریں جو ان سیمیناروں کی پشت پر ہیں
یہ وہ طاقتیں ہیں جو اسلام کے نام پر مسلمانوں میں انتشار پیدا کر رہی ہیں اور ان کا سرا ہندوستان
سے باہر ہے۔

ابھی شہر بستی کے دار العلوم اسلامیہ میں مولانا باقر صاحب کے زیر انتظام فقہی سیمینار کا جو
انعقاد ہوا تھا اور جس میں طلاق سکران کے واقع نہ ہونے کی خبر کو اخبارات کے ذریعہ سے ایک
سوچی سمجھی اسکیم کے تحت شائع کرایا گیا ہے، اس سیمینار کے ایک اجلاس کی صدارت دار العلوم دیوبند
کے ایک استاذ نے بھی کی تھی، یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ اس سیمینار میں دار العلوم دیوبند کا ایک
ذمہ دار استاذ شریک ہوا اور اس نے ایک اجلاس کی صدارت بھی کی، دار العلوم دیوبند کے عہدۂ اہتمام
سے میری یہ گزارش ہے کہ دار العلوم دیوبند کے کسی استاذ کو بھی ان سیمیناروں میں شریک ہونے کی قطعاً
اجازت نہ دی جائے۔ اس سے دار العلوم کی نیک نامی داغدار ہوتی ہے، دار العلوم دیوبند کے مفتی اعظم حضرت
مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ان سیمیناروں میں شرکت کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ دار العلوم کے
اساتذہ کی شرکت سے ان سیمیناروں کی معتبریت میں اضافہ ہوتا ہے، دار العلوم دیوبند اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے اور
دار العلوم کے اساتذہ کی ان سیمیناروں میں شرکت پر پابندی لگائے۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

نبوی ہدایات

(۱) حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے آخری نصیحت یہ فرمائی تھی ۔ اذا اممت قوما فاخفف بھم الصلوٰۃ یعنی جب تم کسی جماعت کو نماز پڑھاؤ تو ان کو ہلکی نماز پڑھاؤ ۔ (مسلم شریف)

جماعت کی نماز میں مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہیں ۔ بچے بھی بوڑھے بھی بیمار اور کمزور بھی صحت مند اور قوی بھی ، ضرورتمند اور حاجت مند بھی ، امام کو ان تمام لوگوں کی رعایت کرنی ضروری ہے ۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نماز طویل پڑھادی تو آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو سختی سے منع فرمایا کہ نماز لمبی نہ پڑھاؤ ۔

کچھ لوگ جب تنہا نماز پڑھتے ہیں تو نماز بہت ہلکی پڑھتے ہیں ، اور جب امامت کرتے ہیں تو طویل نماز پڑھاتے ہیں ، دعائیں بھی بہت وقت لگاتے ہیں ، حالانکہ تنہا نماز کو لمبی پڑھنے کا حکم ہے ، اور جماعت سے نماز کو مختصر کرنے کا حکم ہے ، ائمہ مساجد کو اس کا خیال رکھنا چاہئے ، جماعت والی نماز کو طویل کرنے میں ریا کا بھی اندیشہ ہوتا ہے ، اس وجہ سے اور بھی اس سے پرہیز کی ضرورت ہے ۔

البتہ مختصر کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نماز کے ارکان کی صحیح ادائیگی بھی نہ ہو حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نماز مختصر پڑھاتے تھے مگر تمام ارکان کی ادائیگی بھی کامل طور پر کرتے تھے ۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے ہوئے اگر بچوں کی رلائی سنتے تو ہلکی سورہ پڑھتے تھے۔ (مسلم شریف)

معلوم ہوا کہ امام کو مقتدی کی رعایت بہر صورت ضروری ہے، اگر اس طرح کی صورت حال پیش آئے تو امام کو قرأت مختصر کرنی چاہیے۔

(۳) حضرت زینب ثقفیہ کی روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیں حکم تھا کہ اگر ہم مسجد میں نماز کیلئے جائیں تو خوشبو لگا کر نہ جائیں (مسلم شریف)

آنحضورؐ کے زمانہ میں عورتوں کو مسجد میں جانے کی ضرورۃ اجازت تھی مگر ان کا جانا چند شرطوں کے ساتھ مشروط تھا، مثلاً شوہر کی اجازت ہو، مسجد میں جانے والی عورت خوشبو لگا کر نہ جائے، زینت کے ساتھ نہ جائے، شاندار اور قیمتی کپڑوں میں نہ جائے، بجنے والا زیور پاؤں میں نہ ہو، جانے والی جوان عورت نہ ہو، مسجد میں جانے میں مردوں سے میل ملاپ نہ ہو عورتوں کیلئے راستہ میں کوئی اور فتنہ نہ ہو، ان شرطوں کے ساتھ عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت تھی، ان شرطوں پر نگاہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں بھی عورتوں کا مسجد میں جانا بہت زیادہ پسندیدہ عمل نہیں تھا، اور اسی وجہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ عورتوں کی نماز گھر میں مسجد سے بہتر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں عورتوں کے مسجد میں جانے کی حوصلہ شکنی فرمائی تھی اور انہیں عورتوں کا مسجد میں جانا پسند نہیں تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی مسجدوں میں عورتوں کے جانے کو پسند نہیں فرماتی تھی۔

اور اب تو یہ زمانہ سراسر فتنوں ہی کا ہے، اس زمانہ میں تو مطلقاً مسجدوں میں خصوصاً نوجوان عورتوں کو ممنوع ہونا چاہیے، جو لوگ اس زمانہ میں بھی مساجد میں عورتوں کو نماز کے لئے دعوت دیتے ہیں ان کو اس بارے میں سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے کہ ان کی یہ دعوت عورتوں کے حق میں خیر خواہی ہے یا بدخواہی۔

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے

ہے کہ اگر انھیں صف اول کا ثواب معلوم ہو جائے تو تم لوگ اس صف میں پہونچنے کیلئے قرعہ ڈالو۔ (مسلم شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صف اول میں نماز پڑھنے کا ثواب بہت ہے، پس ہر ایک مسلمان کی یہی خواہش ہونی چاہیے کہ وہ نماز کیلئے جلد سے جلد مسجد میں پہونچنے کا ارادہ کرے تاکہ اس کو صف اول میں جگہ ملے اور اسے صف اول کا ثواب حاصل ہو۔

مگر یاد رہے کہ یہ حکم مردوں کیلئے ہے، عورتوں کیلئے سب سے پچھلی صف سب سے فضیلت والی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے خیر صفوف الرجال اولها وشرها اٰخرها وخیر صفوف النساء اٰخرها وشرها اولها۔ یعنی مردوں کیلئے سب سے بہتر صف اول صف ہے اور سب سے بری صف پچھلی صف ہے، اور عورتوں کی سب سے اچھی صف پچھلی صف ہے اور سب سے بُری صف آگے کی ہے۔

چونکہ جماعت میں اصلاً حاضری کا حکم مردوں ہی کو ہے عورتوں پر جماعت واجب نہیں ہے اس وجہ سے مردوں کو اول صف میں شریک ہونے کی پوری کوشش کرنی چاہئے، حدیث میں اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اذان سننے کے بعد آدمی کو نماز کی فوراً تیاری کرنی چاہئے اور مسجد میں جلد سے جلد پہونچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ کا ارشاد تھا کہ لوگو تم نماز میں صفوں کو سیدھا رکھو، اسلئے کہ صفوں کو سیدھا رکھنا یہ نماز کا حسن ہے۔

صفوں کو سیدھا اور درست رکھنے کی بڑی تاکید آئی ہے، اس سے نماز کا حسن قائم رہتا ہے، اور نمازیوں کے اہتمام کا پتہ چلتا ہے۔ بعض روایات میں تو صف سیدھا نہ رکھنے پر شدید وعید بھی مذکور ہے، ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو اپنی صفوں کو سیدھا رکھو ورنہ اللہ تمہارے چہروں کو مسخ کر دے گا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ نماز میں سیدھے ہو کر کھڑے رہو ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا، دلوں میں اختلاف پیدا ہو جانے کا یہ مطلب ہے کہ تمہارے اندر دشمنی اور عداوت، حسد اور بغض کی بیماری پیدا ہو جائیگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں صفوں کے سیدھی رکھنے کا ایک زبردست فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے مسلمانوں میں محبت و الفت پیدا ہوتی ہے، اور آپس کا بغض و کینہ ختم ہوتا ہے۔

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضور ؐ نے فرمایا وایاکم وھیشات الاسواق یعنی مسجد میں لڑائی جھگڑوں والی بات اور شور شرابا سے بچو۔

(مسلم شریف)

مسجد اللہ کی عبادت کیلئے ہے مسجد میں عبادت کے منافی کوئی کام بھی کرنا سخت گناہ ہے، مسجدوں میں لڑنا جھگڑنا، آواز بلند کرنا، شور مچانا، لا یعنی گفتگو کرنا سخت حرام اور ناجائز ہے، ہر نمازی کو اس کا دھیان رکھنا ضروری ہے، مسجد میں یہ سمجھ کر آنا چاہیے کہ یہ اللہ مالک الملک کا دربار ہے، جس کی ہر طرح رعایت ضروری ہے۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

مساجد محلہ میں جماعتِ ثانیہ کا حکم

غیر مقلدین حضرات (جو کتاب وسنت پر عامل ہونے کے مدعی ہیں) کی مساجد میں ہمیں یہ تماشا دیکھنے کو ملتا ہے، وہ تماشا یہ ہوتا ہے کہ ان کی مساجد میں ایک وقت کی نماز کی کئی کئی جماعتیں ہوتی ہیں، جماعت کا یہ سلسلہ نماز کے اول وقت سے شروع ہو کر آخر وقت تک جاری رہتا ہے، اور ان سے جب یہ کہو کہ آپ کی مسجد میں جماعت تو ہو چکی ہے اب یہ کیا تماشہ ہے تو کہتے ہیں ہم لوگ حدیث پر عمل کر رہے ہیں، اور جب ان سے یہ پوچھو کہ وہ کون سی حدیث ہے جس پر آپ عمل کر رہے ہیں تو کہتے ہیں کہ آنحضور کی حدیثوں سے ثابت ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنے والوں کو تنہا نماز پڑھنے والوں پر فضیلت حاصل ہے، ہم لوگ انھیں حدیثوں پر عمل کرتے ہیں۔

اب ان بیچاروں کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ جس جماعت میں شریک ہو کر نماز پڑھنے کی فضیلت ہے وہ وہ جماعت ہے جس کے لئے اذان دی جاتی ہے، اقامت کہی جاتی ہے، اور جس کیلئے امام کا تقرر ہوتا ہے اور جس کے بارے میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔

اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ یعنی جب نماز کھڑی ہو جائے تو فرض ہی نماز پڑھی جائے گی۔ اس جماعت کے بارے میں فضیلت کی احادیث ہیں یہ دو دو چار چار والی چالو جماعت نہیں ہے، جیسا کہ ان غیر مقلدین کا زعم ہے۔ اس جاہل رحماقت کا نام ان غیر مقلدوں کے نزدیک عمل بالکتاب والسنۃ ہے، جمہور علماء امت اور فقہائے دین کا فیصلہ یہ ہے کہ جس محلہ کی مسجد میں اذان و جماعت کا اہتمام ہو اور جس کا امام متعین ہو اس میں دوبارہ جماعت کرنا مکروہ ہے، مدینہ والوں کا عمل یہی تھا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب حافظ ابن عبد البر بیان

کرتے ہیں ۔

ویکرہ اھل العلم : ان تصلی جماعۃ	یعنی اہل علم اس بات کو مکروہ سمجھتے ہیں کہ
بعد جماعۃ فی مسجد واحد اذا	اگر کسی مسجد میں متعین امام ہو تو اس مسجد
کان لذلک المسجد امام راتب	میں دوبارہ جماعت کی جائے ۔

(الکافی ج ۱ ص ۲۱۰)

یہ خوب سمجھ لیجئے کہ جب فقہ و حدیث کی کتابوں میں " اہل علم " کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد فقہاء اور محدثین ہی ہوتے ہیں، تو اب اس عبارت کا حاصل یہ نکلا کہ امام مالک کے نزدیک فقہاء و محدثین کا عمومی مذہب یہ ہے کہ جماعت ہو جانے کے بعد اس مسجد میں جس کا امام متعین ہو دوبارہ جماعت کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے ۔

اور یہی مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب " کتاب الام " میں فرماتے ہیں ۔

اذا کان للمسجد امام راتب	یعنی جس مسجد میں امام متعین ہو اس میں
ففاتت رجلا او رجالا فیہ الصلوٰۃ	کچھ لوگوں کی نماز چھوٹ جائے تو تنہا تنہا
صلوا فرادیٰ ولا احب ان یصلوا	نماز ادا کریں گے، مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ یہ
فیہ جماعۃ ۔	لوگ اس مسجد میں جماعت سے نماز پڑھیں ۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ جماعت کو ناپسند کیوں سمجھا تو اس کا جواب وہ خود دے رہے ہیں، فرماتے ہیں ۔

وانما کرھت ذلک لھم لانہ لیس	یعنی میں نے اس کو اسلئے مکروہ جانا ہے کہ یہ
مما فعل السلف قبلنا ۔	وہ عمل ہے جسکو ہم سے پہلے سلف نے کیا نہیں ۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے سلف تابعین و صحابہ کرام تھے گویا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی حد تک نہ صحابہ کرام کے زمانہ میں جماعت ثانیہ کی جاتی تھی اور نہ تابعین کے زمانہ میں مساجد میں اس کا رواج اور اس پر عمل تھا ۔

اور خوب یاد رہے کہ امام شافعی اور امام مالک بالاتفاق محدثین کے سرتاج ہیں
اس لئے ان کی شہادتوں کو یہ کہہ کر کوئی غیر مقلد رد نہیں کر سکتا کہ یہ "اہل الرائے" کا قول
ہے بلکہ یہی مذہب عموماً محدثین کا تھا جیسا کہ یہی مذہب عموماً فقہائے کرام کا تھا، یہی مذہب
فقیہ الامت الامام الاعظم رحمہ اللہ کا بھی ہے، گویا ائمہ متبوعین میں صرف امام احمد رحمۃ اللہ علیہ
اس کے قائل ہیں کہ جماعت والی مسجد میں جماعت ہو جانے کے بعد بھی دوسری جماعت کا قائم
کرنا بلا کراہت درست ہے، چاروں ائمہ میں سے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا درجہ شاگرد کا ہے
امام احمد شاگرد ہیں امام شافعی کے اور امام شافعی شاگرد ہیں امام مالک کے، اس طرح امام احمد
شاگرد ہیں امام شافعی کے اور امام شافعی شاگرد ہیں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ شاگرد ہیں امام
ابوحنیفہ کے، اب غیر مقلدین علماء کی بات سنئے کہ انکو امام احمد جو ائمہ ثلاثہ کے شاگرد در شاگرد
ہیں۔ انہیں کا قول حق نظر آیا۔ اور بقیہ تینوں اماموں کی بات ان کو غلط نظر آئی۔ مشہور غیر مقلد
عالم مولانا عبدالرحمن مبارکپوری اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے امام احمد کے مذہب کے بارے
میں فرماتے ہیں۔ وھٰذا القول ھو الحق (تحفہ) یعنی یہی قول ہی حق ہے۔ (یعنی بقیہ
تینوں ائمہ کا مذہب باطل ہے)

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

غیر مقلدوں کی عقل و خرد کی داد دینی پڑتی ہے کہ جو مسئلہ زیادہ سے زیادہ راجح مرجوح
کا تھا اس کو انہوں نے اپنے زور اجتہاد سے حق اور ناحق کا مسئلہ بنا لیا ہے، اور ھٰذا
القول ھو الحق کا نعرہ بلند کر کے ائمہ ثلاثہ کو باطل اور ناحق مذہب والا قرار دے دیا
اور خوش ہوئے کہ ہم نے بڑا تیر مار لیا، مولانا عبدالرحمن مبارکپوری کو بات کرنے کا سلیقہ ہوتا
یا ائمہ کرام کے بارے میں ادب و احترام ملحوظ ہوتا تو وہ کہتے کہ دلائل کی روشنی امام احمد کا
مذہب راجح معلوم ہوتا ہے یا ان کا مذہب راجح ہے، حق اور ناحق کی بات نہ کرتے مگر وہ
غیر مقلد ہی کیا جو ائمہ کرام اور اسلاف امت کا ادب و احترام ملحوظ رکھے۔
ائمہ دین کے بارے میں ایک گفتگو کا انداز تو آپ نے غیر مقلدوں کا دیکھا اب آئیے

محدثین عظام کا طرز گفتگو بھی ملاحظہ فرمائیے۔ اسی مسئلہ کے بارے میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جماعت کے ہوجانے پر دوبارہ جماعت کر کے نماز پڑھنے کے بہت سے صحابہ و تابعین قائل ہیں۔ پھر فرماتے ہیں

وبہ یقول احمد و اسحاق و قال اٰخرون من اھل العلم یصلون فرادیٰ وبہ یقول سفیان وابن المبارک ومالک والشافعی یختارون الصلوٰۃ فرادیٰ۔

یعنی اور اس کے قائل امام احمد اور اسحٰق ہیں اور اہل علم کی ایک دوسری جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مصلی تنہا تنہا نماز پڑھیں گے اور یہی مذہب امام سفیان ثوری، حضرت عبد اللہ بن مبارک امام مالک اور امام شافعی کا ہے ان کا مختار قول یہ ہے کہ مصلی جماعت ہوجانے کے بعد دوسری جماعت سے نماز نہ پڑھیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جو محدثین اور محدثین اور اسلاف کے مقام و مرتبہ سے واقف اور ان کے علم کے قدرداں ہیں وہ اس بارے میں یہ بھی نہیں کہتے کہ یہ راجح ہے اور وہ مرجوح ہے حق اور ناحق کہنے کی بات تو بہت دور کی ہے۔ وہ صرف دونوں جماعتوں کے مذاہب نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں، مگر مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری ائمہ ثلاثہ، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین کے مذہب واختیار کردہ قول کو حق اور ناحق کے ترازو میں تول رہے ہیں۔

اب آئیے ذرا دلائل کی روشنی میں تجزیہ کریں کہ مولانا نے جس کو حق قرار دیا ان کی اس بات میں کتنا وزن ہے۔

جماعت والی نماز کیلئے اذان مشروع ہے، اس کیلئے موذن ہوتا ہے، اقامت کہی جاتی ہے، اور امام کا تعین ہوتا ہے، موذن حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہہ کر نمازیوں کو مسجد میں حاضر ہونے کیلئے پکارتا ہے، شریعت میں موذن جس جماعت میں حاضر ہونے کیلئے پکارتا ہے وہی فی الاصل وہ جماعت ہے جس کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

من سمع النداء فلم یجب فلا صلوٰۃ لہ (۱) یعنی جس کسی نے اذان سن کر مسجد میں حاضری نہیں دی تو (اگر وہ نماز ادا کرے) تو اس کی نماز ہی نہیں ہے۔ اور یہی وہ جماعت ہے جس کے بارے میں اللہ کے رسول کا ارشاد ہے۔ لقد ھممت ان آمر فتی ان یجمعوا حزم الحطب ثم آمر بالصلوٰۃ فتقام ثم احرق علی اقوام لا یشھدون الصلوٰۃ۔ یعنی میرا ارادہ ہوا کہ میں اپنے کچھ نوجوانوں کو حکم کروں کہ وہ لکڑیوں کے ڈھیر اکٹھا کریں، پھر نماز قائم کرنے کا حکم کروں اور نماز قائم ہو جائے تو میں ان کے گھروں میں جو نماز میں حاضر نہ ہوتے ہوں آگ لگا دوں اور اسی اذان اقامت موذن اور امام والی نماز ہے جس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جماعت کی نماز تنہا نماز سے پچیس گنا اور ستائیس گنا افضل ہے۔

یہ تمام روایتیں بتلا رہی ہیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جماعت والی وہ نماز ہے جس کیلئے اذان کہی جائے، اور جس کیلئے متعین امام ہو، اور جس کو پانے کیلئے مسجد میں اذان سن کر حاضر ہونا ضروری ہے اور حاضر نہ ہونے کی شکل میں سخت وعید ہے۔ اب اگر ایک مسجد میں جہاں متعین امام ہو متعدد جماعتوں کا مشروع ہونا تسلیم کیا جائے تو پھر آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کوئی مطلب ہی نہیں رہ جاتا کہ جو اذان سن کر مسجد میں حاضر نہ ہوا، (اور جماعت سے نماز نہ پڑھی) اس کی نماز ہی نہیں، اور یہ کہ میرا ارادہ ہوتا ہے کہ جماعت کرنے کا حکم دوں اور جو اس میں شریک نہ ہو ان کے گھر میں آگ لگا دوں۔

ذرا آپ اندازہ لگائیں آنحضورؐ کے ان ارشادات کا اس کے سوا کیا مطلب ہے کہ لوگ اذان سن کر مسجد میں حاضر ہوں اور مسجد کے امام کے ساتھ جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں۔ اذان تو اسی جماعت کے لئے دی جاتی ہے نہ یہ کہ جب جو آئے دو ایک مل کر جماعت کرلیں، پھر جماعت کی اہمیت کیا رہی، اور اذان دینے کا فائدہ ہی کیا رہا، اور حی علی الصلوٰۃ اور حی

---

(۱) ترمذی۔ (۲) یہ روایت ترمذی کی ہے اور اسی کے ہم معنی روایتیں بخاری، مسلم وغیرہ احادیث کی کتابوں میں بھی ہیں۔

علی القلائم کا مطلب ہی کیا ہوا ؟

یہ ایک ایسی کھلی اور واضح بات ہے جس کا کوئی صاحب انصاف انکار نہیں کرسکتا، مگر غیر مقلدین کی عقل کو کیا کہئے کہ کریں گے تو دعویٰ اجتہاد کا اور شریعت کی موٹی موٹی باتوں کی حقیقت کا ادراک کرنے سے بھی عاجز رہیں گے، اور زبان چلائیں گے امام مالک اور امام شافعی جیسے مجتہدین کے خلاف اور دعویٰ کریں گے کہ ان کا مذہب ناحق ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اب ذرا ایک تماشا یہ بھی دیکھئے کہ غیر مقلدین صحیح حدیث سے جان چھڑانے کے لئے اور اس کے پھندے سے بچنے کے لئے کیا کیا ترکیبیں اختیار کرتے ہیں اور کیسی کیسی باتیں بناتے ہیں، تحفۃ الاحوذی میں مولانا مبارکپوری نے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

عن ابی بکرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبل من نواحی المدینۃ یرید الصلوٰۃ فوجد الناس قد صلوا فمال الی منزلہ فصلی بھم رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط۔

یعنی حضرت ابوبکرہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نواحی مدینہ (مدینہ کے قرب وجوار) سے تشریف لائے تو لوگ مسجد میں نماز میں جماعت سے نماز پڑھ چکے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے اور گھر والوں کو جمع کرکے گھر ہی میں نماز با جماعت ادا کی۔

ناظرین غور کریں کہ اگر مسجد میں جماعت ہو جانے کے باوجود بھی اگر مسجد میں دوسری جماعت کرنا ہی حق ہوتا جیسا کہ غیر مقلدوں کا کہنا ہے تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم گھر والوں کے ساتھ گھر میں باجماعت نماز ادا نہ کرتے بلکہ فرض نماز کا پڑھنا چونکہ مسجد ہی میں زیادہ بہتر ہے اس وجہ سے مسجد میں جماعت ثانیہ کر لیتے، لیکن آپ نے ایسا نہ کیا، اس سے معلوم ہوا کہ جماعت ہو جانے کے بعد مسجد میں بار بار جماعت کا قائم کرنا شریعت کی منشا کے خلاف ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے محدث حافظ ہیثمی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، چونکہ اس میں مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کے "ھذا القول ھو الحق" کی صاف تردید موجود ہے اور ائمہ ثلاثہ نے جماعت ثانیہ کے بارے جو قول اختیار کیا ہے اس پر یہ حدیث واضح اور روشن دلیل ہے۔

اس لئے مبارکپوری صاحب نے اس صحیح حدیث سے فرار اختیار کرنے کیلئے یہ تماشا شروع کیا، فرماتے ہیں۔

(۱) ان ھذا الحدیث لا یعلم حالہ کیف ھو صحیح قابل للاحتجاج ام لا۔

یعنی یہ حدیث کیسی ہے اس کا کچھ پتہ نہیں یہ حجت پکڑنے کے لائق ہے بھی یا نہیں۔
اور جب ان سے کہا گیا کہ آپ تو خود ہی لکھتے ہیں کہ محدث حافظ ہیثمی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، تو اس کا جواب دیا۔

(۲) واما قول الہیثمی رجالہ ثقات فلا یدل علی صحتہ۔

یعنی ہیثمی کا یہ کہنا کہ اس کی سند کے سب راوی ثقہ ہیں تو اس سے حدیث کا صحیح ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

اور جب ان سے پوچھا گیا کہ کیوں صاحب؟ تو فرماتے ہیں کہ
(۱) ہو سکتا ہے کہ اس کے راویوں میں سے کوئی راوی مدلس ہو (۲) ہو سکتا ہے کہ اس کا کوئی راوی گڑبڑ حافظہ والا ہو (۳) ہو سکتا ہے کہ اس میں ایسا راوی ہو جس کی اپنے شیخ سے ملاقات نہ رہی ہو (۴) ہو سکتا ہے کہ اس میں کوئی اور خرابی ہو (۵) ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث شاذ ہو۔ (۱)

اس صحیح حدیث کو رد کرنے کیلئے ہو سکتا ہے ایسا ہو اور ہو سکتا ہے کہ ویسا ہو کا سلسل چکر چلایا۔ ضد

منکرین سنت نے اس پر مولانا مبارکپوری کو خوب بدھائی دی (۲)

---

(۱) تحفۃ الاحوذی جلد اول ص۱۹۰ (۲) مبارکباد (ضد) آج کل کے غیر مقلدوں کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ جس حدیث کو مبارکپوری صاحب احتمالات سے رد کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں اسکے بارے میں انکے علامہ البانی صاف فرماتے ہیں قلت وھو حسن، یعنی میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث حسن ہے (دیکھو تمام المنۃ ص۱۵۵)

کردو مولانا دادہ ہم لوگ بھی صحیح حدیثوں کو اسی طرح کے ۔ ہو سکتا ہے ۔ سے رد ۔ یے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ غیر مقلدین نے ذرا ذرا سی بات کو بنیاد بنا کر صحیح احادیث کے رد کرنے کا جو راستہ ہموار کیا ہے اس سے منکرین سنت کو کافی حوصلہ ملا ، اور اس راستہ سے بہت سے غیر مقلدین انکار سنت کے راستہ پر لگ گئے ۔ پنجاب میں جتنے منکرین سنت ہوئے سب غیر مقلد تھے ۔

اگر حدیثوں کو رد کرنے کیلئے مبارکپوری صاحب کے اس ہو سکتا ہے والا طریقہ کو اپنا لیا جائے تو نہ قرآن پاک پر اعتماد باقی رہے گا اور نہ بخاری ومسلم پر اسلئے کہ یہ ہو سکتا ہے ۔ سب جگہ چلے گا ، ہو سکتا ہے کہ قرآن کی فلاں آیت ایسی نہیں ایسی ہو ، ہو سکتا ہے کہ بخاری ومسلم کی حدیث ایسی نہیں ایسی ہو ، کا چکر ایسا چلے گا کہ دین وشریعت کا تماشا بن جائے گا اور غیر مقلدین کا تو خیر کچھ نہیں بگڑے گا مگر مخلص مسلمانوں کیلئے بڑی آزمائش ہو جائے گی ۔

غیر مقلدیت کے طفیل غیر مقلدین کے بڑے بڑے علماء کی عقل ماری جاتی ہے اور دین کا فہم ان سے سلب کر لیا جاتا ہے ، اور جوش غیر مقلدیت میں ان کی زبان وقلم سے کیا کیا نکلتا ہے انکو کچھ پتہ نہیں چلتا یہ دین اسلام کے وہ نادان دوست ہیں جن کی وجہ سے آج امت مسلمہ کو بہت کچھ جھیلنا پڑ رہا ہے ۔

بات دور جا پڑی بات چل رہی تھی کہ مسجد میں جماعت ثانیہ کی کراہت کے بارے میں امام اعظم امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل کیا ہیں تو چند ایک تو آپ نے لاحظہ فرمالئے ، چند ایک پر اور نظر ڈال لیں ۔

مصنف عبد الرزاق جلد دوم ص۴۰۹ پر ہے

امام نخعی فرماتے ہیں کہ حضرت علقمہ اور حضرت اسود حضرت عبد اللہ بن مسعود کے ساتھ ایک مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے تشریف لائے ، لوگوں نے ان کا استقبال کیا یہ لوگ اس مسجد میں جماعت سے نماز پڑھ چکے تھے ، تو حضرت

ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے ان شاگردوں کو لے کر گھر چلے گئے اور وہاں ان کے ساتھ نماز پڑھی ۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک جماعت ہو جانے کے بعد اس مسجد میں دوسری جماعت کرنا اچھا نہیں تھا، اگر اس مسجد میں جماعت کرنا مسنون ہوتا تو وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ گھر میں جماعت سے نماز ادا نہ کرتے (۱) اس بات کو شیخ البانی نے اس طرح ادا کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔

---

(۱) تعجب ہے مولانا مبارکپوری پر کہ انھوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کا مذہب یہ بتلایا ہے کہ جماعت ہو جانے کے بعد اسی مسجد میں دوسری جماعت ادا کی جا سکتی ہے۔ حالانکہ انھوں نے جس واقعہ سے استدلال کیا ہے وہ غالباً یہی واقعہ ہے، مولانا مبارکپوری کی پیش کردہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ ان ابن مسعود دخل المسجد وقد صلوا فجمع بعلقمہ و مسروق والاسود، یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود مسجد میں داخل ہوئے، لوگ نماز پڑھ چکے تھے تو انھوں نے علقمہ مسروق اور اسود کے ساتھ مل کر جماعت کی ۔

یہ حدیث مجمل ہے، کہاں جماعت سے نماز پڑھی اسی مسجد میں یا گھر جا کر اس کا تذکرہ نہیں ہے مصنف عبد الرزاق میں اس کو صاف کر دیا گیا ہے کہ انھوں نے اسی مسجد میں نماز نہیں پڑھی تھی بلکہ گھر جا کر نماز پڑھی تھی۔

مولانا مبارکپوری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مسلک قرار دیا ہے کہ انکے نزدیک مسجد میں جماعت ثانیہ کی جا سکتی ہے، اور بخاری کی حدیث سے استدلال کیا ہے، مولانا مبارکپوری نے بخاری کی یہ حدیث نقل کی ہے۔ وجاء انس بن مالك الى مسجد وقد صلى فيه فاذن واقام وصلى جماعة ۔ یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں تشریف لائے وہاں نماز ہو چکی تھی تو انھوں نے اذان دی، اقامت کہی اور جماعت سے نماز پڑھی ۔ آپ غور فرمائیں کہ بات مجمل رہی ہے کہ اس کا یہ محلہ کی مسجد ہو جس کا امام ہو، اور جس میں باقاعدہ جماعت کا اہتمام ہو، اور اس حدیث سے کچھ نہیں

فلو كانت الجماعة الثانية في المسجد جائزة مطلقا لما جمع ابن مسعود في البيت مع ان الفريضة في المسجد افضل كما هو معلوم ثم وجدت ما يدل على ان هذا الاثر في حكم المرفوع (۱)

یعنی اگر جماعت ثانیہ مسجد (محلہ) میں مطلقا جائز ہوتی تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گھر میں جماعت سے نماز نہ پڑھتے کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ فرض نماز ادا کرنا مسجد میں افضل ہے۔ پھر مجھے دلائل سے یہ معلوم ہوا کہ یہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا یہ اثر مرفوع کے حکم میں ہے۔

یعنی شیخ البانی کی تحقیق میں یہ بات خود آنحضور سے ثابت ہے اسلئے غیر مقلدین کو یہ کہنے کا موقع نہیں ہے کہ این فعل صحابی ست و فعل صحابی حجت نیست کہ یہ صحابی کا عمل ہے اور صحابی کا عمل حجت نہیں ہوتا۔

پتہ چلا کہ وہ محلہ کی مسجد تھی یا راستہ اور بازار کی، حضرت انس کا یہ عمل حضر میں تھا کہ سفر میں تو اس مجمل حدیث سے استدلال کرنا مولانا مبارکپوری صاحب کی کس قدر دھاندلی ہے، نیز اس پر بھی غور کیا جائے کہ خود مقلدین کا یہ مذہب نہیں ہے کہ دوسری جماعت کیلئے اذان دی جائے اور حضرت انسؓ نے باقاعدہ اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا کی تھی تو ان کے عمل کو غیر مقلدین کے مذہب سے کیا تعلق، حضرت انس کا اذان دیکر کے دوسری جماعت کا کرنا یہ واضح اشارہ ہے کہ یہ واقعہ سفر کا ہے اور جس مسجد میں انہوں نے نماز ادا کی تھی وہ محلہ کی مسجد نہیں تھی، اور اس کے سبھی قائل ہیں کہ ایسی مساجد میں دوسری جماعت کی جاسکتی ہے اور اس کیلئے اذان بھی کہی جاسکتی ہے ——— مولانا مبارکپوری نے ایک دوسری دھوکہ بازی یہ کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ وقال البخاری فی صحیحہ یعنی بخاری نے اپنی صحیح میں کہا ہے، اور یہ نہیں بتلایا کہ بخاری نے اسکو اپنی اصل کتاب میں نہیں بلکہ ترجمۃ الباب کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور ترجمۃ الباب کے ساتھ وہ جو حدیثیں ذکر کرتے ہیں وہ صحیح بخاری کے شرائط والی نہیں ہوتی ہیں بلکہ کمزور اور ضعیف، موقوف و مرفوع ہر طرح کی روایت ہوتی ہیں، چنانچہ حضرت انس کا یہ اثر بھی کمزور اور ناقابل احتجاج ہے، اسلئے کہ اس میں اضطراب پایا جاتا ہے، تفصیل کیلئے فتح الباری ص ۲/۱۳۱ دیکھو

---

(۱) تمام المنۃ ص ۱۵۵ اور دیکھو جماعت ثانیہ کا حکم تالیف مولانا نعیم الدین لاہوری مدظلہ

صحابہ کرام کے عمل کو غیر مقلدین اسی قسم کی باتوں سے ٹھکرا دیتے ہیں مگر ان کے علامہ تحقیق فرما رہے ہیں کہ یہ اثر مرفوع کے حکم میں ہے۔

غالباً ناظرین کرام کو معلوم ہوگا کہ آج کل غیر مقلدین کے نزدیک شیخ البانی کا فرمایا حرف آخر ہوتا ہے۔

حضرت حسن بصری صحابہ کرام کا یہ عمل ذکر فرماتے ہیں۔

کان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخلوا فی المسجد وقد صلی فیہ صلوا فرادیٰ۔	یعنی آنحضور اکرم کے اصحاب کا طریقہ یہ تھا کہ جب وہ ایسی مسجد میں پہنچتے جس میں نماز ہو چکی ہوتی تو وہ تنہا نماز پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ ص۲۲۳)

اگر حضرت امام بخاری اور غیر مقلدین کا طرز اختیار کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ حسن بصری تمام صحابہ کرام کے بارے میں فرما رہے ہیں۔ رفع یدین کے مسئلہ میں امام بخاری نے حضرت حسن بصری کا یہ قول نقل کیا ہے۔ ان الصحابۃ کانوا یفعلون ذلک یعنی صحابہ کرام رفع یدین کرتے تھے۔ مولانا مبارکپوری اس کو نقل کر کے فرماتے ہیں۔

قال البخاری ولم یستثن الحسن احدا، یعنی بخاری نے کہا کہ حضرت حسن بصری نے صحابہ کرام میں سے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا (۱) جماعت ثانیہ کے بارے میں بھی حضرت حسن بصری نے صحابہ کرام کا جو عمل نقل کیا ہے کسی کو یہاں بھی مستثنیٰ نہیں کیا ہے گویا وہ فرما رہے ہیں (جیسا کہ بخاری اور مولانا مبارکپوری کی مسئلہ رفع یدین کے سلسلہ میں تحقیق کا حاصل ہے) کہ مسجد کا میں جماعت ثانیہ نہ کرنا تمام صحابہ کرام کا عمل تھا۔

مصنف ابن ابی شیبہ حضرت حسن سے اس سلسلہ کی متعدد روایات ہیں۔ (۲)

---

(۱) تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۲۱۹

(۲) رسالہ مولانا نعیم الدین صاحب لاہوری

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب بخاری کے ترجمۃ الباب میں فرماتے ہیں۔

وکان الاسود اذا فاتتہ الجماعۃ ذھب الی مسجد آخر (فتح الباری ج ۲ ص ۱۳۱) — یعنی حضرت اسود سے اگر جماعت چھوٹ جاتی تو جماعت حاصل کرنے کیلئے دوسری مسجد میں جاتے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اذا فاتتہ الجماعۃ کا مطلب ہے کہ اذا فاتتہ الجماعۃ فی مسجد قومہ ۔ یعنی جب حضرت اسود کی جماعت اپنے محلہ کی مسجد میں چھوٹ جاتی تو جماعت کی فضیلت حاصل کرنے کیلئے دوسری مسجد میں جاتے اس سے بھی معلوم ہوا کہ محلہ کی مسجد میں دوبارہ جماعت کرنا خیر القرون اور صحابہ وتابعین کے زمانہ میں پسندیدہ عمل نہیں تھا، ورنہ حضرت اسود محلہ کے کسی بھی آدمی کو لیکر اسی مسجد میں دوبارہ جماعت کرسکتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر محلہ کی مسجد میں متعدد جماعت کی مشروعیت کو مذہب بنا لیا جائے تو پھر امام کے متعین کرنے اور اذان دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اذان کا دینا اور امام کو متعین کرنا اسی لئے ہوتا ہے کہ تمام محلہ والے ایک جماعت کے ساتھ ایک وقت میں ایک امام کے پیچھے نماز ادا کریں تاکہ مسلمانوں کی اجتماعیت کا شیرازہ نہ بکھرے اور اذان اور جماعت کی اہمیت کا لوگوں میں احساس جاگتا رہے، اور یہی وہ جماعت ہے جس کے بارے میں ارشاد ہے کہ تنہا نماز پڑھنے سے جماعت والی نماز کا ثواب ستائیس گنا زیادہ ہوتا ہے۔

غیر مقلدوں کے علامہ شیخ البانی فرماتے ہیں

وبالجملۃ فالجمھور علی کراھۃ اعادۃ الجماعۃ فی المسجد بالشرط السابق وھو الحق۔ — یعنی حاصل گفتگو یہ ہے کہ جمہور کا یہی مذہب ہے کہ شرط سابق کے ساتھ (یعنی مسجد میں امام و مؤذن مقرر ہو) مسجد محلہ میں دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے اور یہی مذہب حق ہے۔

اب معلوم نہیں موجودہ دور کے غیر مقلدین علامہ البانی کے اس حق کو چھوڑ کر مولانا مبارکپوری والے اس حق کو کیوں اختیار کر لیا ہے۔ کاش غیر مقلدوں کو کبھی اپنے پہلوانوں کا بھی دنگل نظر آتا

بقیہ ص ۲۹ پر

محمد اجمل مفتاحی

نور الدین نور اللہ الاعظمی

نواب صدیق حسن بھوپالی کے فارسی دیوان پر ایک نظر

علامہ نواب صدیق حسن صاحب غیر مقلد علماء میں اہلحدیث کے مقام پر فائز تھے، زندگی بھر تقلید اور فقہ سے لوگوں کو برگشتہ کرتے رہے، مولانا محمد ابوبکر صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ نواب صاحب آخر عمر میں تصوف کی طرف مائل ہو گئے تھے، اور مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے تھے، رفتہ رفتہ ان سے علماء کی بدگمانی رقابت سے کچھ عرصہ قبل ختم ہو چکی تھی اور وہ نماز بھی حنفی طریقہ پر پڑھنے لگے تھے، نزہۃ الخواطر میں اس کی تصریح ملتی ہے، اس کی تائید ان کی سوانح حیات میں ان کے صاحبزادہ سید حسن علی خاں کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے وہ نواب صاحب کے متعلق فرماتے ہیں:

ہمیشہ طریقہ اسلاف پر مذہب حنفی کی طرف اپنے کو منسوب کرتے تھے۔

(حیات مآثر صدیقی)

اگر ایسا ہی ہے تو نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یقیناً خاتمہ بالخیر ہوا ہوگا۔ اور ہماری خواہش یہی ہے کہ علامہ ممدوح کا خاتمہ بالخیر ہوا ہو، تمام مسلمانوں کیلئے ہماری یہی خواہش ہے کہ وہ فقہاء و محدثین کے بارے میں خوش گمان رہیں اور اللہ والوں کی محبت سے اپنے دل کو آباد کریں اور ان کا خاتمہ بالخیر ہو۔

تو اب ہماری آئندہ کی گفتگو نواب صاحب کے اس دور کے متعلق ہوگی جب وہ اپنا ندلم

فقہ اور فقہاء کے خلاف چلاتے رہے۔

نواب صاحب ممدوح کی ایک کتاب ۔ نفحۃ الطیب من ذکر المنزل و الحبیب ۔ دیکھنے کا شرف حاصل ہوا، یہ نواب صاحب کا فارسی دیوان ہے، یہ پورا دیوان نواب صاحب نے فقہ اور فقہاء کی مذمت میں تصنیف کیا ہے، اس دیوان کی کوئی غزل اس وصف سے خالی نہیں، مقلدین کو اعدائے سنت بتلاتے ہیں اور تقلید کو سب سے بڑی گمرہی قرار دیتے ہیں۔ مثلاً ان کا ایک شعر ہے ؎

تا بتقلید بدگماں شدۂ
شیخ سنت درین جہاں شدۂ

یعنی اگر تم تقلید سے بدگمان رہو گے تو اس دنیا میں شیخ سنت ہو جاؤ گے۔

شیخ سنت، ہونے کا کتنا آسان اور سستا نسخہ ہے، نہ پڑھو نہ لکھو نہ کتاب وسنت کا علم حاصل کرو، بس تقلید سے بدگمانی پیدا کرو شیخ سنت کا تمغہ تمہیں حاصل ہو جائے گا، غالباً اسی نسخہ پر عمل کر کے آج تمام غیر مقلدین شیخ سنت بن گئے ہیں۔

نواب صاحب فرماتے ہیں، کیا فرماتے ہیں غور سے سننے کی بات ہے

نیکنی باک در خلاف حدیث ۔ تاکہ فی الحال فقہ داں شدۂ

یعنی تم کو حدیث کی مخالفت کا کچھ ڈر نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ تم فی الحال فقہ والے ہو

نواب صاحب اسی غزل میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ تم کو قاضی شوکانی کا شکر ادا کرنا واجب ہے، اس وجہ سے کہ انہیں کے طفیل تم کو علم حدیث حاصل ہوا ہے۔ نواب صاحب کا ارشاد ہے ؎

شکر شوکانیت بود واجب ۔ بار دیگر حدیث خواں شدۂ

یعنی علامہ شوکانی کا شکر واجب ہے، انہیں کی وجہ سے دوبارہ حدیث کا پڑھنا لکھنا جاری ہوا ہے

ہم نے ناظرین کی سہولت کی خاطر اس شعر کا عام فہم ترجمہ کیا ہے، ورنہ لفظ شوکانیت کا مفہوم بہت وسیع ہے، یہ اسی طرح کا کلمہ ہے، جیسے حنفیت، شافعیت، مالکیت اور حنبلیت یعنی ان چاروں مذاہب کی طرح خاں صاحب کے نزدیک شوکانیت بھی ایک مذہب ہے اور یہ

دین اسلام میں پانچواں مذہب ہے ، البتہ فرق یہ ہے کہ پہلے چاروں مذاہب کی تقلید میں گمراہی اور اس شوکانیت کی تقلید عین ایمان ۔

نواب صاحب کی ایک غزل کا مطلع یہ ہے ۔

منع حدیث خیر بشر میکند فقہ ۔

یعنی نواب صاحب فرماتے ہیں کہ فقہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے روکتا ہے ۔
اللہ اکبر نواب صاحب فقہ کی دشمنی میں کتنا تجاوز کر گئے ، اور انہیں ذرا بھی ڈر نہیں ہوا کہ وہ اس جھوٹ پر خدا کے یہاں پکڑے جائیں گے ۔

ایک جگہ لوگوں کو مقلدین کی صحبت میں جانے سے یوں منع کرتے ہیں ۔

بزم رائے بہ تقلیدیاں مشو ہمدم　　　　کتاب و سنت احمد گزین و خدمت کن

یعنی مقلدین کے ساتھ رائے کی مجلس میں مت رہو ، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو اختیار کرو اور دین کی خدمت کرو ۔

بزم رائے میں کیوں مت جاؤ اور مقلدین کی صحبت سے کیوں دور رہو ، اسلئے کہ مقلدین بدعتی ہیں اور اہل الرائے کا راستہ سنت کا راستہ نہیں ہے ، نواب صاحب فرماتے ہیں ۔

خردوراں چہ بہ تقلید گر کر بستند　　　　تو در طریق سنن کوش و ترک بدعت کن

اگر اہل عقل و خرد تقلید پر کمر باندھے ہوئے ہیں تو تم سنتوں کے راستہ کو اختیار کرو ، اور بدعت سے دور رہو ۔

اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ خاں صاحب کے نزدیک اہل خرد اور اہل عقل کا طریق تو تقلید ہے البتہ عقل سے بیگانوں کا راستہ غیر مقلدیت کا ہے ۔

خاں صاحب کو عقل اور اہل عقل سے معلوم نہیں کیوں بہت چڑھ ہے ، ایک جگہ فرماتے ہیں :

بسی بہ بزم خرد رفتی و زیاں کردی　　　　دمی بصحبت اہل حدیث رغبت کن

تم نے عقلمندوں کی مجلس اختیار کر کے اپنا بہت نقصان کیا اب تھوڑی دیر اہل حدیث کی صحبت بھی اختیار کرو ۔

نواب صاحب فرماتے ہیں کہ اہل خرد کی مجلسوں میں تقلید کا جلوہ رہتا ہے اس وجہ سے بجلی کی طرح میرا دل تڑپتا رہتا ہے کہ عقلمندوں نے تقلید کی راہ کیوں اختیار کی فرماتے ہیں ۔

ہر جا جلوہ تقلید در بزم خرد باشد　　دل خود را برنگ برق پرتیاب می بینم

یعنی عقلمندوں کی مجلس میں ہر جگہ تقلید ہی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے (اس وجہ سے) میں اپنے دل کو بجلی کی طرح تڑپتا پاتا ہوں ۔

عقلمندوں کی اس حرکت پر نواب صاحب کا تڑپتے تڑپتے وصال ہوگیا مگر اہل خرد نے نواب صاحب کی بات کا خیال کرکے تقلید کی راہ چھوڑی نہیں ۔

عقلمندوں کی اس تقلیدی روش پر نواب صاحب ایک جگہ یوں برستے ہیں ۔

خرابیہای بسیار ست در بند خردمندان　　گرفتم دامن سنت سلامت از فتن رفتم

یعنی عقلمندوں کے بندھن میں رہنے سے بڑی خرابی ہے ۔ میں نے تو سنت کا دامن تھام لیا اور فتنوں سے محفوظ رہا ۔

چونکہ عام طور پر ارباب عقل و خرد مقلد تھے اسی وجہ سے خان صاحب ان پر بہت برہم ہیں ۔ فرماتے ہیں ۔

بجز حدیث مگو قصہ خرد　　فتوای صد ہزار مقلد دریدہ ام

یعنی مجھ سے حدیث کے علاوہ عقل کا قصہ مت سناؤ ، میں نے ہزاروں مقلدین کا فتویٰ پھاڑ ڈالا ہے ۔

نواب صاحب مرحوم تمام مسلمانوں کو عقل و خرد سے بیدل ہوجانے کا درس پڑھاتے ہیں سبحان اللہ ، عقل و خرد سے بیدل ہوجانے کا نام غیر مقلدیت ہے ۔

ایک جگہ تو نواب صاحب پورے جوش خانصاحبی میں تلوار کھینچے نظر آتے ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ انھوں نے سنت ذوالفقار سے تمام مقلدین واہل خرد کو تہ تیغ کردیا ہے ، بڑے مزے کا شعر ہے ، فرماتے ہیں :

مقلدان خرد را کہ دشمن دین اند　　بذوالفقار احادیث تو نیچکان رفتم

یعنی مقلدان عقل و خرد جو کہ دین کے دشمن ہیں میں نے انہیں احادیث کی ذوالفقار سے ختم کر دیا ہے۔ (ذوالفقار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار کا نام تھا)

ایک جگہ نواب صاحب عقل کے خلاف اپنے جذبات کا اظہار یوں کرتے ہیں

روی قرطاس سیہ میشود از نقش خرد　　　لشود کاش درین ملک میسر کاغذ

یعنی عقل و خرد کی باتوں سے صفحۂ قرطاس سیاہ ہوتا ہے، کاش اس ملک میں کاغذ ہی میسر نہ ہوتا۔ (تو بہتر تھا کہ عقل کی باتیں صفحۂ قرطاس پر نہ لکھی جاتیں)

نواب صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں کہ مقلدین رائے بت کدہ کا طواف کرتے ہیں اور ہم لوگ سنت کے کعبہ کے طواف کی ہوس رکھتے ہیں۔ ان کا شعر ہے۔

گردش بتکدۂ رائے نصیب مقلدان　　　باشد طواف کعبۂ سنت ہوس مرا

یعنی مقلدوں کی قسمت میں رائے کے بت کدہ کا طواف ہے اور ہماری ہوس یہ ہے کہ ہم سنت کے کعبہ کا طواف کریں۔

نواب صاحب کو تقلید سے بہت چڑھ ہے، ایک شعر میں اپنے اس جذبہ کا اظہار اس طرح کیا ہے۔

تقلید را بگو کہ بجائے دگر رود　　　کردند در مدینۂ سنت حبس مرا

یعنی تقلید سے کہدو کہ کہیں اور جائے، میرا آشیانہ تو بلدۂ سنت میں ہے۔

نواب صاحب کا دین و مذہب کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میرا دین اہل رائے کی تقلید کا انکار کرنا ہے۔

دین منست کفر بتقلید اہل رائے

اہل رائے پر نواب صاحب کو قہر خداوندی کا اندیشہ ہے، فرماتے ہیں۔

ترسم زناد قہر تو یا رب باہل رائے　　　ابطال راست می کند این قوم دارما

اے رب مجھے اہل رائے پر آپ کے قہر کا اندیشہ ہے، یہ وہ قوم ہے جو ہماری عادت کا پرلو راست ابطال کرتی ہے۔

"عادِ ما" سے خان صاحب کی مراد کیا ہے، انھوں نے اس لفظ کا استعمال کہیں بلا سمجھے بوجھے تو نہیں کر دیا ہے۔ اہل علم خود فرمالیں۔ عاد اس قوم کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے جس کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو ایمان کی دعوت دے کر بھیجا گیا تھا، تو پھر نواب صاحب کے "عادِ ما" کا کیا مفہوم ہے، اس قوم کافر سے نواب صاحب کا کیا رشتہ تھا کہ وہ "عادِ ما" فرماتے ہیں۔

نواب صاحب کے دیوان میں اس طرح کے اشعار بہت ہیں، ان اشعار سے مفہوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب کو مقلدین و اہل رائے و اہل خرد سے بڑی نفرت تھی خدا کرے عمر کے آخر دور میں یہ نفرت ختم ہو گئی ہو۔

نواب صاحب کے دیوان میں حدیث و سنت سے متعلق بہت سے اشعار ہیں ان اشعار میں نواب صاحب نے کتاب و سنت سے اپنی وارفتگی و عشق کا مختلف اسلوب میں اظہار کیا ہے اس سلسلے کے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔ فرماتے ہیں۔

غیر از کتاب راہ ندارد بیادِ ما   باشد حدیث احمد مرسل مراد ما

یعنی میری یاد میں کتاب اللہ کے سوا کوئی اور چیز راہ نہیں پاتی ہے، اور میری مراد صرف احمد مرسل (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حدیث ہے۔

ترکیب پاک یافتہ با سنت و کتاب   روز نخست آب و گل اعتقاد ما۔

یعنی میرے اعتقاد میں روز اول ہی سے کتاب و سنت کی ساخت و ترکیب رہی ہے۔

از نزد رائے سوئے تو رفتیم اے سنن   اکنوں بود ز تو ہمہ بست و کشاد ما

یعنی رائے کو چھوڑ کر سنتوں کی طرف میں پلٹا ہوں، اور اب میرے تمام معاملات کی بست و کشاد سنت ہی سے ہوتی ہے۔

بے جلوہ تو خانۂ دل بے چراغ بود   از خیر مقدمت شدہ روشن سواد ما

یعنی سنت کے جلوے کے بغیر میرا دل اندھیرے میں تھا اب سنت کے آنے کی وجہ سے میری تاریکی روشنی سے بدل گئی۔

خان صاحب مرحوم نے اپنے اشعار میں قاضی شوکانی سے بڑی عقیدت کا اظہار کیا ہے،

(قاضی شوکانی یمن کے زیدی شیعہ تھے ۔)

اگر سلامت دین خود از خرد خواہی   بخواں صحیفہ علم جناب شوکانی

یعنی اگر تم عقل و خرد سے اپنے دین کی سلامتی چاہتے ہو تو جناب شوکانی کا صحیفہ علم پڑھو ۔

اس سے معلوم ہوا کہ خاں صاحب کے پاس جو کچھ تھا وہ نہ کتاب اللہ سے تھا نہ احادیث کی کتابوں سے ان کے سرمایہ علم کا مدار قاضی شوکانی کے صحیفہ علم پر تھا۔ عدم تقلید کی جڑ کا منبع یہی صحیفہ تھا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ خاں صاحب کا عقیدہ یہ تھا کہ کتاب و سنت سے دین کی سلامتی نہیں ہو سکتی، دین کی سلامتی کا واحد ذریعہ قاضی شوکانی کا یہی صحیفہ ہے۔

قاضی شوکانی صاحب کے بارے میں خاں صاحب کے غلو کا عالم یہ تھا کہ وہ ان سے مدد بھی مانگا کرتے تھے، ایک شعر میں فرماتے ہیں ۔

زمرۂ راۓ در او فتاد ارباب سنن   شیخ سنت مددے قاضی شوکاں مددے

یعنی ارباب سنن کو راۓ والوں نے گھیر رکھا ہے، شیخ سنت مدد فرمائیے قاضی شوکانی مدد کیجئے ۔

ناظرین مرنے کے بعد غیر اللہ کو پکارنا اور ان سے مدد طلب کرنا شرک ہے لیکن نواب صاحب قاضی شوکانی کی محبت میں اس شرک کے ارتکاب سے بھی باز نہیں رہتے، البتہ مقلدین کو شرک بنانے پر بڑا زور صرف کرتے ہیں ۔

نواب صاحب فرماتے ہیں کہ ہندوستان والوں کی راۓ کی بو سے زکام ہو جاتا ہے اسلئے قاضی شوکانی کی مہک کے شوق میں یمن کے گلستان میں جاتا ہوں ۔ نواب صاحب کا شعر یہ ہے ۔

زکامم میرسد از نکہت آراء ہندستاں   بشوق بوۓ شوکاں در گلستان یمن رفتم

نواب صاحب نے بعض اشعار میں غیر اللہ کی قسم بھی کھائی ہے، جو شرعاً حرام ہے مثلاً ان کا ایک شعر ہے ۔

قسم بشاہ رسالت قسم بشوکت او کہ نیست در سرمن بجز ہوائے سنت او

یعنی شاہ رسالت (رسول اللہ) کی قسم اور ان کی شوکت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے سر میں صرف ان کی سنت ہی کی خواہش ہے۔

حدیث میں آتا ہے، من حلف بغیر اللہ فقد اشرک (کہ جس کسی نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا، معلوم نہیں غیر مقلدین اپنے مجدد صاحب کو اس شرک سے کس طرح نکالیں گے۔

نواب صاحب غیر اللہ سے توسل اور استغاثہ کو جائز رکھتے ہیں چنانچہ قاضی شوکانی کی مدح میں اوپر ان سے استغاثہ واستمداد کا ایک شعر گزر چکا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم استغاثہ کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں

گفت نواب غزل در صفت سنت تو خواجہ دیں صلہ قبلہ پاکاں مددے

آپ کی سنت کے بیان میں نواب نے غزل کہی ہے، اے دین کے خواجہ اور اے نیکوں کے قبلہ مدد فرمائیے۔

دوسرا اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ و توسل کرے تو وہ مشرک، کافر، بے دین اور بد عقیدہ اور نواب صاحب کیلئے یہ استغاثہ استمداد عین ایمان اور خوش عقیدگی کی علامت۔

نواب صاحب کا ذوق استغاثہ واستمداد اتنا بڑھا ہوا تھا کہ وہ خود اپنی قسمت سے استغاثہ واستمداد کرتے تھے ان کے اوپر والے شرکی غزل کے مطلع کا دوسرا شعر یہ ہے۔

مددے طالع صدیق حسن خاں مددے

یعنی اے صدیق حسن کی قسمت تو میری مدد فرما

ان تمام عقیدوں و خیالات کے ساتھ جب نواب صاحب یہ فرماتے ہیں

ساقیا سنت پرستم از مئے توحید مستم

اے ساقی میں تو سنت پرست ہوں، میں تو توحید کے نشے مست ہوں

بقیہ ۲۹ پر

محمد اجمل مفتاحی

از ـ رضوان احمد قاسمی
مدرسہ عرفان العلوم مظفرپور

اعمال صحابہ بھی سنت ہیں

کتاب اللہ کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات قدسیہ ہمارے لئے ماخذ علمی اور دینی اساس ہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ کتاب و سنت کے درمیان ٹھیک وہی نسبت ہے جو فضائی اور بری فوج کے درمیان ہے کہ فضائی فوج ہر وقت بری فوج کی نگہبانی کرتی ہے اور کیا مجال ہے کہ کوئی دشمن بری فوج کو نشانہ بنائے اور فضائی فوج کی آنکھوں سے وہ بچ کر نکل جائے بالکل یہی حال قرآن پاک کے الفاظ و معانی کی نگرانی سنت کے ذریعہ ہوتی رہتی ہے اور جب بھی کسی نے قرآن کی طرف نگاہ غلط اٹھائی ہے سنتِ رسول نے اس کا بھر پور تعاقب کیا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ قرآن متن ہے اور حدیث اس کی شرح ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے دو پہلو ہیں ایک کا تعلق اقوال و بیان سے ہے اور دوسرے کا تعلق افعال و اعمال سے ، آپ کی تعلیمات اگر معرضِ بیان میں ہوں تو وہ حدیث کہلاتی ہیں اور جو معرضِ عمل میں ہوں انہیں سنت سے تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ صحابہ کرام جب اس راستے کی نشاندہی فرماتے جس پر حضورؐ نے ان کو قائم کیا تھا تو کہتے ۔

سنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ـــ حضورؐ نے ہمارے لئے راہِ عمل بتایا ۔

اور جب حضورؐ کی بات نقل کرتے تو فرماتے

حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ـــ حضورؐ نے ہم سے بیان کیا

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حدیث و سنت اگرچہ ایک دوسرے کی جگہ بول دیئے جاتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس پر بیان کی نسبت غالب ہو وہ حدیث ہے اور جس پر عمل کا غلبہ ہو وہ

سنت ہے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے طریق عمل کے لئے لفظ سنت کا استعمال کرنا اظہر من الشمس ہے اور احادیث کی کتابوں میں متعدد روایتیں ایسی موجود ہیں جن میں حضورؐ نے اپنے عمل کو سنت کہا ہے لیکن حضورؐ نے اپنے علاوہ صحابہ کرام کے اعمال کو بھی سنت ہی فرمایا ہے۔

سنت کی نسبت صحابہ کی طرف

جیسا کہ مشہور حدیث ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عرباض بن ساریہؓ سے آپ نے فرمایا کہ میرے بعد تم بہت سے اختلافات دیکھو گے اور لوگ نئی نئی راہیں نکالیں گے۔

فمن ادرک ذالک منکم فعلیہ	تم میں سے جو ان حالات کو پائے چاہیے کہ میری
بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین	سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت
المھدیین (ترمذی ۹۲/۲)	کو لازم پکڑے۔

اس روایت میں آپ نے خلفائے راشدین کے عمل کو بھی سنت کہا ہے اور ہونا بھی چاہیے کیونکہ خلفائے راشدین کی پیروی منصب خلافت کی بنا پر نہیں بلکہ ان کی زندگی کے عین منہاج نبوت پر ہونے اور ان کے تقرب بالرسالہ کی وجہ سے ان کی اطاعت ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ بعض صحابی کا نام لیکر بھی آپ نے فرمایا کہ ان کا یہ عمل سنت ہے اور اس کی پیروی کرو چنانچہ آپ کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ایک عمل کی اطلاع ملی تو آپ نے اسے ان الفاظ میں پروانہ منظوری دی کہ

ان ابن مسعود سن لکم سنۃ	بیشک ابن مسعودؓ نے تمہارے لئے ایک
فاستنوبھا۔ (مصنف عبدالرزاق ۲۲۹/۲)	سنت قائم کی ہے تم اس پر چلو۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبل کے کسی عمل کے بارے میں فرمایا کہ:

ان معاذا قد سن لکم سنۃ کذالک	بیشک معاذؓ نے تمہارے لئے سنت قائم
فافعلوا۔ (ابوداؤد ۱/۸۳)	کردی ہے اسی طرح تم اس پر عمل کرو۔

لیجئے یہ دو روایت تو اس قدر واضح ہے کہ زبان رسالت نے نہ صرف یہ کہ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت معاذ بن جبل کے عمل کو سنت سے تعبیر کیا ہے بلکہ صیغہ امر کے ذریعہ انکے

علی کی اطاعت کو لازم و واجب بھی کر دیا ہے اس کے باوجود اگر کوئی دریدہ دہن صحابۂ کرام کے اعمال کو لائق اعتبار نہ جانے تو اس کی جہالت و بدنیتی پر جس قدر بھی آنسو بہائے جائیں کم ہیں ۔

شیخین کے عمل کو حضرت علی نے سنت کہا

حضرت عثمان غنی کی خلافت میں جب ولید کو شراب پینے کے جرم میں حد لگانے کے لئے لایا گیا تو حضرت عثمان نے حضرت علی کو حکم دیا کہ وہ ولید کو کوڑے لگائیں انھوں نے اپنے بیٹے حضرت حسنؓ پھر حضرت عبداللہ بن جعفر سے کہا کہ ولید پر حد جاری کریں چنانچہ عبداللہؓ بن جعفر کوڑے لگاتے جاتے اور حضرت علی گنتے جاتے تھے جب چالیس ہو گئے تو حضرت علی نے کہا:

بس یہیں تک ۔ اور فرمایا

جلد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعین وابوبکر اربعین وعمر ثمانین وکل سنة ۔
(مسلم شریف ص ۷۰ ج ۲)

آنحضرتؐ نے چالیس کوڑوں کا حکم فرمایا، حضرت ابوبکرؓ نے بھی چالیس کا حکم دیا اور حضرت عمرؓ نے اسی کوڑوں کا حکم دیا ان میں سے ہر ایک سنت ہے ۔

مندرجہ بالا تفصیل سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ لفظ سنت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر طریقہ مسلوکہ فی الدین کو سنت سے تعبیر کیا گیا ہے اور صحابۂ کرام کی تعلیمات بھی سنت قرار پائی ہے اسی لئے تابعین و تبع تابعین کی بھی صراحت موجود ہے کہ انھوں نے صحابہ کے عمل کو سنت کہا ہے جیسا کہ صالح بن کیسان اور امام زہری کا واقعہ مشہور ہے کہ صالح بن کیسان پہلے صحابہ کے اقوال و اعمال کو سنت نہیں مانتے تھے لیکن بعد میں آپ نے اپنی بات سے رجوع کیا اور افسوس کرتے ہوئے برملا کہا کہ:

اجتمعت انا وابن شہاب ونحن نطلب العلم فاجتمعنا علی ان نکتب السنن فکتبنا کل شیء سمعناہ عن

میں اور ابن شہاب زہری اکٹھے پڑھتے تھے ہم نے باہمی اتفاق کیا کہ حدیثیں لکھیں ہم نے ہر چیز جو حضورؐ کے بارے میں سنی تھیں لکھ ڈالی پھر

النبی صلی اللہ علیہ وسلم (قال نکتب)
ایضا ما جاء عن الصحابۃ فقلت
لا لیس بسنۃ وقال ھو بلی ھو سنۃ
نکتب ولم اکتب فانجح وضیعت۔
(مصنف عبدالرزاق ص۲۵۸/ج۱۱)

ہم نے چاہا کہ وہ کچھ بھی لکھیں جو صحابہ کے بارے
میں روایت ہے میں نے کہا نہیں اور انھوں نے
کہا کیوں نہیں وہ بھی سنت ہے سو انھوں نے
لکھا اور میں نے نہیں لکھا وہ کامیاب رہے
اور میں ضائع ہو گیا۔

معلوم ہوا کہ جو کوئی صحابہ کے عمل کو سنت نہیں مانتا درحقیقت دین مسلسل میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں اور وہ اپنے آپ کو ضائع کر رہا ہے۔

ایک ضروری وضاحت

سنت کا لفظ چونکہ عمل متوارث پر بولا جاتا ہے جس میں نسخ کا کوئی احتمال نہیں جب کہ حدیث کبھی ناسخ ہوتی ہے کبھی منسوخ اس کی روایت میں صحت وضعف کا مسئلہ بھی کھڑا ہوتا ہے برخلاف سنت کے کہ اس کی بنیاد ہی تسلسل تعامل پر ہوتی ہے جیسا کہ اوپر گذرا اسلئے اس میں کسی طرح کے ضعف کی گنجائش نہیں یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے مسلک کے لحاظ سے اپنے آپ کو اہل سنت سے موسوم کیا ہے۔

محمد اجمل مفتاحی

خط اور اس کا جواب

کن شرطوں کے ساتھ عورتیں نماز کیلئے مسجدوں میں جائیں

مکرمی مولانا نور الدین صاحب زاد فضلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مدیر زمزم حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب مدظلہ کے پاس میں نے بعض سوالات بھیجے تھے، ان کا جواب زمزم میں شائع نہیں ہوا۔ ہمارے یہاں یہ مسئلہ اٹھایا جا رہا ہے کہ عورتوں کو مساجد میں حاضر ہونا فی زمانہ ضروری ہے، اس بارے میں براہ کرم آپ اپنا خیال ظاہر فرمائیں اگر حدیث میں اس کی اجازت ہے تو احناف اس سے کیوں منع کرتے ہیں۔

والسلام

نعیم الدین شیخ گونڈا

مدیر زمزم کے پاس آپ کے سوالات پہنچے نہ ہوں گے۔ یا زمزم کے شماروں میں آپ کے سوالات ہی جیسے سوالوں کا جواب شائع ہو چکا ہوگا، اس وجہ سے آپ کے سوالات کا جواب زمزم میں شائع نہ ہو سکا۔

بعض امور اپنی ذات کے اعتبار سے تو مباح ہوتے ہیں، مگر بعض خواص وجوہ سے ان کی اباحت ختم ہو جاتی ہے، جیسے امرد لڑکوں کا بالغ نمازیوں کے بغل میں کھڑا ہونا بالذات مباح ہے، لیکن اگر اس سے فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو اور نمازیوں کی نماز میں خلل پیدا ہوتا ہو تو ایسے لڑکوں کا بالغ مردوں کے ساتھ کھڑا ہونا مباح نہ ہوگا۔

اجنبیہ عورت کی طرف دیکھنا اس وجہ سے شریعت میں ممنوع اور حرام ہے کہ اس سے دوسرا فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، ورنہ فی نفسہ یہ کوئی حرام کام نہیں ہے، اس طرح کی مثالیں شریعت میں بہت ہیں۔

عورتوں کا مسجد میں جانا اصلاً مباح ہی ہے، آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کا مسجد میں آنا جانا تھا، نماز کیلئے بھی اور غیر نماز کیلئے بھی، مگر آپ کے زمانہ میں بھی ان کیلئے بہتر یہی تھا کہ وہ گھروں میں نماز پڑھیں، خود آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کے بارے میں ارشاد تھا کہ عورتوں کے لئے گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو عورتیں مسجدوں میں جاتی تھیں ان کیلئے کچھ شرائط تھیں، وہ عورتیں ان شرطوں کو پورا کرتی تھیں تو ان کے لئے مسجد میں نماز پڑھنا روا رکھا گیا تھا۔

آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد جب حالات میں تغیر شروع ہوا اور زمانہ خیر سے شر کی طرف بڑھتا رہا، تقویٰ اور دین مسلمانوں میں کم ہوتا گیا تو عورتوں کی عصمت و عفت کی حفاظت کے پیش نظر فقہائے اسلام نے عورتوں کو مساجد میں نماز وں کیلئے جانے کو اچھا نہیں سمجھا، ان فقہائے کرام میں حضرت عمر اور حضرت عائشہ جیسے صحابہ کرام بھی ہیں، حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے اپنے زمانہ میں عورتوں کا مسجدوں میں جانا پسند نہیں کیا تھا، اس کی وجہ یہی تھی کہ زمانہ خیر سے شر کی طرف بڑھ رہا تھا اور عورتوں کے مساجد میں آنے کی وجہ سے فتنوں کے دروازے کھلنے کا اندیشہ تھا۔ مساجد میں آنے والی عورتوں میں ان شرطوں کا لحاظ بھی کم ہوتا جا رہا تھا۔ جن شرطوں کے ساتھ عورتوں کو مسجدوں میں حاضر ہونے کو گوارا کیا گیا تھا۔

غیر مقلدین حضرات اس مسئلہ میں بلا وجہ ادھم مچائے ہوئے ہیں، بخاری کی صریح روایت ہے کہ عورتوں کے لئے گھروں میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ اب معلوم نہیں کیوں غیر مقلدین کو اس کا شوق ہو گیا ہے کہ جس بات کو آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں

کے لئے افضل قرار دیا ہے اس کو تو غیر افضل قرار دیں اور اس پر نکیر کریں اور دعوت اس بات کی دیں جس کو آنحضورؐ نے اپنے زمانہ میں کبھی افضل اور اولیٰ نہیں بتلایا ہے، کسی حدیث سے ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مسجدوں میں نماز پڑھنے کی رغبت دلائی ہو یا اس کو افضل قرار دیا ہو، تو جو کام آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی و منشاء کے خلاف ہے غیر مقلدین اہلحدیث بن کر اسی کی دعوت دے رہے ہیں، غیر مقلدین کی اس فہم کو کیا کہا جائے۔

اذا کان الغراب دلیل قوم
سیھدیھم طریق الھالکینا (۱)

پھر تعجب تو یہ ہے کہ غیر مقلدین اپنے علماء کی کتابوں سے بھی جاہل ہوتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے علماء کی تحقیقات سے بھی بے پرواہ و لاپرواہ ہو گئے ہیں، اگر ان بیچاروں کو اس کا علم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں کہ عورتوں کو مسجد میں نماز کیلئے جانا چاہیے کہ نہیں، اگر جانا چاہیے تو اس کی شرطیں کیا ہیں، ان کے بڑوں نے کیا لکھا ہے تو عورتوں کو مسجد میں لیجانے کے لئے جو آج کل یہ دعا پوکری غیر مقلدین نے مچا رکھی ہے، اس کا رنگ یہ نہ ہوتا اور ان کا جوش وخروش ٹھنڈا پڑ جاتا۔

صاحب تحفۃ الاحوذی مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری مشہور غیر مقلد محدث کا یہ بیان غیر مقلدین آنکھ کھول کر پڑھ لیں، انشاء اللہ عورتوں کو مسجدوں میں لیجانے کی دعوت میں جو موجودہ تیزی ہے وہ کم ہو جائے گی۔ مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں۔

> ۔ تم جانو کہ عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے، اور اس کے باوجود بھی اگر کوئی عورت مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت حاصل کرے (یعنی شوہر سے) تو اس کو روکنا نہیں چاہیے بلکہ (شوہر کی طرف سے) اس کو

---

(۱) جب کوا کسی قوم کا رہنما بن جائے تو ہلاکت ہی اس قوم کا مقدر ہے۔

اجازت دی جانی چاہئے، لیکن اس کیلئے چند شرطیں ہیں جن کا بیان احادیث
میں آیا ہے، ان کا لحاظ ضروری ہے۔
اس کے بعد مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری صاحب نے امام نووی کے حوالے سے ان شرطوں
کا ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہیں۔
(۱) جو عورت نماز کیلئے مسجد میں جائے وہ خوشبو نہ لگائے۔ (۲) بن سنور کر نہ
جائے (۳) پاؤں میں آواز والا پازیب نہ پہنے (۴) اچھے کپڑے پہن کر نہ جائے (۵)
مردوں سے ملے جلے نہیں (۶) نوجوان نہ ہو یا نوجوان کی طرح نہ ہو (۷) راستہ میں عورتوں
سے چھیڑ چھاڑ کا فتنہ نہ ہو۔

آپ ان شرطوں میں غور فرمائیں کہ کیا مساجد میں جانے والی اہل حدیث گھرانے کی عورتیں
موجودہ زمانہ میں ان شرطوں کا لحاظ رکھتی ہیں اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ان کا مسجد میں
جانا اگرچہ نماز ہی کیلئے ہو کیونکر جائز ہوگا۔
آپ نے اندازہ لگایا کہ محدثین اور فقہائے احادیث ہی کی روشنی میں عورتوں کو مسجد
میں جانے کے لئے یہ شرطیں مقرر کی ہیں، ان شرطوں کا احادیث میں مذکور ہونا ہی اسی
کی دلیل ہے کہ عورتوں کو مسجد میں جانے کی شریعت نے حوصلہ افزائی نہیں فرمائی ہے۔
مگر آج کل کے غیر مقلدین ڈھول بجا بجا کر اپنی عورتوں کو مساجد میں لارہے
ہیں جوانوں کو بھی اور نوجوانوں کو بھی، بڑھیوں کو بھی اور ادھیڑوں کو بھی اور کہا یہ جارہا ہے
کہ ہم سنت پر عمل کرنے والے لوگ ہیں۔

باندھی ہے سب نے زیر فلک جھوٹ پر کمر
شاید بگڑ گیا ہے کہیں پاٹ نیل کا

ائمہ احناف رحمہم اللہ کی نگاہیں کسی مسئلہ کے صرف ایک ہی گوشہ پر نہیں ہوتی ہے
بلکہ وہ مسئلوں کا ہر پہلو سے جائزہ لیتے ہیں پھر کتاب وسنت اور عقل سلیم اور عادات متوارثہ
سے لگتا ہوا جو فیصلہ ہوتا ہے اس کو اختیار کرتے ہیں، ان کی نگاہ میں مسئلہ سے متعلق تمام

احادیث ہوتی ہیں اور ان کی روشنی میں جو ان کا فیصلہ ہوتا ہے وہ ایسا جچا تلا اور حق سے قریب ہوتا ہے کہ کسی عقل سلیم والے کو اس کے انکار کی بشرط انصاف گنجائش باقی نہیں رہتی۔

میں نے آپ کے جواب میں اختصار سے کام لیا ہے اس لئے کہ اس موضوع پر حضرت مولانا مسعود ابوبکر صاحب غازی پوری دامت برکاتہم کی ایک مفصل تحریر شائع ہونے والی ہے۔ وہ تحریر تیار ہے موقع آنے پر شائع ہوگی۔ والسلام

نورالدین نوراللہ الاعظمی

خطاور اس کا جواب

کشف قبور کا عقیدہ

محترمی مولانا صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کشف قبور کا کیا مطلب ہے ، براہ کرم وضاحت فرمائیں ۔ کیا انسانوں کو کشف قبور ہوتا ہے ، اس بارے میں صحیح عقیدہ کیا ہے ؟ براہ کرم جواب دیکر احسان فرمائیں ۔

علاء الدین کرنول

محترم ! کشف قبر اہل تصوف کی خاص اصطلاح ہے ، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں پر قبر اور قبر والوں کے حالات کو گاہے بگاہے منکشف کر دیتا ہے اور اللہ والوں کو پتہ چلتا ہے کہ قبر میں مردوں کے حالات کیسے ہیں ۔

اللہ کے حکم اور اس کی قدرت سے ایسا ہونا ممکن ہے اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس کا انکار کیا جائے ۔

اللہ کا معاملہ اپنے خاص بندوں کے ساتھ کچھ اور ہوتا ہے ، ہمارے اور آپ جیسوں کے ساتھ کچھ اور ہوتا ہے ، مراتب کے فرق سے علم وعرفان میں بھی فرق ہوتا ہے ۔

کشف قبور کا پتہ خود حدیث سے چلتا ہے ، مشہور حدیث ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر دو قبروں پر ہوا ، آپ ٹھہر گئے ، اور پھر دو شاخ لے کر ایک ایک دونوں قبر پر رکھ دی آپ نے فرمایا کہ ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے ، اور کسی بڑی بات کی وجہ سے نہیں عذاب

ہو رہا ہے بلکہ بات صرف اتنی ہے کہ ایک پیشاب کے چھینٹوں سے بچتا نہیں تھا اور دوسرا چغل خور تھا باتیں ادھر کی ادھر کرتا تھا، پھر آپ نے فرمایا کہ جب تک یہ شاخیں تازہ رہیں گی ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے جن بندوں کی قوت باطنیہ قوی ہوتی ہے ان پر اس طرح کے انکشافات ہو سکتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

وقد انکشف لکثیر من الناس ذلك حتی سمعوا صوت المعذبین فی قبورهم ورأوهم بعیونهم یعذبون فی قبورهم فی آثار کثیرة معروفة۔ (فتاوی شیخ الاسلام ص ۲۹۶/۴)	یعنی قبروں کے عذاب کا انکشاف بہت سے لوگوں کو ہوا ہے، یہاں تک کہ انھوں نے جن کو قبروں میں عذاب ہو رہا تھا ان کی آوازیں بھی سنی ہیں بلکہ انھوں نے ان کو قبروں میں عذاب ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھا ہے، اور اس بارے میں بہت سے مشہور واقعات ہیں۔

بہرحال معلوم ہوا کہ کشف قبور کا عقیدہ اسلاف میں بھی رہا ہے اور اس کی اصل احادیث میں بھی ہے، اور بزرگوں کو کشف قبور ہوتا ہے۔

محمد ابوبکر غازی پوری

محمد اجمل مفتاحی

خطا اور اس کا جواب

کیا نفع نقصان پہنچنے میں بزرگوں کی ذات کا بھی دخل ہوتا ہے؟!

مکرمی حضرت مولانا زاد مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

الحمدللہ زمزم کا ہر شمارہ پڑھنے کا موقع ملتا ہے، ہم لوگوں کو اس سے بہت فائدہ ہو رہا ہے، سوال وجواب سے ہمنے بہت فائدہ اٹھایا۔ ہمارے ایک سوال کا جواب براہِ کرم ضرور دیجئے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نفع اور نقصان کے پہونچنے میں بزرگوں کی ذات کا دخل ہوتا ہے کیا ان کا کہنا صحیح ہے۔ ضرور جواب دیں۔

والسلام

عبدالمالک ناگپور، مہاراشٹر)

زمزم!

نفع اور نقصان کا حقیقی مالک تو اللہ تعالیٰ ہے، البتہ بزرگوں کی ذات کا بھی اس میں کبھی کبھی دخل ہوتا ہے، مگر اس میں بھی یہی عقیدہ رکھنا چاہئے کہ اصل نفع ونقصان کا مالک اللہ ہے، وہ چاہے تو بزرگوں سے فائدہ پہنچے گا اور وہ نہ چاہے گا تو ان سے فائدہ نہیں پہونچے گا۔

اس کو یوں سمجھئے کہ یہ کہنا بھی درست ہے کہ فلاں مرض سے اللہ نے شفا دی اور یہ کہنا بھی درست ہے کہ فلاں بیماری میں اس دوا نے فائدہ کیا، آدمی دوا کھاتا ہے اس سے اس کو

فائدہ ہوتا ہے، اس لئے یہ کہنا درست ہے کہ دوا سے فائدہ ہوا، مگر چونکہ اس دوا میں فائدہ اللہ ہی نے رکھا ہے اس وجہ سے عقیدہ یہ رکھنا چاہئے کہ شفا دینا حقیقی کام اللہ کا ہے۔
بزرگوں کی صحبت و برکت کا دینی و دنیاوی نفع و نقصان میں اس طرح کا اثر نمایاں ہوتا ہے کہ حقیقی نفع نقصان پہونچانے والا تو اللہ ہی ہوتا ہے اور بزرگوں کی ذات سبب بنتی ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک جماعت جہاد میں نکلے گی لوگ پوچھیں گے کہ اس جماعت میں کوئی صحابی ہے لوگ کہیں گے کہ ہاں، پس ان کو فتح حاصل ہوگی، پھر ایک جماعت جہاد کیلئے نکلے گی لوگ پوچھیں گے کہ کیا تمہاری جماعت میں کوئی صحابہ کو دیکھنے والا اور ان کی صحبت میں رہنے والا ہے لوگ کہیں گے کہ ہاں ایسے لوگ ہیں، چنانچہ ان کو بھی فتح حاصل ہوگی، پھر ایک جماعت جہاد کیلئے نکلے گی لوگ پوچھیں گے کہ کیا اس جماعت میں ایسے لوگ ہیں جنھوں نے صحابہ کے دیکھنے والوں کو دیکھا ہے لوگ کہیں گے کہ ہاں ایسے لوگ ہیں، ان کو بھی جہاد میں فتح حاصل ہوگی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام تابعین عظام اور تبع تابعین کی برکت کی وجہ سے مسلمانوں کو جہاد میں فتح حاصل ہوا کرتی تھی۔

محمد ابوبکر غازی پوری

محمد اجمل مفتاحی

خط اور اس کا جواب

امام بخاری مقلد تھے یا غیر مقلد

مکرمی حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں، براہ کرم اس کا جواب ضرور دیں اور یہ سمجھ کر کہ میں اہلحدیث یا سلفی ہوں، سوال کو نظر انداز نہ کریں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا سن پیدائش ۱۹۴ھ ہے اور ان کا سن وفات ۲۵۶ھ ہے، امام بخاری کے زمانہ میں ائمہ اربعہ کے مذاہب موجود تھے تو امام بخاری نے ان میں سے کسی امام کی تقلید کیوں نہیں کی براہ کرم وضاحت فرمائیں کہ امام بخاری مقلد تھے کہ غیر مقلد، امید ہے جواب باصواب عنایت فرمائیں گے۔

ایم نثار احمد سلفی گجرات

سلام مسنون!

ہمیں آپ جیسے متلاشیان حق کے سوالات کے جوابات دینے سے بہت خوشی ہوتی ہے، سلفی یا اہلحدیث ہونا کوئی عیب نہیں ہے، عیب کی بات یہ ہے کہ آدمی اہلحدیث اور سلفی نام رکھ کر ائمہ دین اور اسلاف امت کی شان میں گستاخی کرنے لگے، آپ ماشاء اللہ سنجیدہ ہیں، آپ کے تحریر کا انداز بتلا رہا ہے کہ آپ کا تعلق کسی اچھے اور شریف گھرانہ سے ہے، اگر آپ ہی جیسی روش پر تمام اہلحدیث ہو جائیں تو ہم کھلے دل سے ان کا خیر مقدم کریں گے۔

البتہ ہمیں یہ قطعاً برداشت نہیں ہے کہ اہلحدیث اور سلفی نام رکھنے کے بعد آدمی شریفوں

کی سطح سے نیچے اتر آئے اور ائمہ دین، فقہائے امت، اولیاء اللہ اور اسلاف کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنائے، ان کی شان میں سخن بیہودہ کہے، بجاری زبان اسی نوع کے ابلہ فریبوں سے ہے۔

آپ کا یہ فرمانا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کیوں نہیں کی اور یہ کہ وہ مقلد نہیں تھے بلکہ غیر مقلد تھے، یہ آپ کی ناواقفی اور مطالعہ کی کمی کی بات ہے۔

آپ ہی کے بڑوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مقلد لکھا ہے، نواب صدیق حسن خاں صاحب نے امام بخاری کو شافعی بتلایا ہے، (ابجد العلوم ص۸۱۰)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے بھی ان کو شافعی قرار دیا ہے۔ (کشاف ترجمہ انصاف ص۲۷)

طبقات الشافعیہ میں بھی امام سبکی نے ان کو شافعی لکھا ہے۔

کچھ لوگ امام بخاری کو حنبلی قرار دیتے ہیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ کا یہی رجحان ہے، فرماتے ہیں۔

واشمۃ الحدیث کالبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وغیرہم ایضا من اتباعھما وممن یاخذ العلم والفقہ عنھما۔

(فتاویٰ ج۲۰ ص۲۳۲)

یعنی ائمہ حدیث جیسے بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ان کے علاوہ کچھ دوسرے محدثین بھی امام احمد اور امام اسحٰق ابن راہویہ کے متبعین میں ان کا شمار بھی انہیں لوگوں میں ہے جنہوں نے ان دونوں سے فقہ اور حدیث کا علم حاصل کیا۔

امام ابن قیم نے بھی امام بخاری کو حنبلی بتلایا ہے (اعلام الموقعین ج۱ ص۲۳۶)

بہرحال امام بخاری خواہ امام شافعی کے متبع و مقلد ہوں خواہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے متبع اور مقلد ہوں، وہ تھے مقلد ہی، کسی نے ان کو غیر مقلد نہیں قرار دیا ہے، اسلئے امام بخاری کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ غیر مقلد تھے بلا تحقیق بات ہوگی، اور اگر زور و زبردستی سے ان کو مقلد نہیں بلکہ مجتہد قرار دیا جائے تو وہ ایسے مجتہد تھے کہ ان کی فقہی مسلک کو امت نے قبول نہیں کیا اور نہ اسلام کی تاریخ میں امام بخاری کا کوئی متبع و مقلد نظر آتا ہے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

امام بخاری کے خاص شاگرد ہیں وہ حدیث کے سلسلے میں تو بخاری کی رائے اور ان کا قول نقل کرتے ہیں مگر فقہی مذاہب کے بیان میں ان کا کہیں ذکر نہیں کرتے، یعنی خود امام ترمذی کی نگاہ میں بخاری رحمۃ اللہ علیہ صرف محدث تھے فقہ میں ان کا الگ سے کوئی مذہب نہیں تھا بلکہ وہ یا تو امام شافعی کا قول اختیار کرتے ہیں یا امام احمد بن حنبل کا، البتہ علم حدیث میں وہ مجتہد تھے۔ اور ائمہ حدیث میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔

اور اب آخر میں بطور لطیفہ یہ بھی سن لیجئے کہ اگر آپ ان کو غیر مقلد بھی قرار دیں گے تو وہ اس زمانہ والے غیر مقلد نہیں تھے، اس لئے کہ اس زمانہ کے غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہوگی اور امام بخاری کے یہاں ایک مجلس کی تین طلاق تین ہی شمار ہوگی آج کے غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ حالت حیض میں جو طلاق دی جائے گی وہ واقع نہ ہوگی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں واقع ہو جائے گی، آج کل کے غیر مقلدین ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں، امام بخاری دو ہاتھ سے مصافحہ کے قائل تھے، آج کل کے غیر مقلدین تہجد اور تراویح کو ایک بتلاتے ہیں، امام بخاری کے یہاں تہجد الگ اور تراویح الگ نماز تھی، آج کل کے غیر مقلدین آٹھ رکعت تراویح پڑھتے ہیں، امام بخاری آٹھ رکعت تراویح کے قائل نہیں تھے، آج کل کے غیر مقلدین قبروں سے تبرک حاصل کرنے کو حرام کہتے ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ قبروں سے تبرک حاصل کرنے کے قائل تھے، چنانچہ انھوں نے اپنی تاریخ کے لکھنے کی ابتداء آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس بیٹھ کر کی، امام بخاری خود فرماتے ہیں ثم صنفت التاریخ فی المدینۃ عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مقدمہ فتح الباری ص۴۸۷) یعنی میں اپنی تاریخ کی تصنیف کی ابتداء مدینہ منورہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس کی، آج کل کے غیر مقلدین بزرگوں کے تبرکات سے فائدہ اٹھانے کو حرام سمجھتے ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بزرگوں کے تبرکات سے برکت حاصل کرنا جائز تھا، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں وکان معہ شئ من شعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجعلہ فی ملبوسہ، یعنی امام بخاری کے پاس آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا کچھ بال تھا

وہ اسے اپنے لباس میں رکھتے تھے ۔ غرض اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد بھی ہونگے تو وہ آج والے غیر مقلد نہیں تھے ان کا مذہب آج کے غیر مقلدوں سے بالکل الگ تھا۔

محمد ابوبکر غازی پوری

صـ۲۹ کا بقیہ :

تو غیر مقلدوں کے مجددین کی سنت پرستی اور توحید پرستی کی حقیقت کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں ہوتا۔

وفی ذلک عبرۃ لاولی الابصار

صـ۲۱ کا بقیہ :

تو اشاعۃ السنہ دہلی پرچہ میں اقتباس کا وہ گول والا مضمون شائع کرنے سے شرم کھاتے۔ (۱)

---

(۱) ہمارے دوست و کرم فرما حضرت مولانا نعیم الدین صاحب فاضل جامعہ مدنیہ لاہور کا اس بارے میں مفصل ایک رسالہ ہے جس کا نام۔ مسجد و محلہ میں جماعت ثانیہ کا حکم ۔ ہے اس رسالہ میں اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے ۔ میں نے بھی اس رسالے سے اپنے اس مضمون میں فائدہ اٹھایا ہے۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد اجمل مفتاحی

ظ۔ شیرازی

خمارِ سلفیت

شیخ ہہ ہے نے اپنی جماعت اہلحدیث الگ بنالی

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی کچھ آپ نے سنا شیخ ہہ ہے نے فضیلۃ الشیخ الدکتور مسکین سلفی کے ساتھ مل کر اپنی جماعت اہلحدیث الگ بنالی ، اور اس کا نام رکھا ہے ۔ پانچ امیروں والی مرکزی جماعت اہلحدیث ۔

باپ ۔ شیخ ہہ ہے نے یہ قدم کیوں اٹھایا ؟

بیٹا ۔ اباجی ان کا کہنا ہے کہ جماعت کے امیر کی دینی و شرعی مسائل میں تقلید و اتباع کرنا ضروری ہوتا ہے ، اور یہ امر دینی ہے ۔ اور آج تک ہماری جماعت نے صرف ایک امیر والی جماعت کی اتباع و تقلید شخصی کرا کر ہمیں شرک و معصیت میں مبتلا کر رکھا تھا ۔ اب خدا نے ہمیں شعور دے دیا ہے ، اسلئے اس شرک و معصیت سے نکلنے کے لئے ضروری ہوگیا تھا کہ ایک ایسی جماعت اہلحدیث بنائی جائے جس میں امیر کی تقلید شخصی والے گناہ سے بچا جا سکے ۔

باپ ۔ بیٹا شیخ ہہ ہے نے عاقلانہ اور نہایت ہی موحدانہ قدم اٹھایا ہے یہ بات میرے ذہن میں

بھی بار بار آتی تھی کہ اگر فقہ کے مسائل میں ایک امام کی تقلید شخصی حرام ہے تو دینی و شرعی
امور میں ایک امیر کی تقلید شخصی کیونکر جائز ہوگی۔ شیخ [illegible] کو اللہ جزائے خیر دے انہوں
نے بروقت اقدام کر کے ہمیں مرنے سے پہلے بہت بڑے گناہ سے بچا لیا۔ ان سے [illegible]
حاصل کر دیں بھی ان کی جماعت میں شرکت کروں گا۔

بیٹا۔ ابا جی، آپ تو شیخ [illegible] کی بخشش پاک والی جماعت میں شامل ہو کر کے شرک و بدعت
کے گناہ سے بچ جائیں گے، مگر ایک امیر والی جماعت اہلحدیث میں شامل بقیہ اہلحدیث
کے ایمان اور اسلام کا کیا بنے گا؟ اور جو اہلحدیث کے افراد اس شرک و بدعت میں
گرفتار مر گئے ہیں ان کا کیا بنے گا؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

شیخ بجرانی اور قرآن کی تفسیر

بیٹا۔ ابا جی

باپ۔ جی بیٹا۔

بیٹا۔ شیخ بجرانی کا درس قرآن محدث پرچہ میں شائع ہو رہا ہے۔

باپ۔ جی بیٹا۔ شیخ بجرانی نے جب سے یہ سلسلہ شروع کیا ہے، شرم سے سر اٹھایا نہیں جاتا
علامہ بجرانی کی اس تفسیر والے مضمون کو پڑھ کر مقتدین قہقہہ لگاتے ہیں، دیکھو انہوں نے
فروری [illegible] محدث پرچہ میں لکھا ہے؛

۔ غیب والی جن باتوں پر ایمان کا دارومدار ہے ان کا علم ہونا بھی ضروری ہے
کیونکہ ان کا علم ہوئے بغیر ان پر ایمان لانا مستبعد ہے۔

علامہ بجرانی کی یہ بات بالکل جاہلانہ ہے، شیخ [illegible] اور شیخ [illegible] یہ دونوں ہماری جماعت
اہلحدیث کے بڑے اہم رکن ہیں انھوں نے شیخ بجرانی کی یہ بات پڑھی تو میرے پاس آئے اور
کہا کہ ہمیں تو غیب کی ان باتوں کا علم نہیں ہے تو کیا ہم لوگ مسلمان نہیں ہیں۔ ہمارے

گھر کے بیوی بچوں کو بھی ان کا علم نہیں ہے کیا وہ سب ایمان واسلام سے خارج ہیں
میں خاموش رہا اور ان کو کچھ جواب نہیں دے سکا۔

بیٹا۔ اباجی یہ تو علامہ بحرانی کی جہالت کا ایک نمونہ تھا، ایک دوسرا نمونہ یہ بھی ملاحظہ ہو۔
محسن کے اسی شمارہ میں فرماتے ہیں۔

"اللہ کے حکم سے اس اعلان نبوی کے باوجود دعوی ایمان بالقرآن رکھنے والوں کا رسول ہی کو عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھنا تعلیمات قرآنی سے انحراف ہے۔" (۱)

قطع نظر اس فصیح و بلیغ اردو کے آپ غور فرمائیں کہ علامہ بحرانی کیا کہہ رہے ہیں
علامہ بحرانی کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ رسول ہی کے عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھنا قرآنی تعلیم سے انحراف ہے البتہ اگر کوئی حصر کے ساتھ رسول ہی کو عالم الغیب نہیں مانتا بلکہ رسول کے علاوہ کسی اور کو بھی عالم الغیب مانتا ہے تو اس کا یہ عقیدہ قرآن کی تعلیم کے خلاف نہیں ہے۔

"مجتہد صاحبوں کے کیا کہنے"

باپ۔ بیٹا، یہ علامہ بحرانی جہل مرکب کے گرفتار ہیں، دیوبندی علماء کی ریس کرنا چاہتے ہیں، ان کو مفسر بننے کا شیطان نے خواب دکھلا دیا ہے اب ہماری جماعت کا خدا ہی حافظ ہے۔

بیٹا۔ اباجی، اگر علامہ بحرانی کی یہ تفسیر اسی قابلیت کے ساتھ پوری ہو گئی تو کیا ہوگا، دنیائے خیر مقلدیت الٹ پلٹ نہیں ہو جائے گی؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

---

(۱) رسول ہی کے عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھنا کسی مسلمان کا مذہب نہیں ہے۔ جو بریلوی رسول کو عالم الغیب کہتے ہیں وہ صرف رسول ہی کے عالم الغیب ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتے بلکہ وہ اللہ کو بھی عالم الغیب مانتے ہیں۔

علامہ برقی کی تفسیر کا دلچسپ نمونہ

بیٹا۔ اباجی۔

باپ۔ جی بیٹا۔

بیٹا۔ اباجی علامہ برقانی اپنی تفسیر بڑی قابلیت سے تحریر فرما رہے ہیں۔

باپ۔ جی بیٹا۔ یہ ہماری جماعت کے محقق اعظم ہیں۔ ان کی تفسیر چھپ جائے تو ہماری جماعت میں قابلیت و قابلوں کا سیلاب آجائے گا۔ دیکھو ان کا یہ کلام کتنی قابلیت سے بھرا ہے، فرماتے ہیں۔

۔ اس کی (یعنی سورہ بقرہ کی) بعض آیات اور دیگر مدنی سورتوں کی آیات کے اسباب نزول پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سبھی مدنی سورتوں کی آیات کے درپے نازل نہیں ہوئیں، بلکہ ایسا ہوتا تھا کہ بعد میں نازل ہونے والی سورہ کی کچھ آیات پہلے نازل ہونے والی سورہ جس کے مقدمات نازل ہو چکے ہوتے کے مکمل طور پر نازل ہونے سے پہلے ہی نازل ہو جاتی تھیں، بحیثیت نزول سورتوں کی ترکیب میں، ان کے اوائل کے نزول کی سبقت کا خیال رکھا جاتا نہ کہ پوری سورہ کا۔ محدث اکتوبر ۱۹۹۰ء

بیٹا۔ اباجی میرا سر درد سے پھٹا جا رہا ہے، اتنی قابلیت والی عبارت کا میرا سر متحمل نہیں ہو سکتا۔ یہ قرآن کی تفسیر ہو رہی ہے یا جناتی زبان میں کوئی منتر پڑھا جا رہا ہے۔ اباجی ہمارے علامہ برقانی کو قرآن کی تفسیر کرنے کا کیوں شوق پیدا ہو گیا ہے۔

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

خبط الحواس مفسر قرآن

بیٹا۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا۔

بیٹا ۔ اباجی ہمارے علامہ بجرانی جامعہ سلفیہ کے نامور محقق کی تفسیر کلام پاک بڑے اہتمام سے محدث پرچہ کے ہر شمارہ میں شائع ہو رہی ہے۔

باپ ۔ جی بیٹا، میں اس کا بڑے اہتمام سے مطالعہ کرتا ہوں، تفسیر کیا ہے علم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔

بیٹا ۔ اباجی مگر علامہ شکنجبین اور فضیلۃ الشیخ میاں مسکین کا تو کہنا ہے کہ ہمارے علامہ بجرانی خبط الحواسی کا شکار ہیں۔

باپ ۔ وہ دونوں ایسا کیوں کہہ رہے تھے بیٹا؟

بیٹا ۔ اباجی ان کے ہاتھ میں محدث مئی ۱۹۹۴ء کا شمارہ تھا اس کے تفسیری کالم کی آخری دو سطروں میں علامہ بجرانی فرماتے ہیں۔

۔ آپ نے فرمایا کہ سورۃ الصلوٰۃ یعنی سورہ فاتحہ نصف حصہ میرے لئے اور نصف حصہ بندوں کیلئے ہے۔

اباجی علامہ شکنجبین اور فضیلۃ الشیخ میاں مسکین فرما رہے تھے کہ جس کو ذرا بھی علم کا شعور ہوگا وہ علامہ بجرانی مفسر کی اس بات پر ہنسے گا، اس خبط الحواس مفسر کو اس کا بھی پتہ نہیں کہ یہ کلام خداوند قدوس کا ہے، اور یہ حدیث قدسی ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام نہیں ہے آپ صلے اللہ علیہ وسلم تو اس کلام کے صرف ناقل ہیں، اسلئے اس کو آنحضورؐ کی طرف منسوب کرنا خبط الحواس ہی مفسر کا کام ہو سکتا ہے۔

باپ ۔ بیٹا علامہ شکنجبین اور میاں مسکین کی بات تو واقعی قابل توجہ ہے۔

بیٹا ۔ اباجی جب علامہ بجرانی کی قابلیت کا یہی عالم ہے تو ان کو مفسر بننے کا شوق کیوں پیدا ہو گیا ہے۔؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

۵۲

محمد اجمل مفتاحی

پہلے والے اہل کتاب

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی پہلے والے اہل کتاب کون تھے اور بعد والے اہل کتاب کون تھے ۔ ذرا اس کی تفصیل فرمادیجئے ۔

باپ ۔ بیٹا پہلے والے اور بعد والے اہل کتاب کا کیا مطلب ، جن کو اہل کتاب کہا جاتا ہے وہ سب پہلے ہی والے تھے ۔ اسلام سے پہلے جو کتابیں پیغمبروں پر نازل ہوئیں ان پر ایمان لانے والوں کو اہل کتاب کہا جاتا ہے ۔

بیٹا ۔ نہیں اباجی ، بعد والے بھی اہل کتاب ضرور ہوں گے ، پہلے والے اہل کتاب کی اتباع سے اللہ نے منع کیا ہے ، بعد والے اہل کتاب کی اتباع سے نہیں ، دیکھئے علامہ بجرانی مفسر فرماتے ہیں :

"اللہ نے پہلے والے اہل کتاب کا غلط طریق اختیار کرنے سے مسلمانوں کو منع کرتے ہوئے فرمایا ہے ۔ (محدث جنوری ۱۹۹۲ء)

باپ ۔ یہ علامہ بجرانی وہی ہیں جن کا کہنا یہ ہے کہ صحابہ کرام خلاف نصوص کام کرتے تھے ۔ بیٹا جس کا صحابہ کرام کے بارے میں اس قسم کا عقیدہ ہو وہ مرنے سے پہلے آدھا پاگل ہو جاتا ہے اسلئے اس قسم کے پاگلوں کی تفسیر پڑھ کر تم اپنا ذہن پریشان مت کرو

بیٹا ۔ تو اباجی محدث پرچہ میں ان کی یہ تفسیر اتنے اہتمام سے کیوں شائع ہو رہی ہے ، کہیں اس کی وجہ جماعت اہلحدیث میں قحط الرجال تو نہیں ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

قرآن کی تفسیر کا دلچسپ نمونہ

بیٹا ۔ ابا جی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی محدث پرچہ میں علامہ بگرانی کی تفسیر شائع ہو رہی ہے ۔

باپ ۔ بیٹا خدا خیر کرے ۔

بیٹا ۔ کیوں اباجی آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں ، وہ تو ہماری جماعت کے بڑے محقق عالم ہیں ۔

باپ ۔ جب سے ان کی تفسیر شائع ہو رہی ہے شیخ طوطا کی ناک چڑھی ہے وہ کہتے ہیں کہ
ہماری جماعت میں کیا ایسے ہی محقق ہوتے ہیں ، انھوں نے محدث کا شمارہ مئی ۱۹۹۶ء
سامنے کر دیا جس میں بگرانی مفسر کا یہ بگرانی تفسیری نمونہ تھا فرماتے ہیں ۔

" اس سلسلے میں تیسرا قول سلف یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورہ فاتحہ میں نیز دوسری سورتوں کے شروع میں ، نہ داخل سورہ کے طور پر نہ خارج سورہ کے طور پر کوئی آیت نہیں بلکہ اسے تبرک کے طور پر ہر سورہ کے شروع میں باستثنائے سورہ توبہ لکھا جاتا ہے نہ نماز یا نماز سے باہر جزو سورہ کے طور پر ایک مستقل الگ آیت کے طور پر اس کی تلاوت فرض ہے ۔

بیٹا شیخ طوطا فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ عبارت پڑھی تو میرا دماغ چکرا گیا یہ طور پر طور پر کی رٹ سے دماغ کی رگیں چٹاخ سے ہو گئیں اور میری سمجھ میں نہیں آیا کہ شیخ بگرانی کہنا کیا چاہتے ہیں یہ قرآن کی تفسیر ہے یا گنگ کے کھیت میں پانی دینے کی ریہرسل ۔

بیٹا ۔ اباجی اس کے بعد والی عبارت بھی دلچسپ ہے ، مفسر بگرانی فرماتے ہیں کہ ۔
" ہمارے نزدیک دوسرے والا قول صحیح اور راجح ہے "
اباجی دیکھئے یہ ابوالکلامی زبان ۔ دوسرے والا قول ۔ قربان جائیے اس زبان و ادب پہ

باپ ۔ اس سے زیادہ دلچسپ تو مفسر بگرانی کا یہ کلام ہے ، فرماتے ہیں :

حسب دلخواہ دونوں میں سے کسی ایک پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

حسب دلخواہ، کتنے شاندار لفظ کا استعمال ہے اردو ادب میں نیا اضافہ ہے۔

بیٹا۔ مگر ابا جی ان سب سے دلچسپ تو مفسر بکرانی کا تسمیہ کا معنی و مفہوم کے بیان میں یہ کلام ہے، فرماتے ہیں۔

"تسمیہ کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ آدمی اپنا کام شروع کرتے وقت پورے استحضار کے ساتھ زبان سے کہے کہ اپنا یہ کام یعنی نماز یا نماز سے باہر تلاوت یا تلاوت کے علاوہ جو کام بھی ہو رحمان و رحیم وصف والے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کر رہا ہوں۔"

تسمیہ کا یہ معنی اور مفہوم جو ہمارے مفسر بکرانی کے قلم فیض رقم سے ادا ہوا ہے، ہمارے مفسرین کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی ہوگی، زمانہ حال کے مفسرین کی بات تو الگ ہے۔

ابا جی ہمارے مفسر بکرانی کی صحیح جگہ کہاں ہے، جامعہ سلفیہ، بریلی، یا آگرہ؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

مفسر بکرانی اور "اے اللہ" کا وظیفہ

بیٹا۔ ابا جی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ ابا جی شیخ کلو شیخ جمن مسجد میں بیٹھے ہوئے "اے اللہ۔ اے اللہ" کا وظیفہ پڑھ رہے ہیں۔

باپ۔ بیٹا یہ دونوں تو پکے سلفی ہیں، یہ بدعت والا کام انہوں نے کیسے شروع کر دیا، اس قسم کا وظیفہ تو اہل تصوف کیا کرتے ہیں۔

بیٹا۔ ابا جی ان دونوں نے بکرانی مفسر کی تفسیر کے مطالعہ سے یہ وظیفہ اخذ کیا ہے، مفسر بکرانی فرماتے ہیں،

" مفرد طور پر صرف "اللہ" کے لفظ کی رٹ لگاتا اور "اللہ اللہ" کہتے رہنا رسول اللہ اور آپ کے صحابہ و تابعین و اتباع تابعین سے ثابت نہیں ہے .... مگر از کم اس پر حرف ندا "یا" "ای" داخل کر دیا جائے یعنی "یا اللہ" "یا" "ای اللہ" کا وظیفہ کیا جائے،" (محدث اگست ۱۹۹۶ء)

شیخ جن اور شیخ کلو اسی کو بنیاد بنا کر "ای اللہ" "ای اللہ" کا وظیفہ رٹتے ہیں۔

باپ۔ مگر بیٹا۔ اے اللہ والا وظیفہ بھی تو رسول اللہ اور آپ کے صحابہ و تابعین و اتباع تابعین سے ثابت نہیں ہے۔ یہ تو مفسر بحرانی کی اپنی رائے ہے۔

بیٹا۔ ابا جی اگر یہ وظیفہ ہماری جماعت میں رائج ہو گیا تو کیا ہماری سلفیت الٹ پلٹ نہیں ہو جائے گی؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

علامہ مفسر بحرانی کا فاضلانہ ارشاد مبارک

بیٹا۔ ابا جی

باپ۔ جی بیٹا۔

بیٹا۔ ابا جی علامہ مفسر بحرانی کا ایک فاضلانہ ارشاد مبارک پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

باپ۔ وہ کیا ہے بیٹا۔

بیٹا۔ ابا جی مفسر بحرانی حفظہ اللہ فرماتے ہیں،

"نماز کی قرأت قرآن کے شروع بسم اللہ پڑھے بغیر راجح مسلک کے مطابق نماز ہی صحیح نہیں ہوگی، البتہ جو لوگ اس موقف سے اختلاف رکھتے ہیں ان کی بسم اللہ کے بغیر پڑھی ہوئی نماز پر ہم باطل ہونے کا حکم اس لئے نہیں لگاتے کہ مسئلہ اختلافی ہے۔"

(محدث اگست ۱۹۹۶ء)

باپ۔ بیٹا محقق بحرانی نے بڑی اچھی بات کہی ہے، اس سے مسلمانوں کے درمیان اب سر پھٹول نہیں ہوا کرے گی، اور کوئی کسی کی نماز کو باطل نہیں کہے گا۔

بیٹا ۔ لیکن ابا جی ہمارے سارے علماء یک زبان کہتے ہیں، جن میں محقق بحرانی بھی ہیں کہ مقتدی اگر امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوگی، ایسے مقتدی کی نماز باطل ہے ۔ حالانکہ یہ مسئلہ بھی تو اختلافی ہے، اس اختلافی مسئلہ میں محقق بحرانی اور ہمارے علماء کا فیصلہ دوسرا کیوں ہے ؟

باپ ۔ ہاں بیٹا یہ مسئلہ تو واقعۃً قابلِ غور ہے ۔

بیٹا ۔ ابا جی ہمارے محقق بحرانی فرماتے ہیں کہ راجح مسلک کے مطابق بلا بسم اللہ کے نماز ہی صحیح نہیں ہوتی ہے، جماعت اہلحدیث کے سب سے مشہور محدث شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں ۔

والثالث انہا جائزۃ بل مستحبۃ وھو مذھب ابی حنیفۃ والمشھور عن احمد و اکثر اھل الحدیث ۔ (تحفۃ ج ۲ ص ۲۰۲)

یعنی نماز میں بسم اللہ پڑھنے کے بارے میں تیسرا قول یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھنا جائز بلکہ مستحب ہے، اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ، امام احمد اور اکثر اہلحدیث کا ہے ۔

ابا جی جب اکثر اہلحدیث کا یہ مذہب ہے کہ بسم اللہ کا پڑھنا نماز میں جائز اور مستحب ہے تو نماز میں بسم اللہ چھوڑ دینے سے نماز کیسے باطل ہو جائے گی جیسا کہ محقق بحرانی کا فرمان ہے، کیا جائز یا مستحب امر کے ترک سے نماز باطل ہو جاتی ہے ؟

ابا جی کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ علامہ بحرانی کا تعلق جمہور اہلحدیث سے نہ ہو بلکہ اہلحدیثوں کے کسی شاذ فرقہ سے ہو ؟

باپ ۔ بیٹا یہ عین ممکن ہے، اسلئے کہ علامہ بحرانی نے اپنی کتاب تنویر الآفاق میں لکھا ہے کہ حالت حیض میں جو طلاق دی جاتی ہے وہ واقع نہیں ہوتی ۔ بیٹا اس کے قائل جمہور اہلحدیث نہیں ہیں، بلکہ یہ شیعوں اور معتزلہ کا مذہب ہے ۔

بیٹا ۔ ابا جی سنا ہے کہ پی ایچ ڈی ضیاء اللہ اسی علامہ بحرانی شاذ کوٹی کے شاگرد رشید ہیں ۔

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

محمد ابو بکر غازی پوری

ایک مخلص دوست و عالمِ دین کی وفاتِ پُرملال

گزشتہ ماہ ذی قعدہ میں مالیگاؤں کی مشہور علمی ودینی شخصیت اور ملک کے مشہور اہل قلم وصحافی اور متعدد کتابوں کے مصنف، معہد ملت مالیگاؤں کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف صاحب ملی اللہ کو پیارے ہوگئے، مولانا عرصے سے بیمار چل رہے تھے، طویل بیماری نے ان کو کافی کمزور و نحیف کر دیا تھا، وفات سے کچھ دنوں ہی پہلے فون پر ان سے بات ہوئی تھی لہجہ میں کافی اضمحلال تھا مگر صابر وشاکر تھے حسن خاتمہ کی درخواست کر کے گفتگو کو ختم کر دیا تھا۔

مولانا محمد حنیف صاحب ملی سے میرے تعلقات بہت قدیم تھے، دارالعلوم سے فراغت کے بعد میں پڑھانے کیلئے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ سے مدرسہ بیت العلوم مالیگاؤں گیا تھا، مالیگاؤں کی مشہور علمی وادبی وسماجی شخصیت مولانا عبدالحمید صاحب نعمانی کا شہرہ تھا، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب مالیگانوی ناظم تعلیمات مدرسہ بیت العلوم کی معیت میں ان سے ملنے گیا، مدرسہ معہد ملت اپنی قدیم عمارت میں تھا، اسی فرصت میں مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ جن چند اساتذہ سے ملاقات ہوئی ان میں حضرت مولانا محمد حنیف ملی صاحب سرفہرست تھے ہنستا مسکراتا چہرہ، سنجیدہ اور باوقار گفتگو، گفتگو کا انداز اتنا پیارا کہ دل موہ لیں، نہایت شستہ اردو میں گفتگو کرتے تھے، گفتگو سے ان کا علمی وادبی ذوق پہچانا پڑتا تھا، اس پہلی ہی ملاقات میں مولانا اپنی دلفریب شخصیت کے ساتھ چھا گئے، پھر تو بار بار ملاقاتیں ہوتی رہیں اور تعلقات پختہ ہوتے گئے۔

مالیگاؤں سے رشتۂ تدریس ختم ہوا مگر مولانا سے رشتۂ تعلق باقی رہا، خطوط آتے جاتے رہے، فون پر بھی گفتگو ہوتی رہی، ان سے آخری ملاقات ندوہ کے تین سال قبل والے اجتماع میں ہوئی تھی۔ مولانا کا اور میرا قیام برابر ہی تھا وہ کمرہ نمبر ۱ میں تھے اور ہم لوگ کمرہ نمبر ۲ میں، دو روز مسلسل ساتھ رہا، مولانا اس وقت بھی مجھے بہت کمزور نظر آ رہے تھے مگر ان کے چہرہ کی مسکراہٹ اور گفتگو کی دلفریبی میں کمی نہیں تھی، رحمه الله رحمة واسعة۔

مولانا محمد حنیف ملی مالیگاؤں ہی کی نہیں بلکہ پورے مہاراشٹر کی بڑی محترم علمی و دینی شخصیت تھے، حکومت مہاراشٹر نے ان کی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں متعدد ایوارڈ سے نوازا تھا، مولانا کا قلم اردو اور عربی میں خوب چلتا تھا، ان کی سرپرستی میں کئی ادبی و علمی پرچے نکلے، متعدد کتابوں کے مصنف تھے، آخری دور میں تبلیغی جماعت سے ان کا رشتہ بہت مضبوط ہو گیا تھا، دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں چین کا دورہ بھی کیا تھا اور اس سفر کی روداد بہت دلچسپ انداز میں تحریر کی تھی جو کتابی شکل میں شائع ہوئی۔

مولانا اپنی دینی و ملی غیرت و حمیت میں بھی بہت ممتاز تھے، قادیانیوں نے جب مالیگاؤں میں قدم جمانا چاہا تو مولانا اپنے شاگردوں کے ساتھ ان کے مقابلہ میں ڈٹ گئے اور ان کو مار کر مالیگاؤں سے بھگایا، اہل بدعت کا بھی قدم مالیگاؤں میں جمنے نہیں دیا۔

چند سال قبل جب غیر مقلدوں نے مالیگاؤں میں شور و شر شروع کیا تو مولانا محمد حنیف ملی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں کو لے کر میدان میں آ گئے اور ان کا ایسا ڈٹ کر مقابلہ کیا کہ غیر مقلدین کو توبہ کرنے ہی اور اخبارات میں معذرت کا اعلان شائع کرنا پڑا۔

مولانا محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ حق کیلئے برہنہ تلوار تھے، اور وہ اپنے اس وصف میں پورے مالیگاؤں میں بہت ممتاز تھے، اور اسی بنیاد پر وہ میرے کاموں کی بڑی قدر کرتے تھے، رد غیر مقلدیت پر میری کتابوں کی خوب اشاعت کرائی، زمزم پرچہ کو بڑی محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس کی اشاعت میں دلچسپی لیتے تھے، خود بڑی اونچی شخصیت تھے مگر بھرے مجمع میں ہزاروں کی بھیڑ والے اجلاس میں جس انداز سے مالیگاؤں کے جلسے میں وہ میرا تعارف کراتے

تھے ان الفاظ و کلمات کو میں نقل بھی نہیں کرسکتا تھا۔ دوسرے کے کاموں کی وہی قدر کرتا ہے جو خود بہت بڑا ہو، اور بلاشبہ مولانا محمد حنیف ملی مالیگانوی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے آدمی تھے۔ سالہا سال بخاری شریف کا درس دیا، سیکڑوں ان کے شاگرد ملک کے متعدد صوبوں میں پھیلے ہوئے ہیں، عمر ابھی بہت نہیں تھی مگر بیماری نے ان کو صاحب بستر کر دیا تھا، اور اللہ کا یہ نیک بندہ اپنی پُربہار اور نیک شخصیت کے ساتھ ماہ ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ میں اپنے خالق ومالک سے جاملا۔

ادارہ زمزم ان کے اہل خاندان اور ان کے تمام شاگردوں، مدرسہ معہد ملت کے اساتذہ وارباب اہتمام اور بطور خاص صاحبزادہ فضیل الظفر سلمہٗ اور برادرم مولانا حافظ محمد زبیر ملی کو اپنی دلی تعزیت پیش کرتا ہے اور بارگاہ رب بے نیاز کے دربار میں مولانا کے رفع درجات کے لئے دعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ مولانا محمد حنیف ملی کو اپنی رحمت کے سایہ میں رکھے اور ان کے نیک اعمال کا ان کو بہترین بدلہ دے۔

مکتوب پاکستان

زمزم میں ان خطوط کو شائع نہیں کیا جاتا جو صرف ستائشی اور تعریفی ہوتے ہیں
مگر اس خط کے شائع کرنے پر ہم صاحب مکتوب کے اخلاص کے پیش نظر
مجبور ہوگئے ۔ وجزاہ اللہ خیر الجزاء

حضرت محترم مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری سلامت با کرامت تا قیامت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔

خیریت طرفین مطلوب و محبوب من اللہ

ماہنامہ دوماہی مجلہ بندیہا ستاذ العلماء حضرت مکانی مدظلہ بڑی باقاعدگی سے علمی پیاس
بجھا رہا ہے ۔ ماشاء اللہ تمام مضامین جامع ۔ خطوط کے جوابات کے تو کیا کہنے بہت خوب ۔ بیرقلب
سے دعائیں نکلتی ہیں ۔ سچ تو یہ ہے کہ اس طبقے کا علمی محاسبہ خوب نہیں خوب سے خوب تر ۔ لوگ
کہتے ہیں کہ ان تحریرات سے اتحاد امت کو نقصان ہوگا ۔ میں جواباً کہا کرتا ہوں احناف تو اتحاد امت
کے علمبردار ہیں صرف بیس رکعت تراویح کے مسئلہ کو لے لیں جس پر بارہ سو ستر سال کوئی اختلاف
امت میں نہیں ملتا ۔ پوری امت کے اسی اتحاد و اتفاق کو اسی اہلحدیث کہلانے والے طبقے نے
پارہ پارہ کیا ۔ بہرکیف ــــ اللہ کریم آپکی عمر، علم و عمل میں برکتیں عطا فرمائے اور عقیدہ کے بیماروں
کیلئے حمی ۔ حاسدین امام اعظم رحمہ اللہ کیلئے خصوصاً اس رسالہ کو شفاء کا باعث بنائے ۔ آپ کی
تمام شرور سے حفاظت فرمائے ۔ آمین یا رب العالمین ۔

رسالہ میں مضامین شائع کرنے کی گنجائش تو نہیں لیکن ایک خوشنویس کا بڑی
محبت و خلوص سے لکھا یہ سرورق تو شاملِ اشاعت فرمالیں ۔ بہت نوازش ۔

محمد اجمل مفتاحی

پاکستان میں کیا کیا ہوگا

علامہ انور صابری کی ایک الہامی نظم

بعض سال انسانی زندگی اور قوموں کی تاریخ میں انمٹ اور ناقابلِ انداز نشانات چھوڑ جاتے ہیں۔ ۱۹۴۷ء کا سال برصغیر کے انسانوں اور بالخصوص مسلمانوں کے لئے بہت ہی فیصلہ کُن اور کشمکش آمیز ثابت ہوا۔

۱۹۴۷ء میں پاکستان پورے زور و شور سے اُبھرا۔ انہی ایام میں شاعرِ حریت حضرت علامہ انور صابری نے اپنی شاعرانہ بصیرت کا یوں اظہار کیا۔

پاکستان میں کیا کیا ہوگا

چاروں طرف مے خانے ہوں گے — گردش میں پیمانے ہوں گے
رندوں کی شمشیر کے نیچے — مذہب کے دیوانے ہوں گے
ختم نئے ماحول کے اندر — واعظ کے افسانے ہوں گے

پاکستان میں کیا کیا ہوگا
سر سے پانگ دھوکا ہوگا

جشنِ تخت و تاج کریں گے — تا بحد معراج کریں گے
مذہب ہی کی اوڑھ کے چادر — دولتِ دیں تاراج کریں گے
ابنِ علیؑ کے دشمن بن کر — شمر کے بیٹے راج کریں گے

پاکستان میں کیا کیا ہوگا
سر سے پا تک دھوکا ہوگا

دور نہ ہوگی فاقہ مستی — یوں ہی رہے گی فقر کی پستی
پٹ نہ سکے گی مٹ نہ سکے گی — دولت کی انسان شکستی
مسلم لیگی دور میں ہوگی — دولت ہنگی غربت سستی

پاکستان میں کیا کیا ہوگا
سر سے پا تک دھوکا ہوگا

غیروں سے یارانے ہوں گے — اپنے سب بیگانے ہوں گے
شمع بنے گا خون غریباں — روشن عشرت خانے ہوں گے
پر جلکے غمگیں دلوں پر — راجہ خنجر تانے ہوں گے

پاکستان میں کیا کیا ہوگا
سر سے پا تک دھوکا ہوگا

رحم سے خالی ہر دل ہوگا — حاکم جور کا حامل ہوگا
ڈوبے گی ایمان کی کشتی — غرقِ طوفاں ساحل ہوگا
بھیس میں انساں کے خود انساں — انسانوں کا قاتل ہوگا

پاکستان میں کیا کیا ہوگا
سر سے پا تک دھوکا ہوگا

ضعیف حدیث سے جواز و استحباب ثابت ہوتا ہے

فتاویٰ نذیریہ میں ہے :

"اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بعد فرض نماز کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا درست ہے، اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی عبدالعزیز ابن عبدالرحمٰن متکلم فیہ ہے جیسا کہ میزان الاعتدال وغیرہ میں مذکور ہے، لیکن اس کا متکلم فیہ ہونا ثبوت جواز و استحباب کے منافی نہیں کیونکہ حدیث ضعیف سے جو موضوع نہ ہو استحباب وجواز ثابت ہوتا ہے۔ ۵۶۴/۱۷۰

بیس رکعت تراویح والی حدیث صرف ضعیف ہے موضوع نہیں، اور ضعیف بھی ایسی کہ تعامل جمہور سے اس کا ضعف بھی جاتا رہا ہے، مگر اس حدیث سے آپ کو نہ بیس رکعت تراویح کا جواز معلوم ہوتا ہے نہ استحباب اس لئے کہ آباء و اجداد کا مسلک یہ ہے کہ تراویح آٹھ رکعت ہے اور آٹھ رکعت تراویح کو ثابت کرنے کیلئے ایک طرف غیر مقلدین نے اجماع امت اور تعامل جمہور کا مذاق اڑا کے رکھ دیا ہے تو دوسری طرف تہجد اور تراویح کو ایک ثابت کرنے کیلئے علم و فہم کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں، تیسری طرف حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی رسول اور خلیفہ راشد اور فاروق بین الحق والباطل کی شان میں گستاخیوں کا پشتارہ کھول دیا ہے۔

فغاں ہیں، آہ ہیں، فریاد ہیں، شیون ہیں، نالے ہیں
سناؤں حالِ دل طاقت اگر ہو سننے والے میں

رَدِّ غیر مقلدیت پر

حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازیپوری کی اہم تصنیفات

(۱) وقفة مع معارضي شيخ الاسلام محمد بن عبد الوهاب والامراء السعوديين
(عربی) قیمت ۱۰۰ روپے

(۲) وقفة مع اللامذهبية في شبه القارة الهندية (عربی) قیمت ۱۰۰ روپے

(۳) مسائل غیر مقلدین (اردو) ـــــــ قیمت ۹۰ روپے

(۴) آئینہ غیر مقلدیت (اردو) ـــــــ قیمت ۶۰ روپے

(۵) غیر مقلدین کی ڈائری (اردو) ـــــــ قیمت ۵۰ روپے

(۶) غیر مقلدین کیلئے لمحۂ فکریہ (اردو) ـــــــ قیمت ۴۰ روپے

غیر مقلدیت کا مزاج و فکر اور عقیدہ مذہب معلوم کرنے کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ ہر صاحبِ ذوق کے لئے ضروری ہے۔

مکتبۂ اثریہ غازی پور

سے شائع ہونے والا دو ماہی دینی و علمی مجلہ

جلد ۳ | شمارہ [illegible]

(۳۱)

مدیر مسئول و مدیر التحریر

محمد ابوبکر غازی پوری

سالانہ چندہ ۹۰/ روپے
پاکستان کیلئے پاکستانی ۱۰۰ روپے سالانہ
پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر ممالک دس ڈالر امریکی

پتہ

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ غازیپور یوپی

پن کوڈ - ۲۳۳۰۰۱ | فون نمبر ۲۲۱۷۵۷-۰۵۴۸

محمد اجمل مفتاحی

فہرستِ مضامین

کتبہ

شمس الحسن مئو کوٹ اوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد اجمل مفتاحی

ادارسیہ

تنظیم ابنائے قدیم کا

الامام محمد قاسم نانوتوی سیمینار

اور اس میں وحید الدین خاں کی شرکت

دارالعلوم دیوبند میں جب استاذ محترم حضرت مولانا وحید الزماں صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کا قضیہ شدت اختیار کر گیا تھا اور بالآخر انھیں دارالعلوم دیوبند میں خدمت تدریس سے مستعفی ہو جانا پڑا، یا بقول بعض فضلائے دارالعلوم ان کو دارالعلوم کی خدمت سے بجبر واکراہ الگ کر دیا گیا تو فضلائے دارالعلوم کی ایک جماعت نے اس قضیہ کو ملک گیر بلکہ عالمگیر بنانے کے لیے تنظیم ابنائے قدیم کی طرح ڈالی، تنظیم ابنائے قدیم کے قیام کا پس منظر یہی ہے ایں نے اپنے طور پر جو سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ تنظیم ابنائے قدیم کی تاسیس میں دو جذبوں نے زبردست کردار ادا کیا ہے، ایک تو استاد محترم حضرت مولانا وحید الزماں صاحب کیرانوی سے محبت وعقیدت کا جذبہ اور دوسرے حضرت مولانا اسعد صاحب مدنی دامت برکاتہم سے عداوت ومخالفت کا جذبہ، تنظیم ابنائے قدیم کے مؤسسین میں ابتداءً یہی دو جذبے کام کر رہے تھے۔ اور جو لوگ تنظیم قائم ہو جانے کے بعد اس کے آگے پیچھے رہے، ان میں چاہے حضرت الاستاذ مرحوم سے محبت وعقیدت کا جذبہ نہ رہا ہو مگر حضرت مولانا اسعد مدنی سے مخالفت ومعاندت کا جذبہ یقیناً تھا۔

ہم نے اس چیز کو روز اول ہی محسوس کر لیا تھا اسلئے ہمارا اس تنظیم سے شروع ہی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، کسی کی عقیدت ومحبت میں کسی تنظیم کا قیام تو اچھی بات ہے مگر اس

تنظیم کے قیام میں کسی کی مخالفت و عناد کا بھی جذبہ کارفرما ہو یہ میری سمجھ سے بالاتر بات تھی اور جس قسم کے لوگ اس میں قائدانہ رول ادا کر رہے تھے ان کو دیکھ کر مجھے اندازہ لگ گیا تھا کہ اس تنظیم سے خیر کی توقع کم ہے۔ دارالعلوم کی طرف اس کا انتساب تو صرف رسماً ہوگا اور کام وہ ہوگا جس سے دارالعلوم کا فکر، مشرب، منہج مجروح ہوگا اور قاسمیت اور دیوبندیت جس کا نام ہے اس کو اس تنظیم سے سخت دھچکا لگے گا۔

میرا یہی احساس تھا اور اس احساس میں روز بروز پختگی پیدا ہوتی رہی اور یہی وجہ ہے کہ اس تنظیم کے بعض ایسے ذمہ دار جو میرے محب اور مخلص ہیں ان کے شدید اصرار کے باوجود تنظیم کے ترجمان پرچہ میں اپنا تعارف بھیجنے پر میری طبیعت کبھی آمادہ نہیں ہوتی۔

میرا جو احساس تھا جس کا اوپر ابھی تذکرہ ہوا، وہ واقعہ اس وقت بھی سامنے آگیا جب ۲۰ مئی [illegible] دہلی میں تنظیم نے اپنا پہلا کارنامہ[1] پیش کیا اور الامام محمد قاسم النانوتوی کے عنوان سے دہلی میں سیمینار منعقد کیا جس میں شیعہ بوہرہ مقرر کی پذیرائی ہوئی اور وحیدالدین خاں صاحب نے بھی اپنے وجود مسعود سے اس سیمینار کو رونق بخشا۔

میں نے اوپر عرض کیا کہ میرا اس تنظیم سے رسماً کبھی کوئی تعلق نہ تھا اور نہ اب ہے، لیکن میں نے کبھی زبان و قلم سے اس تنظیم کے بارے میں کچھ کہا سنا نہیں، بلکہ اس کے بعض نوجوان فضلاء سے میرا قریبی اور عزیزی تعلق رہا اور ہے، اور فی الحقیقت انہیں فضلاء کی محبت کا یہ قتیل ہوا، اور مجھے بھی اس سیمینار میں شرکت کرنی پڑی۔

---

(۱) الامام محمد قاسم النانوتوی پر سیمینار تنظیم کا دوسرا کارنامہ ہے پہلا نہیں، پہلا کارنامہ تو مولانا وحیدالزماں کیرانوی نمبر کا اجرا تھا، اس پہلے کارنامہ کا بھی رخ روشن یہ ہے کہ حضرت کیرانوی مرحوم کی عقیدت و محبت کا گلدستہ سجانے والوں کا بھی اس وقت تک نہیں ابھرا جب تک گرد و پیش مولانا اسعد مدنی دامت برکاتہم کو ستا نہیں لیا۔

نورالدین نور اللہ الاعظمی

میں ان فضلاء میں سے بطور خاص دو کا نام لوں گا، ایک تو ہیں ہمارے برادر عزیز مولانا مزمل حسین قاسمی اور دوسرے ہیں برادر عزیز مولانا اسعد اعظمی جو پہلے ترجمان دارالعلوم کے ایڈیٹر تھے، دارالعلوم دیوبند کے یہ دونوں فاضل اپنی علمی صلاحیت اور بہت سی خصوصیات میں بہت ممتاز ہیں، ان سے ربط و تعلق کے بعد ان کی ان خصوصیات کا جب مجھے علم ہوا ان کی قدر میرے دل میں بہت بڑھ گئی اور میں ان سے قریب ہوتا گیا، مزاج اپنا یہ ہے کہ دارالعلوم کا فاضل کوئی بھی ہو اور کام کا ہو اور کام بھی کر رہا ہو تو اس کی حوصلہ افزائی کی جائے ان کی ہمت بڑھائی جائے اور اس کے کاموں کی ستائش کی جائے، مولانا اسعد تو ماشاء اللہ اس وقت سعودی سفارت خانہ میں ایک اچھی پوسٹ پر ہیں، اور ان کا تنظیم کے دفتر میں ان کی اپنی مصروفیات کی وجہ سے آنا جانا بھی کم ہو گیا ہے، مگر مولانا مزمل سے برابر ملاقات ہوتی رہتی ہے مولانا مزمل بہت تیز فعال اور متحرک آدمی ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ وقت اور بات کے پابند ہیں، ان کی یہ خصوصیات مجھے بہت بھاتی ہیں۔ اور ساتھ ساتھ چھوٹے بڑے کا لحاظ بھی ان میں بہت ہے۔ مولانا وحید الزماں صاحب کے مخصوص شاگردوں میں ان کا شمار ہوتا ہے اور مولانا کے بڑے عقیدت مند ہیں۔ مولانا اسعد صاحب مدنی سے ذہنًا بہت دور ہیں مگر اس کے باوجود میرے سامنے جب بھی انھوں نے مولانا اسعد صاحب کا نام لیا تو بڑے ادب واحترام سے لیا۔ عمومًا، حضرت مولانا اسعد صاحب، کہہ کر ان کا نام لیتے ہیں۔ ان کی ان خصوصیات کی وجہ سے میرے دل میں ان کی بڑی قدر ہے اور میں ان کی بات کو عموی طور پر رد نہیں کرتا۔ ان کا علم ہوا کہ تم کو سیمینار میں شرکت کرنی ہے، میں نے کہا کہ حاضر ہوں، انھوں نے کہا کہ تم کو ابتداء ایک ہزار روپے دینے ہوں گے، میں نے کہا علی الراس والعین انھوں نے کہا کہ مقالہ بھی لکھنا ہوگا۔ میں نے کہا دیں چہ شک، حاصل یہ کہ مولانا مزمل سلمہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں میں نے تنظیم ابنائے قدیم کے اس سیمینار سے ہر طرح کے تعاون کا فیصلہ کر لیا، اور اپنے دوستوں میں سے بطور خاص مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب کو بھی تیار کر لیا کہ بھائی یہ سب اپنے ہی ہیں اگر آپ سے وہ کچھ تعاون چاہیں تو آپ انکار نہ کریں۔ چنانچہ مولانا ابوالقاسم صاحب نے بھی نہایت بشاشت

سے اپنا مقالہ لکھ کر بھیج دیا جو سیمینار میں پڑھا بھی گیا ، اپنی اور اپنے والد کی بیماری کی وجہ سے وہ خود سیمینار میں شریک نہ ہو سکے ۔

میرا حال یہ تھا کہ سیمینار سے دو ماہ قبل میں دہلی میں بس پر سوار ہوتے ہوئے گر گیا تھا جس کا اثر اب تک ہے کہ گھٹنوں کو صحیح طور پر موڑا نہیں جاتا مقالہ بھی تیار نہیں کر سکا تھا اس کیلئے مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب کو مکلف بنایا کہ وہ میری طرف سے متعین موضوع پر مقالہ لکھ دیں ، سیمینار سے ایک ہفتہ قبل میرے گھر میں کی ایسی طبیعت خراب کے چار پانچ روز تک ان سے بالکل کھانا کھایا نہیں گیا ، مگر مولانا فضل صاحب کا اصرار تھا اور مجھے ان سے کچھ ایسا تعلق خاطر تھا کہ میں نے اس حالت میں اور شدید گرمی میں دہلی کا سفر کیا ، اس سفر کو میں نے اپنا ذاتی سفر سمجھا تھا اور جب میں ذاتی سفر کرتا ہوں تو عموماً اے سی میں کرتا ہوں ، اسلئے میرا سفر خرچ بھی کافی رہا ۔ ۲۰ رمئی کی صبح کو میں لال کنواں ربانی بکڈپو اپنے مستقر پر پہنچ گیا تھا ، میں پاؤں کی تکلیف کی وجہ سے باہر نہیں نکل سکا تھا کہ سیمینار سے متعلق اشتہارات پر میری نظر پڑے جس سے اندازہ لگتا کہ کون کون افتتاحی اجلاس میں شریک ہو رہا ہے ۔ ۷ بجے کے قریب مولانا اخلاق صاحب قاسمی ربانی بکڈپو تشریف لائے ، سلام و دعا کے بعد پوچھا تال کٹورہ اسٹیڈیم کیسے جاؤگے میں نے عرض کیا کہ آٹو کر لوں گا ، انھوں نے کہا کہ ۹ بجے گاڑی مجھے لینے آئیگی اسی سے میرے ساتھ ہی چلنا ، چنانچہ میں مولانا کے ساتھ ساڑھے نو بجے کے قریب اسٹیڈیم پہنچ گیا ابھی لوگوں کی آمد شروع نہیں ہوئی تھی ، مولانا عبدالعلی فاروقی لکھنوی مل گئے ان سے گپ شپ ہونے لگی ، میں اور مولانا عبدالعلی ساتھ ہی اسٹیڈیم ہال میں پہونچے پھر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اور مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی بھی آگئے اب ہم سب لوگ ساتھ ہی بیٹھ گئے ، لوگوں کی آمد شروع ہو چکی تھی ، تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ ایک صاحب سادہ شکل اور سادہ لباس تشریف لا رہے ہیں ، غور سے دیکھا تو یہ وحیدالدین خاں تھے ، مجھے سخت حیرت ہوئی کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی سیمینار میں وحیدالدین خاں ، میرے ساتھ بیٹھے مولانا عتیق احمد قاسمی ، مولانا خالد صاحب اور مولانا عبدالعلی کو بھی ان کا آنا ناگوار محسوس ہوا ، چونکہ میں ذرا بے صبرا واقع ہوا ہوں ، میں

اسٹیج پر پہنچ گیا اور مولانا افضال صاحب جوہر قاسمی اور مولانا عبداللہ مغیثی اجڑارہ والے سے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا کہ اگر اس سیمینار میں وحیدالدین خاں جیسے لوگوں کو بھی بلانا تھا تو ہم لوگوں کو بلا وجہ دعوت دی گئی، اس سیمینار میں ان کا وجود میرے لئے بالکل ناقابل برداشت ہے، ان حضرات نے کہا کہ میاں اب آگئے ہیں تو اب خاموش رہو اور آؤ تم بھی اسٹیج پر آجاؤ، میں نے عرض کیا کہ اسٹیج پر آنے کے لئے میں اسٹیج پر نہیں آیا ہوں، بہر حال میں اپنی جگہ واپس چلا گیا، اب تک مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ خاں صاحب اس افتتاحی اجلاس میں مقالہ بھی پیش کریں گے، یہ بات مجھے مولانا خالد سیف اللہ اور مولانا عبدالعلی صاحب نے بتلائی، میں سوچ رہا تھا کہیں اٹھ کر کے چلا جاؤں، مجھے مولانا خالد سیف اللہ صاحب روک رہے تھے کہ اتنے میں اناؤنسر نے وحیدالدین خاں کا نام پکار دیا، اب میرے صبر وضبط کا بندھن ٹوٹ چکا تھا اور میں تیزی سے اسٹیج کے پاس پہنچ گیا اور اناؤنسر سے کہا کہ اب سلمان رشدی ہی باقی رہ گیا ہے اس کو بھی بلا لیجئے، میں نے کہا کہ میرے لئے قطعًا ناقابل برداشت ہے کہ وحیدالدین خاں اس افتتاحی اجلاس میں اپنا مقالہ پڑھیں اگر وہ پڑھیں گے تو میں جاتا ہوں، اس پر ہنگامہ ہو گیا اور پیچھے سے بہت سی آوازیں آئیں، نہیں سنیں گے، نہیں سنیں گے، یہ آوازیں میری تائید میں تھیں، اب ایک آواز اور آئی کہ جس کو نہ سننا ہو وہ واپس چلا جائے، یہ آواز وحیدالدین خاں کے حمایتیوں کی تھی، پھر ایک ہنگامہ کی شکل پیدا ہو گئی اور مجھے لوگوں نے میری سیٹ پر لاکر کے بٹھا دیا، پندرہ بیس منٹ اسی شور و ہنگامہ میں گزر گئے، اور وحیدالدین خاں صاحب اٹھ کر کے چلے گئے، کچھ لوگ ان کے پیچھے دوڑے اور تھوڑی دیر کے بعد انکو سمجھا بجھا کر کے لائے، ابھی وہ تھوڑی دیر ہی بیٹھے تھے کہ غالبًا ان کی نگاہ مجھ پر پڑ گئی کہ ابھی میں موجود ہوں، یا اس کے علاوہ کوئی اور وجہ ہو اور وہ دوبارہ اسٹیج سے اتر کر باہر چلے گئے تو منتظمین نے بھی اب ان کو واپس لانا مناسب نہیں سمجھا۔

منتظمین سے میری جھک جھک بہت ہو چکی تھی اور وحیدالدین خاں کی آمد سے میرا مزاج بہت تلخ ہو چکا تھا، اس وجہ سے میں نے اب وہاں رہنا اور سیمینار کے بقیہ پروگراموں میں

شرکت کرنا مناسب نہیں سمجھا اور مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب کی تقریر کے بعد میں اسٹیڈیم ہال سے باہر نکل آیا اور آٹو رکشہ لیا اور لال کنواں پہونچا۔

مولانا عبداللہ مغیثی نے مجھ سے کہا کہ لڑکوں کی ناتجربہ کاری کی وجہ سے ایسا ہوا ورنہ وحیدالدین خاں کا نہ آنا ہی بہتر تھا۔

مولانا افضال صاحب جوہری سے فون پر گفتگو ہوئی۔ انھوں نے کہا کہ وحیدالدین خاں افتتاحی اجلاس میں بلانا ہی غلط تھا۔

مولانا فضیل احمد نے فون پر بتلایا کہ تم نے جو کیا اچھا ہی کیا، وحیدالدین خاں اور شیعہ بوہرہ کی شرکت ناقابل فہم تھی۔

مولانا عبدالعلی صاحب فاروقی اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی بھی وحیدالدین خاں صاحب کی آمد و شرکت سے بہت متکدر تھے۔

سمینار اجلاس کا وہ سپر گروپ جو اسٹیج کی رونق بنا ہوا تھا ان میں جو علماء تھے زیادہ تر علماء وحیدالدین خاں کی شرکت کے خلاف تھے۔

مولانا سلمان صاحب حسنی ندوی نے تو اپنی تقریر میں برملا اس کا اظہار بھی کر دیا تھا کہ یہ کوئی سیکولر اجتماع نہیں ہے کہ ہر قسم کے لوگوں کی شرکت گوارا کی جائے۔

بعد میں بہت سے علماء کرام سے میری ملاقات ہوئی اور سب نے میرے اس اقدام کی تائید ہی کی۔

رہے کچھ "حولقئے" یا اجزارہ کے گزار آس یا آس گزار کی جنس کے لوگ تو ان کا اہل علم میں اتنا وزن نہیں ہے کہ ان کا نام بھی لیا جائے۔

بہر حال میں آج بھی سوچ رہا ہوں کہ الامام محمد قاسم النانوتوی کے مقدس نام سے منسوب سیمنار میں وحیدالدین خاں جیسے بے دین آوارہ فکر، اسلام دشمن طاقتوں کے معاون و مددگار شخص کو بلانے کا تنظیم ابنائے قدیم کے ذمہ داروں کے پاس کون سا جواز تھا۔ شاید لوگوں کو بھولا نہ ہو کہ یہ وہی شخص ہے جس نے سلمان رشدی کی کتاب شیطانی آیات

کا یہ کہکر دفاع کیا تھا کہ ہر شخص کو اظہار رائے کی آزادی ہے، جو دین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسا بے حس اور بے ضمیر ہو اور جس نے ہمیشہ اکابر و اسلاف کا مذاق اڑایا ہو اس مقدس سیمینار میں اس کی شرکت لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

"تنظیم ابنائے قدیم" کے ذمہ داروں میں کیسے کیسے لوگ شریک ہو گئے ہیں یا ان پر کیسے کیسے لوگوں کا اثر و تسلط ہے، سیمینار میں بوہرہ فرقہ کے نمائندہ اور وحید الدین خاں کی شرکت سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

یہ تنظیم فکر قاسمی کی اساس پر کوئی کارنامہ بھی انجام دے گی، اس کا اندازہ لگانا اب مشکل نہیں ہے، بلکہ اب تو اس کا بھی خطرہ ہونے لگا ہے کہ ابنائے قدیم کے ہاتھوں چند برسوں کے چلے جانے کے بعد خود قاسمیت اور دیوبندیت کا گلا گھونٹ دیا جائے گا۔ جب صورت حال یہ ہے تو ہم جیسے لوگ جن کا اس تنظیم میں عمل دخل نہیں ہے اور جو صبح و شام اللہ کے حضور یہ عرض کرتے رہتے ہیں کہ پروردگار تو ہمیں اکابر و اسلاف ہی کے فکر انھیں کے نہج انھیں کے مذہب و مشرب پر زندہ رکھیو اور اسی پر موت دیجیو۔ اور ہم کو ان تمام روشن خیالیوں اور فکر و ذہن کی آزادیوں اور بلاوجہ کی رواداریوں سے بچائیو جن سے اکابر و اسلاف کے مسلک و مشرب اور ان کے قائم کردہ اصول حیات پر حرف آتا ہو اور ان کی سوچ اور ان کے فکر سے میل نہ کھاتا ہو۔

تو اب ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیں اکابر و اسلاف کی راہ پر جمے رہنے کے لئے اپنے تنظیمی دوستوں سے رشتہ و تعلق باقی رکھتے ہوئے بھی کنارہ کرنا پڑے گا۔

الوداع تنظیم ابناء قدیم

محمد ابوبکر غازی پوری

محمد اجمل مفتاحی

نبوی ہدایات

(۱) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیا اور لوگوں کو بھی اس کی اجازت فرمائی (البتہ اس کا تاکیدی حکم نہیں فرمایا) تو کچھ لوگوں نے اس کام کو (عزیمت کے خلاف غالباً سمجھ کر) نہ کرنے کو پسند کیا، اس کی اطلاع آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ملی تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسے کام سے بچتے ہیں جس کو میں کرتا ہوں (خوب جان لو) خدا کی قسم میں ان سب سے اللہ کے بارے میں زیادہ باخبر ہوں اور ان سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔ (بخاری)

بہت سے متقشف اور زہد و ورع میں غلو کے مریض لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ بلاوجہ وہ جائز چیزوں سے بھی پرہیز کرتے ہیں اور جن کی شریعت میں رخصت ہے اس سے بھی بچتے ہیں اور اسی کو دینداری سمجھتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر کام چاہے اس کا تعلق رخصت سے ہو چاہے عزیمت سے ہو، وہی اصل شریعت اور دین ہے، اور اسی کے کرنے میں اللہ کی خوشنودی ہے۔

اوپر کی حدیث میں اسی بات کو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے بڑے اہتمام سے بیان فرمایا ہے۔ جن چیزوں کی شریعت میں اجازت اور رخصت ہے وہ فی الحقیقۃ اللہ کا

اپنے بندوں پر انعام ہے، اسلئے اللہ کے اس انعام کو خوشی خوشی حاصل کرنا ہی سعادت اور دینداری اور تقویٰ کی بات ہے، مریض کو اگر پانی کے استعمال سے نقصان کا اندیشہ ہے تو تیمم کی اجازت ہے، اب اگر کوئی اس کی پرواہ نہ کرے اور شریعت کی اس رخصت پر عمل نہ کرکے تیمم کی جگہ وضو ہی کرے تو یہ اس کا غلو ہے، دینداری اور تقویٰ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، اور اگر اس صورت میں پانی کے استعمال سے مرض بڑھ گیا اور نماز ہی سے آدمی رہ گیا تو وہ گنہگار بھی ہوگا۔

اسی طرح شریعت کی اور تمام رخصتیں ہیں ان پر عمل کرنا ہی دینداری اور تقویٰ اور اللہ کی بندگی ہے، اور ان سے پرہیز کرنا دینداری نہیں ہے دینی کی بات ہوگی۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، طاقتور وہ نہیں ہے جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ طاقتور اور پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے۔ (بخاری)

غصہ کی دو قسم ہے، ایک غصہ تو وہ ہوتا ہے جس کا تعلق آدمی کی اپنی ذات سے ہوتا ہے، اسی کے بارے میں یہ حدیث ہے کہ اگر آدمی کو اس طرح کا غصہ آوے تو بہادری یہ ہے کہ اپنے غصہ پر کنٹرول کرے، اور اپنے اوپر قابو رکھے، جس پر غصہ ہے اس کو معاف کردے۔ یقیناً یہ بڑی بہادری کی بات ہے اور نہایت عمدہ خصلت ہے، اس سے بہت سے فتنے دب جاتے ہیں اور شیطان مایوس و محروم رہتا ہے۔

اور ایک غصہ وہ ہوتا ہے جو اللہ کیلئے ہوتا ہے اس میں اپنی ذات کا دخل نہیں ہوتا، اس کا اظہار واجب اور ضروری ہے، اگر اس غصہ کا بھی اظہار نہ ہو تو یہ ایمان کے ضعف کی دلیل بنتا ہے، مثلاً اگر اسلامی شعائر کا تقدس پامال ہو رہا ہو، یا خلاف شرع کام انجام پا رہا ہو تو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس پر نکیر کرے اور اس سے نفرت کرے اور اگر طاقت کے استعمال کا موقع ہو تو اس کو بزور طاقت روکے، ایسے موقع پر غصہ کا ضبط کرنا اور اس کا پینا یا غصہ کا نہ پیدا ہونا محمود صفت نہ ہوگی بلکہ ایسی جگہ

غصہ - نہ اللہ کے غضب کا موجب ہوگا ۔ بعض لوگ رواداری کے نام پر پوری دینی بے غیرتی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور خلاف شرع کام دیکھ کر بھی ان کی طبیعت میں کوئی ابال پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کو طرح طرح کی تاویلوں سے جائز قرار دینے کی بھی کوشش کرتے ہیں ۔

کچھ لوگ ایسے لوگوں سے بھی تعلق رکھنے کو اخلاق وشرافت کا تقاضا سمجھتے ہیں جو دین اور اہل دین کے دشمن ہوتے ہیں جن کا فکر اور جن کا فلسفہ اسلام مخالف ہوتا ہے ایسے لوگوں سے تعلق رکھنا نہ دینداری ہے نہ رواداری، نہ شرافت اور اخلاق سے اس کا کوئی تعلق ہے، بلکہ یہ سب سے بڑی بددینی اور بے حیائی کی بات ہے اور کتاب وسنت کی ہدایات کے بھی صریح خلاف ہے ۔ ایسے لوگوں سے تعلق قائم رکھنے میں عذاب خداوندی کا اندیشہ ہے، اور ان سے بے تعلق رہنے میں دین وایمان کی حفاظت اور اللہ کی خوشنودی کی امید ہے ۔

(۳) بخاری شریف کی روایت ہے کہ دو آدمیوں کا رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں جھگڑا ہو گیا، ایک آدمی غصہ سے لال پیلا ہو کر اپنے مخالف کو برا بھلا کہہ رہا تھا، نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا کہ مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے کہ اگر اسے یہ شخص پڑھ لے تو اس کی موجودہ غیظ وغضب کی کیفیت ختم ہو جائے گی اور وہ کلمہ یہ ہے۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

اپنی ذات کے لئے جو غصہ ہوتا ہے وہ فی الاصل شیطانی اثر ہوتا ہے، تو اس کا علاج اس سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا کہ اللہ کے ذریعہ شیطان سے پناہ مانگ لی جائے ۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو غصہ کے ختم ہونے کا یہی علاج بتلایا ہے ۔

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضور سے عرض کیا کہ آپ مجھے کوئی وصیت فرمائیے تو آپ نے اس کو وصیت کی کہ لا تغضب یعنی غصہ مت کیا کرو، اس نے بار بار وصیت کی بات دہرائی اور آپ نے اس کو ہر بار اسی کا حکم فرمایا کہ لا تغضب یعنی غصہ مت کیا کرو ۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام کبھی کچھ مخصوص ہدایات حاصل کرتے تھے جیسا کہ آج بھی دستور ہے کہ بڑوں سے لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ نصیحت فرما دیجئے اور یہ بڑے سوال کرنے والوں کے حسب حال کچھ ان کو نصیحت کردیتے ہیں۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی صحابہ کرام کبھی کبھی اس قسم کی فرمائش کیا کرتے تھے اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم پوچھنے والوں کے حسب حال ان کو نصیحت فرماتے تھے۔ اوپر کی حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص نے بطور خاص اپنے لئے کسی نصیحت کی درخواست کی تھی، غالباً آپ کو اس کے حالات کا کچھ علم رہا ہوگا اور یہ بھی معلوم رہا ہوگا کہ اس کا مزاج تیز ہے، اور ذرا ذرا سی بات پر یہ غصہ ہوجاتا ہے، تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی حالت کے پیش نظر اسے یہ وصیت کیا کہ تو غصہ نہ کیا کر، سوال کرنے والے نے اس نصیحت کو معمولی چیز سمجھا ہوگا اسلئے اس نے بار بار اپنی بات دہرائی اور مزید نصیحت و وصیت کی درخواست کی مگر آپ نے اس کی حالت و مزاج کے پیش نظر بار بار اس سے یہی کہا کہ تو غصہ نہ کیا کر۔

اوپر معلوم ہوچکا ہے کہ غصہ شیطان کے اثر سے ہوتا ہے، اور شیطان فتنہ وفساد پھیلنے سے خوش ہوتا ہے، آدمی میں جھگڑا ہو، پھوٹ پڑے، قتل وخون ہو، شوہر بیوی میں جدائی ہو، یہ باتیں شیطان کو بہت پسند ہیں، ان چیزوں کے وجود میں غصہ کا بڑا دخل ہے اس وجہ سے غصہ پر قابو پانا بہت عمدہ صفت سمجھی گئی ہے، قرآن میں محسنین کی صفت میں اس کا بیان بھی ہے کہ یہ لوگ غصہ پر قابو پانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہوتے ہیں۔

غصہ پر قابو پانا یہ آسان کام نہیں ہے یہ بڑے مجاہدہ کا کام ہے، اور بڑی محنت اور ریاضتوں کے بعد آدمی کا مزاج غصہ پر قابو پانے کا بنتا ہے، علماء نے لکھا ہے کہ اگر آدمی رات اور دن میں کسی وقت اللہ کے سامنے اپنی حاضری اور اللہ کی عظمت واقتدار اور اپنی کمزوری اور ناتوانی اور قبر میں اپنی بیچارگی اور آخرت میں اللہ کے سامنے حضوری کا تھوڑی دیر مراقبہ کرنے کی عادت بنالے تو اس میں غصہ پر قابو پانے کی صفت آسانی سے پیدا ہوجاتی ہے

اور شیطان کا جادو اس پر چل نہیں پاتا ، آپ بھی اس کا تجربہ کرکے اس کا فائدہ اٹھائیے۔

(۵) حضرت ابو شریح الکعبی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ جس کا اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے تو اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کا اعزاز کرے اس کی اچھی خاطر مدارات ایک دن ہے۔ اور عام مہمانی تین دن ہے، اس کے بعد مہمان کا قیام اسکے گھر صدقہ شمار ہوگا ، اور مہمانوں کیلئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اتنا قیام کرے کہ جس گھر وہ مہمان ہوا ہے وہ لوگ تنگ ہوجائیں۔ (بخاری)

اس حدیث شریف سے مہمان اور میزبان سے متعلق کئی باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) مہمان کا اعزاز واکرام کرنا ایمان اور اسلام کا تقاضہ ہے (۲) مہمان کے ساتھ ایک دن میزبان کو ضیافت کا اہتمام حسب استطاعت وحسب گنجائش کرنا چاہئے۔ (۳) مہمان کو کسی کے یہاں زیادہ سے زیادہ تین دن تک قیام کرنے پر اکتفا کرنا چاہئے (۴) میزبان کو ایک دن کے بعد دو اور دن میزبانی میں بہت زیادہ تکلف نہ کرنا چاہئے (۵) تین سے زیادہ اگر مہمان کسی کے یہاں رکتا ہے تو میزبان کے ذمہ اس کی میزبانی ضروری نہیں بلکہ اس کی طرف سے تطوع ہوگا۔

شریعت میں ہر چیز کا ایک ضابطہ اور ایک اصول ہے، اس حدیث پاک میں مہمانی اور میزبانی کے اصول وضابطہ کا بیان ہے۔

کچھ لوگ اس کا خیال نہیں رکھتے ، اور کسی کے یہاں مہمان بن کر جاتے ہیں اور اس پر مسلط ہوجاتے ہیں ، اگر میزبان کو گرانی ہورہی ہے تو تین سے زیادہ کا قیام کسی طرح مہمان کیلئے مناسب نہیں ہے۔

ضیافت اور میزبانی کا اصول یہ ہے کہ ایک روز تو مہمان کے ساتھ خصوصی کھانے پینے کا اہتمام کیا جائے اور بقیہ دو روز میں بہت زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں ہے، شریعت نے مہمان کی تکریم کا بھی خیال رکھا ہے اور میزبان کی بھی پوری رعایت رکھی ہے کہ اس پر مہمان کا آنا بار نہ بنے۔

از محمد ابوبکر غازی پوری

ضعیف احادیث کا مطلقاً انکار کرنا انکار حدیث کا دروازہ کھولنا ہے

غیر مقلدین حضرات کا قبلہ وکعبہ زمانہ وقت اور حالات کے پیش نظر بدلتا رہتا ہے اور کبھی کبھی کسی خاص شخصیت کا غلبہ اور تسلط ان پر اتنا ہو جاتا ہے کہ اس کے سامنے اگلوں کی ساری تحقیقات کالعدم قرار پاتی ہیں، اور اس بارے میں انکے غلو کا عالم یہ ہوتا ہے کہ محدثین واہل علم کے عام فیصلوں کو بھی وہ بنظر حقارت دیکھتے ہیں۔

آج کل کے سلفی غیر مقلدین پر البانی نام کے ایک شامی غیر مقلد کا اسی قسم کا تسلط ہے، البانی کو غیر مقلدین بہت بڑا محقق بہت بڑا محدث اور فن حدیث ورجال کا امام اعظم سمجھتے ہیں، علامہ البانی کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ اس نے حدیث رسول اور سنت رسول سے لوگوں کو برگشتہ کرنے کا ایک جال بچھایا ہے، یہ عرب دنیا میں ہندوستان کا وحید الدین خاں ہے، وحید الدین خاں اور البانی کا مشترک وصف یہ ہے کہ یہ دونوں تعلی اور خود رائی کے آخری مقام پر ہیں، انا پرستی کے دونوں مریض ہیں، اگلوں کی تحقیقات دونوں کے نزدیک ہیچ ہیں اور ان کے علمی کارناموں کی نہ وقعت وحید الدین خاں کے دل میں ہے اور نہ البانی کے دل میں دونوں کا میدان الگ الگ ہے، مگر انا پرستی وخود پرستی اور اپنی تحقیق ورائے پر اصرار وجمود اور اپنے سامنے بڑوں بڑوں پر غرانا اور آنکھیں دکھلانا اور ان کو منہ چڑانا، ہمہ دانی کا دعوی کرنا یہ باتیں دونوں میں بڑی افراط سے پائی جاتی ہیں۔

البانی صاحب جن کا پورا نام، محمد ناصر الدین البانی ہے، اپنے ذوق مطالعہ کی بنا پر

علامہ اور محدث ہو گئے تھے ، اور جب آدمی بلا کسی مرشد کی رہنمائی کے علم کے میدان میں قدم رکھتا ہے تو غیر مقلدیت اس کے استقبال کے لئے تیار رہتی ہے اور وہ غیر مقلد ہو جاتا ہے عام طور پر یہی دیکھا گیا ہے ، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کی دستگیری فرمائے ۔

البانی صاحب بھی غیر مقلد ہو گئے اور پھر اسلاف ان کی نگاہ میں بونے قرار پائے اور چونکہ البانی صاحب نے حدیث ہی کو اپنا علمی میدان بنایا تھا اسلئے ان کا سب سے زیادہ وار محدثین ہی پر ہوا ، اور احادیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو انھوں نے اپنا نشانۂ مشق ستم بنایا ۔ امام بخاری ، امام مسلم ، امام ابوداؤد ، امام نسائی ، امام ترمذی اور ابن ماجہ سب پر انھوں نے تیر چلایا اور سب کو زخمی کیا ، انشاء اللہ اس کی تفصیل کسی الگ مستقل مضمون میں کی جائے گی ۔

حدیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان کی جرأت کا عالم یہ ہے کہ اپنی تحقیق کے اعتماد پر جس کو چاہا ضعیف قرار دیا اور جس کو چاہا صحیح قرار دیا ، صحاح ستہ تمام کی حدیثوں کو جو چھ کتابیں ہیں ، اور جو شروع زمانہ سے لے کر آج تک صحاح ستہ کے نام ہی سے مشہور تھیں ان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ۔ مثلاً صحیح ابوداؤد اور ضعیف ابوداؤد صحیح ترمذی اور ضعیف ترمذی وغیرہ ان کے اس کارنامہ پر دنیائے غیر مقلدیت میں شادیانے بجے اور اہل سنت مسلمانوں نے کہا کہ ان هي الافتنة جديدة في الاسلام یعنی یہ اسلام میں ایک نیا فتنہ ہے ۔

سلفی غیر مقلدین کا حلقہ البانی کی عظمت کے سامنے سر جھکے ہوئے ہے ، اور ان کی تحقیق کو آخری تحقیق کا درجہ دیتا ہے ۔

ضعیف حدیث کا نام لے کر البانی نے نوجوان طبقہ میں حدیث کے خلاف زہر پھیلا دیا ہے اور جس ایرے غیرے کو دیکھو وہ کہتا نظر آتا ہے کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنا حرام ہے ، یہ وہ عوام کالانعام ہیں جن کو پتہ نہیں کہ حدیث کا کسی وجہ سے محدثین کی اصطلاح میں ضعیف قرار پانا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ محدثین کے یہاں وہ حدیث متروک اور ناقابل عمل ہے ،

اگر ایسا ہی ہوتا تو سیکڑوں ضعیف حدیث پر محدثین کے یہاں عمل کیوں ہوتا۔ محدثین ان کو اپنی کتابوں میں ذکر ہی کیوں کرتے۔ ان ضعیف احادیث کو محدثین یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں پھر بھی ان کو اپنی کتابوں میں ذکر کرتے ہیں اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ حدیثیں اگرچہ اصطلاحاً ضعیف ہیں مگر عملاً وہ مقبول ہیں، محض اسناد کا ضعف دیکھ کر اس کو مردود نہیں قرار دیا جا سکتا، اور یہی وجہ ہے کہ محدثین کا معروف اصول ہے کہ سند کے ضعیف ہونے سے متن حدیث کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا، یعنی ضروری نہیں ہے کہ حدیث کی سند میں راوی ضعیف ہو تو حدیث کا مضمون بھی ناقابل استدلال وناقابل احتجاج ہوگا اور اس کی نسبت اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف درست نہ ہوگی

ضعیف احادیث کا نام لے کر حدیث رسول سے رو گردانی کا عمل آج جو جاری ہے محدثین میں اس کا کہیں وجود نہیں تھا، یہ بالکل نئی گمراہی اور نئی بدعت ہے اور انکار سنت کا نہایت خفیہ راستہ ہے، غیر مقلدین آج اسی راستہ پر سرپٹ دوڑ رہے ہیں۔

میں نے جو یہ عرض کیا کہ کسی حدیث پر محدثین کی طرف سے ضعف کا حکم لگنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ حدیث قابل رد ہے اور محدثین کے یہاں اس پر عمل جائز نہیں ہے، اس کو میں چند مثالوں سے واضح کرتا ہوں تاکہ قارئین اندازہ لگائیں کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنے کا محدثین کے یہاں عام طور پر دستور تھا، اور ضعیف حدیث کا انکار یہ زمانہ حال کی بدعت ہے، جس کا موجد غیر مقلدین کا طبقہ ہے، محدثین کے یہاں اس عمومی انداز میں ضعیف حدیث کو مردود قرار دینے کا تصور نہیں تھا جو آج غیر مقلدین کے یہاں پایا جاتا ہے (۱)

---

(۱) محدثین کے یہاں وہی ضعیف حدیثیں ناقابل عمل ہوتی تھیں جن کا ضعف بہت زیادہ شدید ہوتا تھا اور کوئی خارجی قرینہ حدیث کے مضمون کا مؤید بھی نہیں ہوتا تھا، یا پھر جن کے بارے میں محدثین کا یہ فیصلہ ہوتا تھا کہ یہ حدیث موضوع اور من گھڑت ہے، بقیہ ان دو قسموں کے علاوہ تمام ضعیف حدیثیں محدثین و فقہاء کے یہاں مقبول اور قابل عمل تھیں۔

آپ مندرجہ ذیل مثالوں میں غور فرمائیں اور یہ معلوم کریں محدثین اور فقہاء کے یہاں ضعیف حدیث پر عمل تھا یا نہیں اور جو لوگ مطلقاً ضعیف حدیث کو مردود قرار دیتے ہیں ان کا عمل محدثین کے طریقے کے خلاف ہے یا موافق۔

مثال نمبر ۱۔ ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس زق (ایک پیمانہ ہے) شہد سے ایک زق زکوٰۃ نکالی جائے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حدیث ابن عمر فی اسنادہ مقال یعنی حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث کی سند میں کلام ہے یعنی یہ حدیث سنداً صحیح نہیں ہے، پھر فرماتے ہیں کہ ولا یصح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کبیر شیء، یعنی اس بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے، امام بخاری فرماتے ہیں کہ لا یصح فی زکوٰۃ العسل شیء یعنی شہد کی زکوٰۃ کے بارے میں کوئی ایک حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ محدثین کے یہاں شہد میں زکوٰۃ کے بارے میں ایک بھی صحیح حدیث نہیں ہے، مگر اس کے باوجود امام ترمذی فرماتے ہیں۔ والعمل علی ھذا عند اکثر اھل العلم وبہ یقول احمد واسحٰق (ترمذی مع التحفہ ج۲ ص۲)

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر کی جو حدیث ہے کہ دس زق شہد میں ایک زق زکوٰۃ ہے، اسی پر اکثر اہل علم (یعنی محدثین و فقہاء) کا عمل ہے اور اسی کے قائل امام احمد اور امام اسحٰق ہیں۔

ناظرین غور فرمائیں کہ شہد میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں اور ہے تو کتنی شہد میں کتنی زکوٰۃ ہے، اس بارے میں محدثین کی اصطلاح کے اعتبار سے ایک بھی حدیث صحیح نہیں ہے، حضرت عبداللہ بن عمر کی بھی روایت محدثین کی اصطلاح کے اعتبار سے ضعیف ہے، مگر اس کے باوجود امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث پر اکثر فقہاء و محدثین کا عمل ہے اور امام احمد اور امام اسحٰق جو فقیہ سے زیادہ محدث ہیں

ان کا مذہب بھی یہی ہے کہ دس زق شہد میں ایک زق زکوٰۃ واجب ہوگی۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ محدثین کی اصطلاح میں کسی حدیث کا سنداً ضعیف ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ حدیث متروک ہے اور اس پر عمل جائز نہیں اور یہ کہ اس کا مضمون بھی آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔

مثال نمبر ۲

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ درمیان سال میں اگر کسی کے پاس مال آیا ہو تو جب تک کہ اس پر پورا سال نہ گذر جائے اس میں زکوٰۃ نہ ہوگی۔

اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن زید نامی ایک راوی ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں وہ ضعیف ہے، امام احمد بن حنبل، علی بن مدینی اور دوسروں نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، یہ بہت زیادہ غلطی کرتا تھا، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں کہ بلاشبہ اس باب کی مرفوع روایت ضعیف ہے، غرض یہ مرفوع روایت محدثین کی اصطلاح میں ضعیف ہے، مگر اس کے باوجود امام ترمذی فرماتے ہیں۔

وبه يقول مالك بن انس والشافعى واحمد بن حنبل واسحٰق۔

(ترمذی مع التحفہ ج ۲ ص ۹)

کہ یہی مذہب یعنی درمیان سال میں اگر مال حاصل ہو تو سال پورا ہونے پر ہی اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحٰق کا ہے۔

یہ تمام جلیل القدر محدثین وفقہاء ہیں انھوں نے اس ضعیف حدیث پر عمل کر کے بتلا دیا کہ سنداً کسی حدیث کا ضعیف ہونے کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت بھی نہیں ہے۔

مثال نمبر ۳

ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کو

خادثہ کر معلوم کیا کہ سبزیوں میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں ، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو لکھا کہ سبزیوں میں زکوٰۃ نہیں ۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اسناد هذا الحديث ليس بصحيح یعنی اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے اور پھر فرماتے ہیں کہ وليس يصح فى هذا الباب عن النبى صلى الله وسلم شئ یعنی اس مسئلہ میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بھی صحیح وارد نہیں ہے، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں کہ وفى الباب عن على وعائشة ومحمد بن جحش وانس وطلحة لكنها كلها ضعيفة یعنی اس مسئلہ میں حضرت علی، حضرت عائشہ حضرت محمد بن جحش حضرت انس اور حضرت طلحہ سے روایات ہیں لیکن سب کی سب ضعیف ہیں۔ غرض سبزیوں میں زکوٰۃ واجب نہ ہونے کے بارے میں ایک حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔ مگر اس کے باوجود بقول امام ترمذی تمام فقہاء و محدثین کا اسی پر عمل ہے یعنی ان کے نزدیک سبزیوں میں زکوٰۃ نہیں ہے، امام ترمذی کے الفاظ یہ ہیں ۔

والعمل على هذا عند عامة اهل العلم یعنی مذکورہ حضرت معاذ والی حدیث ہی پر عام محدثین و فقہاء کا عمل ہے ۔

معلوم ہوا کہ کسی حدیث کا ضعیف ہونا اس پر عمل نہ کرنے کا بہانہ نہیں بن سکتا اور جو ضعیف حدیث کو مطلقاً مردود قرار دیتا ہے اس کی یہ روش اہل علم کے عام مذہب کے خلاف ہے ، فقہاء اور محدثین کا کبھی یہ مذہب نہیں رہا ہے کہ جس حدیث کی سند کمزور ہو اسے مردود قرار دیا جائے اور اس پر عمل کرنا حرام ہو ۔

مثال نمبر ۳ ۔

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس کھانے پینے اور ضروریات پوری ہونے کے بقدر پیسہ ہے اور پھر وہ سوال کرتا ہے تو قیامت کے روز وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کا چہرہ مکروہ

اور بے رونق ہوگا۔

اس روایت کا ایک راوی حکیم بن جبیر ہے، اس کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں کہ شعبہ نے اس کے بارے میں کلام کیا ہے، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں کہ شعبہ کے علاوہ دوسروں نے بھی اس پر کلام کیا ہے، امام ذہبی کہتے ہیں کہ یہ شیعہ تھا، امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ ضعیف اور منکر الحدیث ہے، امام نسائی فرماتے ہیں کہ وہ قوی نہیں ہے، دارقطنی فرماتے ہیں کہ یہ متروک راوی ہے، امام جوزانی فرماتے ہیں کہ یہ کذاب یعنی بہت بڑا جھوٹا تھا، حافظ ابن حجر بھی اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ شیعیت کے ساتھ متہم تھا۔ (تحفۃ الاحوذی ج۱ ص۲۶)

معلوم ہوا کہ حکیم بن جبیر کی وجہ سے محدثین کی اصطلاح میں یہ حدیث سخت ضعیف ہے، مگر ان تمام کے باوجود امام ترمذی فرماتے ہیں کہ والعمل علی هذا عند بعض اصحابنا یعنی اسی حدیث پر ہمارے بعض محدثین کا عمل ہے۔ اور پھر فرماتے ہیں کہ وبه يقول الثوري وعبد الله بن المبارك واحمد واسحق یعنی اسی کے قائل امام سفیان ثوری، امام عبداللہ بن مبارک اور امام احمد بن حنبل اور امام اسحق ہیں، ناظرین یاد رکھیں کہ یہ مذکورہ چاروں امام محدثین کے مابین آفتاب و ماہتاب کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کا عمل اس ضعیف حدیث پر ہے، بلکہ امام ترمذی تو صاف اس حدیث کو حسن قرار دیتے ہیں۔

اس سے یہ حقیقت واشگاف ہوئی کہ کسی حدیث کا سنداً ضعیف ہونا محدثین کے یہاں ایسا عیب کبھی نہیں تھا کہ اس کی وجہ سے اس حدیث کو چھوڑ کر انکار حدیث کا چوپٹ دروازہ کھول دیا جائے، جیسا کہ آجکل کے غیر مقلدین اور ابنائے اس کا شور مچائے ہوئے ہیں، اور اس طرح انھوں نے نہ معلوم کتنی حدیثوں کا انکار کر دیا ہے۔

مثال نمبر ۸

نصف شعبان کی رات کی شریعت میں کوئی فضیلت ہے یا نہیں؟ امام ترمذی نے

اس بارے میں حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث ذکر کی ہے جس میں آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم
کا بقیع مبارک میں جانے کا ذکر ہے اور آپ کا یہ فرمان موجود ہے کہ خداوند قدوس نصف
شعبان کی شب میں آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور بے شمار لوگوں کی مغفرت
فرماتا ہے۔

یہ حدیث ضعیف ہے، امام بخاری بھی اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور اس
باب میں جتنی بھی حدیثیں ہیں سب ضعیف ہیں، مگر مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے
ہیں کہ تمام احادیث کو ملا کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کی اصل ہے
اور پھر فرماتے ہیں کہ فهذه الاحاديث بمجموعها حجة على من زعم انه
لم يثبت فى فضيلة النصف من شعبان شئ (تحفہ ص۵۳)

یعنی یہ تمام حدیثیں مل ملا کر ان کے خلاف حجت ہیں جن کا یہ دعویٰ ہے کہ نصف
شعبان کی رات کی فضیلت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کا یہ فیصلہ بتلاتا ہے کہ ضعیف حدیث کو مطلقاً
رد نہیں کیا جا سکتا۔

مثال نمبر۔

روزہ دار سرمہ لگا سکتا ہے یا نہیں، اس بارے میں حضرت انسؓ کی روایت ہے
جس میں آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار کو سرمہ لگانے کی اجازت دی ہے
لیکن یہ حدیث ضعیف ہے اور اس بارے میں ایک حدیث بھی صحیح نہیں ہے، امام ترمذی
فرماتے ہیں، حديث انس اسناده ليس بالقوى یعنی حضرت انسؓ کی حدیث
کی سند قوی نہیں ہے، اور پھر فرماتے ہیں کہ ولا يصح عن النبى صلى الله عليه
وسلم فى هذا الباب شئ۔ یعنی آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے اس بارے
میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے
ہیں۔ فيه جواز الاكتحال بلا كراهة للصائم وبه قال الاكثرون (تحفہ ص۴۲)

یعنی اس حدیث میں (جو ضعیف ہے) اس کا بیان ہے کہ روزہ دار کو بلا کراہت سرمہ لگانا جائز ہے، اور اسی کے قائل اکثر فقہاء و محدثین ہیں، اور پھر فرماتے ہیں کہ الراجح هو القول بالجواز من غير كراهة یعنی راجح بات یہی ہے کہ بلا کراہت روزہ دار کو سرمہ لگانا جائز ہے۔

گویا محض حدیث کا سنداً ضعیف ہونا ہر جگہ اس کے متروک ہونے کی علامت نہیں بنتا، اور نہ عام طور پر اہل علم کا کسی زمانہ میں یہ مذہب رہا ہے کہ حدیث کے سنداً ضعف کو اس پر عمل نہ کرنے کا بہانہ بنا لیا جائے، یہ گمراہی تو اب کی اور زمانہ حال کی ہے، جب سے علم حدیث کو البانی جیسے لوگوں نے اپنی تحقیقات عالیہ سے نوازنا شروع کر دیا ہے۔

مثال نمبر ۔

آدمی پر حج کب واجب ہوگا؟ امام ترمذی نے اس بارے میں حضرت عبد اللہ بن عمر کی روایت ذکر کی ہے، اس میں ہے کہ ایک شخص آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے آپ سے پوچھا حج کب واجب ہوتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا جب آدمی کے پاس زاد سفر اور سواری کا انتظام ہو تو حج واجب ہو جاتا ہے۔

مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن یزید خوزی ہے اور وہ متروک الحدیث ہے، ابو بکر بن منذر کا کلام مبارکپوری صاحب نے نقل کیا ہے کہ اس بارے میں سنداً ایک حدیث بھی صحیح نہیں ہے (تحفہ ۹۱/۲)

اس حدیث کے جتنے مسند شواہد ہیں ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہے، غرض کہ یہ حدیث ضعیف اور اس کے سارے شواہد ضعیف مگر اس کے باوجود امام ترمذی فرماتے ہیں۔

والعمل عليه عند اهل العلم ان الرجل اذا ملك زادا وراحلة وجب عليه الحج یعنی تمام اہل علم یعنی فقہاء اور محدثین کا اسی حدیث پر عمل ہے سب کا مذہب یہی ہے کہ اگر آدمی زاد سفر اور سواری کا مالک ہے تو اس پر حج واجب ہے۔ بلکہ امام ترمذی تو اس حدیث کی سند میں جو ضعف ہے اس کی بالکل پرواہ نہ کرتے

ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے ، امام ترمذی کے اس فیصلے سے معلوم ہوا کہ حدیث سنداً ضعیف ہونے کے باوجود مضمون کے اعتبار سے صحیح اور حسن بھی ہوتی ہے ، اور سند کا ضعف کوئی ایسا عذر نہیں ہے کہ اس کی بنیاد پر حدیث کا انکار ہی کر دیا جائے ۔

شاید کوئی صاحب البانیوں میں سے یہ کہیں کہ امام ترمذی کو پتہ ہی نہ ہو کہ یہ حدیث سنداً ضعیف ہے اس وجہ سے انھوں نے اس کو صحیح حسن کہہ دیا ہے، تو عرض یہ ہے کہ یہ غلط ہے امام ترمذی کو خوب پتہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں جو ابراہیم بن یزید ہے وہ کون ہے اور یہ بھی پتہ ہے کہ اس پر کلام بھی کیا گیا ہے ، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن یزید ھو الخوزی المکی وقد تکلم فیہ بعض اہل العلم من قبل حفظہ ، یعنی ابراہیم بن یزید وہ خوزی مکی ہے ۔ اور کچھ لوگوں نے اس پر اس کے حافظہ کی وجہ سے جرح بھی کی ہے ۔

مثال نمبر ۷

جنازہ کی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھی جائے یا نہیں ؟ اس بارے میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھی ہے ۔

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس کی سند بہت زیادہ قوی نہیں ہے اس میں ایک راوی ابراہیم بن عثمان ہے جو منکر الحدیث تھا ۔

مگر اس کے باوجود اس حدیث پر محدثین کی ایک جماعت کا عمل ہے ، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگرچہ یہ حدیث سنداً صحیح نہیں ہے مگر دوسرے قرائن بتلا رہے ہیں کہ حدیث کا مضمون ثابت ہے ۔

پس معلوم ہوا کہ محض کسی حدیث کی سند ہی نہیں دیکھی جائے گی بلکہ دوسرے قرائن سے بھی شہادت حاصل کی جائے گی اگر یہ قرائن بتلا رہے ہیں کہ حدیث سنداً ضعیف ہونے کے باوجود اپنے مضمون کے اعتبار سے صحیح ہے تو اس کو رد نہیں کیا جائے گا عام محدثین اور اصحاب حدیث اور فقہاء کا یہی مذہب ہے ۔

یہ تو اس زمانہ میں اباضیوں کی بدعت ہے اور متعصب اور غالی غیر مقلدین کا عقیدہ ومسلک ہے کہ سند میں ضعف دیکھ کر حدیث کو مردود قرار دیتے ہیں۔

مثال نمبر ۹

حضرت غیلان بن سلمہ الثقفی نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں، غیلان ثقفی کے ساتھ ان دسوں عورتوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ غیلان ثقفی کے اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد آنحضورؐ نے ان سے کہا کہ ان دس عورتوں میں چار کو اپنے لئے پسند کر لو (اسلئے کہ چار سے زیادہ شادی کی اسلام میں اجازت نہیں ہے)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ امام بخاری فرماتے تھے کہ یہ حدیث غیر محفوظ ہے، یعنی یہ حدیث محدثین کی اصطلاح میں ضعیف ہے، لیکن اس کے باوجود امام ترمذی فرماتے ہیں کہ والعمل علی حدیث غیلان بن سلمہ عند اصحابنا منھم الشافعی واحمد واسحٰق (تحفہ ص ۱۹۱/۲) یعنی ہم اہلحدیث حضرات کے یہاں جن میں امام شافعی امام احمد اور اسحٰق بھی ہیں غیلان بن سلمہ کی حدیث پر عمل ہے۔

ناظرین غور فرمائیں کہ امام ترمذی خود امام بخاری کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیث غیر محفوظ ہے یعنی ضعیف ہے۔ اور خود ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ اصحاب حدیث اور محدثین کا اسی پر عمل بھی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سند کے ضعف کو محدثین کے یہاں بہت زیادہ اہمیت حاصل نہیں تھی کہ اس کی بنیاد پر حدیث کو رد کر دیا جائے۔

مثال نمبر ۱۰

آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسئلہ پیش آیا کہ آپ کو دفن کہاں کیا جائے صحابہ کرام اس بارے میں مختلف تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اس بارے میں آپ سے ایک بات سنی ہے جس کو میں بھولا نہیں ہوں آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کی روح وہیں قبض فرماتا ہے جہاں ان کے دفن ہونے کی خواہش ہوتی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس بات پر آنحضورؐ کی تدفین وہیں ہوئی جہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی وفات ہوئی تھی، اور وہ جگہ حجرۂ عائشہ تھا۔

آنحضورؐ کے دفن کا یہ واقعہ تاریخ کی کتابوں میں ہے اور اس کی شہرت تواتر کی حد تک ہے، اور اس میں ذرہ برابر بھی کسی کو شک نہیں کہ آپ کی تدفین حجرۂ عائشہ میں ہوئی، واقعہ کی صورتِ حال تو یہ ہے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث محدثین کی اصطلاح میں ضعیف ہے اس لئے کہ اس کی سند میں ایک راوی متکلم فیہ اور ضعیف ہے۔

سنئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کے بارے میں امام ترمذی کیا فرماتے ہیں، فرماتے ہیں۔ هٰذا حديث غريب وعبد الرحمٰن بن ابى بكر المليكى يضعف من قبل حفظه، یعنی یہ حدیث غریب ہے اور عبد الرحمٰن بن بکر کے حافظہ کی وجہ سے اس کی تضعیف کی جاتی ہے۔ اور مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا ضعف عبد الرحمٰن بن ابی بکر کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ہے (ص ۱۳۶/۲ تحفہ)

ناظرین غور فرمائیں کہ حدیث میں جو مضمون ہے وہ اپنی جگہ پر بالکل درست ہے تمام صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر کے اس فرمان پر آمنّا و صدقنا کہا اور آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دفن کے بارے میں صحابہ کرام کے مابین اختلاف تھا وہ ختم ہوگیا، امت کا ہر فرد جانتا ہے کہ آنحضورؐ کے تدفین کی جگہ وہی ہے جہاں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تھا لیکن محدثین نے جب حضرت ابوبکر کی اس حدیث کو روایت کیا تو ان کی اصطلاح میں (یہ حدیث بالکل صحیح تھی) وہ ضعیف قرار پائی۔ سبحان اللہ ما اعظم شانہ۔

مذکورہ بالا بیان کردہ حقائق اور مثالوں سے یہ جان لینا قطعاً مشکل نہیں ہے کہ کسی حدیث کا محض ضعیف ہونا اس کے متروک ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔ نہ محدثین کا کسی زمانہ میں یہ دستور رہا ہے کہ جو حدیث فنی و اصطلاحی اعتبار سے ضعیف قرار پائی ہو اس پر ان کا عمل نہ رہا ہو، یہی وجہ ہے کہ حدیث پر عمل کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں صرف محدثین کے صحیح و ضعیف ہونے کا حدیث پر حکم لگانے کو نگاہ میں نہیں رکھا جائیگا بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ زمانہ خیر القرون اور اسلاف میں ان حدیثوں پر عمل ہوا ہے یا نہیں،

اگر کوئی حدیث عام طور پر اسلاف میں معمول بہ رہی ہے تو محدثین اس کو اپنی اصطلاح کے اعتبار سے خواہ ضعیف قرار دیں حقیقت کے اعتبار سے وہ حدیث ضعیف نہیں ہے بلکہ صحیح ہے، اور اگر کسی حدیث پر زمانہ خیر القرون میں عمل نہیں رہا ہے یا اسلاف نے عموماً اس کو قبول نہیں کیا ہے تو وہ حدیث معمول بہ قرار نہیں پائے گی خواہ محدثین کی اصطلاح کے اعتبار سے وہ صحت کے اعلیٰ درجہ ہی پر کیوں نہ ہو۔

جو لوگ اس حقیقت سے واقف ہوں گے وہ غیر مقلدین البانیوں کی اس چیخ و پکار پر قطعاً دھیان نہیں دیں گے کہ فلاں حدیث ضعیف ہے اس لئے اس پر عمل جائز نہیں، یہ البانیوں کا دھوکا ہے فریب ہے، اور امت کو سنت سے برگشتہ کرنے کا نہایت مکروہ طریقہ ہے، اور یہ فی الاصل انکار حدیث کا چور دروازہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ عطا کرے، ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ ہماری یہ چند سطریں قارئین زمزم کے لئے باعث تسلی و تشفی ہوں۔

اس بارے میں جن صاحب کو مزید کچھ معلوم کرنا ہو ان کے لئے زمزم کی خدمت حاضر ہے، وہ بلا تکلف سوال کر کے اپنی تشفی کر سکتے ہیں۔

ص۵۲ کا بقیہ:-

اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو صحابہ کرام کے بارے میں حسن عقیدہ بنائے اور انکی محبت پر ہم سب کا خاتمہ فرمائے۔ ربنا لا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم

محمد ابوبکر غازی پوری

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

مُصافحہ کا اِسلامی طریقہ

غیر مقلد حضرات کا عام مسلمانوں سے جن مسائل میں اختلاف مشہور ہے ان میں سے ایک مصافحہ کا طریقہ بھی ہے، غیر مقلد حضرات کو اصرار ہے کہ مصافحہ صرف ایک ہاتھ ہی سے کیا جانا چاہئے، دو ہاتھوں سے مصافحہ کرنا مسنون طریقہ کے خلاف ہے۔ احناف کے نزدیک بہتر طریقہ یہ ہے کہ دو ہاتھوں سے مصافحہ کیا جائے۔ اگر تمام احادیث کو سامنے رکھا جائے تو مجموعی طور پر وہ تین طرح کی نظر آتی ہیں۔ ایک وہ حدیثیں جن سے دو ہاتھوں سے مصافحہ کرنا معلوم ہوتا ہے، دوسرے وہ روایات جن سے دو ہاتھ ملانا معلوم ہوتا ہے مگر اس میں اختلاف ہے کہ یہ ہاتھ ملانا مصافحہ کے طور پر تھا یا بطور بیعت کے، تیسرے وہ روایات جن سے مطلقاً ہاتھ سے مصافحہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔ ایک ہاتھ یا دو ہاتھ کی صراحت نہیں ہے البتہ احتمال دونوں ہی صورتوں کا ہے۔

دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی روایات

(۱) جس روایت سے دو ہاتھوں سے مصافحہ کرنا معلوم ہوتا ہے اس کو امام بخاریؒ نے اس طرح نقل کیا ہے،

علمنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکفی بین کفیہ (بخاری عن ابن مسعودؓ)[۲۹]

(۲) ان اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلمین التقیا اخذا احدھما بید صاحبہ الا کان حقاً علی اللہ عزوجل ان یحضر دعائھما ولا یفرق بین اید یھما حتی یغفر لھما۔ (مجمع الزوائد بحوالہ مسند احمد عن انسؓ ج ۸ ص ۳۶)

ترجمہ :- آپؐ نے مجھے تشہد سکھایا اس حال میں کہ میرا ہاتھ آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا آپؐ نے فرمایا دو مسلمان جب کبھی باہم ملتے ہیں اور ان میں سے ایک اپنے ساتھی کا ہاتھ تھام لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہوتا ہے کہ ان کی دعاؤں میں حاضر ہو اور وہ اپنے ہاتھوں کو الگ نہیں کرتے یہاں تک کہ ان کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

یہاں مصافحہ کے بعد دونوں کے لیے ہاتھوں کے الگ کئے جانے کا ذکر ہے اور "جمع" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصافحہ کیلئے ایک ہاتھ کا نہیں بلکہ ہاتھوں کا استعمال ہونا چاہیئے۔

(۳) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا تصافح المسلمان لم تفرق اکفهما حتی یغفر لهما۔ (مجمع الزوائد طبرانی عن ابی امامہ ج ۸ ص ۲۶)

ترجمہ :- آپؐ نے فرمایا کہ جب مسلمان مصافحہ کرتے ہیں تو اپنے ہاتھوں کو الگ نہیں کرتے کہ ان کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

(۴) حتی ما قیل ذاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخذ نا بیدیہ۔

(بخاری عن الوازع بن عامر فی الادب المفرد ۲/۲۹)

ترجمہ :- ہم آئے تو ہم سے بتایا گیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو ہم نے آپؐ کے دونوں ہاتھوں کو پکڑا یعنی مصافحہ کیا۔

جس روایت سے ہاتھ ملانا ثابت ہے لیکن بعض حضرات اس کو بیعت کے ساتھ خاص قرار دیتے ہیں، وہ اس طرح ہے۔

(۱) بایعت بهاتین نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(بخاری عن سلمہ بن اکوع فی الادب المفرد ۲/۴۳۸)

ترجمہ :- میں نے ان دونوں ہاتھوں سے آپؐ سے بیعت کی۔

اس میں دونوں ہاتھوں کا ملانا تو صریحاً ثابت ہے لیکن بعض بھائیوں کا خیال ہے کہ یہ صورت بیعت ہی کے ساتھ مخصوص ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث کی یہ تاویل درست

نہیں ہے۔ اس واقعہ کا تعلق یقیناً بیعت ہی سے ہے لیکن اس میں اور مصافحہ میں کوئی تضاد نہیں ہے، اس لئے کہ خود مصافحہ بھی بیعت ہی کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے، چنانچہ بیعت کے متعلق بعض روایات میں "مصافحہ" کا صریح ذکر ہے۔

اتیت النبی فی نساء لنبایعہ (الحدیث) وفیہ قلنا یا رسول اللہ الا تصافحنا قال انی لا اصافح النساء۔ (ترمذی وبخاری ومن ۱۰۲/۴)

ترجمہ:۔ میں کچھ عورتوں کے ساتھ حضورؐ سے بیعت ہونے آئی ہم نے عرض کیا، اللہ کے رسول! آپ ہم سے مصافحہ نہیں کریں گے، فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔

دیکھئے یہاں بیعت کے درمیان ہاتھ ملانے کو "مصافحہ" سے تعبیر کیا گیا ہے اور چونکہ عورت سے مرد کے لئے مصافحہ کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے درمیان مصافحہ سے انکار کر دیا، پس دراصل یہ حدیث دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی صریح دلیل ہے۔

مبہم روایات

(۱) قال رجل یا رسول اللہ الرجل منا یلقی اخاہ او صدیقہ أینحنی لہ قال لا، قال أفیلتزمہ ویقبلہ قال لا، قال أفیأخذ بیدہ ویصافحہ قال نعم۔

ترجمہ:۔ ایک شخص نے کہا، اللہ کے رسولؐ! ہم میں سے ایک شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملاقات کرتا ہے، کیا وہ اس کے لئے جھکے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں، دریافت کیا کیا چمٹائے اور بوسہ لے؟ آپ نے فرمایا نہیں، پوچھا کیا اس کا ہاتھ تھام کر مصافحہ کرے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔

(۲) کنا مع النبی وھو آخذ بید عمر بن الخطاب فقال لہ عمر یا رسول اللہ لانت احب الی من کل شئ الا نفسی فقال النبیؐ لا والذی نفسی بیدہ حتی أکون احب الیہ من نفسک فقال لہ عمر فانہ الآن واللہ لانت احب الی من نفسی فقال النبی الآن یا عمر۔ (بخاری عن عبد اللہ بن ہشام ۹۳۶/۲)

ترجمہ:- ہم لوگ حضورؐ کے ساتھ تھے اور آپ حضرت عمرؓ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے حضرت عمرؓ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپؐ مجھے میری جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں، آپؐ نے فرمایا نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہاں تک کہ میں تیرے نزدیک تیری ذات سے بھی زیادہ محبوب ہو جاؤں، حضرت عمرؓ نے عرض کیا، اب بخدا! آپ مجھے اپنی ذات سے بھی زیادہ محبوب ہیں، آپؐ نے فرمایا کہ اے عمرؓ! اب تمہارا ایمان معتبر ہے۔

(۳) قال اذا دخلت علیه قام الیها فاخذ بیدها فقبلها فاجلسها فی مجلسه وکان اذا دخل علیها قامت الیه فاخذت بیده فقبلته فاجلست فی مجلسها۔

حضرت فاطمہؓ جب حضورؐ کے ہاں آتیں تو حضرتؐ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے، ان کا ہاتھ پکڑتے، ان کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ بٹھاتے، اسی طرح حضورؐ جب حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لاتے تو کھڑی ہوتیں، آپ کا ہاتھ پکڑتیں، آپ کو بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ بٹھاتیں۔

(۴) کان النبیؐ اذا لقی الرجل فکلمه لم یصرف وجهه حتی یکون هو الذی ینصرف واذا صافحه لم ینزع یده من یده حتی یکون هو الذی ینزعها۔

(ابن ماجه عن انسؓ ج۲، ۲۶۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سے ملتے اور گفتگو کرتے تو اپنی توجہ نہ موڑتے یہاں تک کہ وہ خود رخ موڑ لیتے اور جب مصافحہ کرتے تو اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نہ کھینچتے تاآنکہ وہ خود اپنا ہاتھ نہ کھینچ لے۔

(۵) عن النبیؐ قال ان المؤمن اذا لقی المؤمن فسلم علیه واخذ بیده فصافحه تناثرت خطایاهما کما یتناثر ورق الشجر۔

(مجمع الزوائد ج۸ ص ۳۷ بحواله طبرانی عن حذیفهؓ)

ترجمہ :۔ آپ سے مروی ہے، آپؐ نے فرمایا، جب مسلمان سے ملاقات ہو تو اسے سلام کرے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے تو ان دونوں کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے پتے اسی مضمون کی روایت مسند احمد میں حضرت انسؓ اور حضرت براء بن عازبؓ سے بھی منقول ہے۔ (۱)

ان روایات میں مطلقاً ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا ذکر ہے، چونکہ عربی زبان میں "ید" واحد ہے، اس لئے بعض لوگوں نے اس کا مفہوم یہ سمجھا ہے کہ آپؐ کی سنت ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی ہے لیکن اس حدیث سے صراحۃً اور قطعاً ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا ثابت نہیں ہوتا، اس لئے کہ کبھی صرف ہاتھ کہا جاتا ہے اور اس سے دونوں ہاتھ مراد لئے جاتے ہیں، مثلاً کوئی شخص کہے کہ "میں نے خود اپنے ہاتھ سے چاول کا تھیلا اٹھایا" تو عرف میں اس کا مطلب یہ نہیں سمجھا جاتا کہ صرف ایک ہی ہاتھ سے اس نے تھیلا اٹھایا ہوگا۔ "پیدل چلنے کو" پا پیادہ چلنا" کہا جاتا ہے یہاں "پا" کا لفظ واحد ہی ہے جس کے معنی پاؤں کے ہیں لیکن کوئی بیوقوف ہی اس کا مفہوم یہ سمجھ سکتا ہے کہ فلاں شخص صرف ایک پاؤں سے چل رہا تھا، عربی قواعد کی اصطلاح میں اس کو "جنس" کہا جاتا ہے، یعنی لفظ واحد کا استعمال کیا جائے اور مراد اس سے اس کی پوری جنس لی جائے، مثلاً ان الانسان لفی خسر (بیشک انسان نقصان میں ہے۔)

اس آیت میں "انسان" واحد ہی ہے لیکن اس سے مراد صرف ایک آدمی نہیں ہے بلکہ پوری جنس انسانیت ہے۔ اسی طرح جس روایات میں مصافحہ کیلئے "ید" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور واحد کے صیغہ سے تعبیر کیا گیا ہے وہاں دراصل صرف ایک ہاتھ مراد نہیں ہے بلکہ ہاتھ کی جنس مراد ہے اور ہاتھ دو ہیں۔ تاہم چونکہ اس میں دونوں ہی مفہوم کا احتمال ہے اسی لئے محققین نے ایک ہاتھ اور دو ہاتھ دونوں ہی طرح مصافحہ کو حدیث سے ثابت تسلیم کیا ہے۔

والحق فیہ ان المصافحۃ ثابت بالید والیدین (العرف الشذی ج۲ ص...)

---

(۱) مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۳۶ باب المصافحۃ والسلام وغیرہ خارج۔

حق یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک ہاتھ سے معانقہ کرنا بھی ثابت ہے اور دونوں ہاتھوں سے بھی ۔

کلمۂ عدل

پس حق و انصاف کی بات یہ ہے کہ معانقہ کے یہ دونوں ہی طریقے ثابت ہیں البتہ امام بخاری کی روش سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف سے دونوں ہاتھوں کا معانقہ ہی متوارث رہا ہے اور یہی طریقہ عاملین کا معمول تھا، چنانچہ خود امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ، باب المصافحہ ، میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت نقل کی ہے جس کی تشہد سکھلاتے ہوئے آپؐ کے دونوں ہاتھوں سے حضرت ابن مسعودؓ کا ہاتھ تھامنے کا ذکر ہے ۔ (بخاری عن ابن مسعود ج ۲ ص ۹۲۶)

اور اس کے بعد فوراً ہی دوسرا باب ، باب الاخذ بالیدین ، (دونوں ہاتھوں سے معانقہ کا بیان) کے عنوان سے قائم کرکے اس طرح نکلا ہے ، وصافح حماد بن زید ابن المبارك بیدیه) (حماد نے ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے معانقہ کیا) جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ امام بخاریؒ کے زمانہ میں بزرگوں کا معمول دونوں ہی ہاتھوں سے معانقہ کرنے کا تھا اور بہ ظاہر ان حضرات تک یہ معمول صحابہؓ ہی کے عہد سے نسلاً بعد نسل پہونچا ہوگا ۔ اس لئے یہ بات بجائے خود دونوں ہاتھوں سے معانقہ کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے ، حدیثیں بھی اس بارے میں صریح ہیں ، اور ان کے مقابل جن روایتوں سے ایک ہاتھ کا معانقہ معلوم ہوتا ہے وہ احتمال سے خالی نہیں ہیں ۔

نیز دونوں ہاتھوں سے معانقہ میں تواضع اور انکساری اور عجز و نیاز کا اظہار زیادہ ہے اور یہی باہمی ملاقات میں مطلوب ہے اور ان کے علاوہ ایک ہاتھ سے معانقہ عیسائیوں اور آج کل کے فساق و فجار کا شیوہ ہے ، ایک ہاتھ سے معانقہ میں ان سے تشابہ اور ظاہری یکسانیت محسوس ہوتی ہے ، دونوں ہاتھوں سے معانقہ میں یہ بات نہیں ہوتی اسلئے زیادہ بہتر طریقہ دونوں ہاتھوں سے معانقہ کرنا ہے ، اسی بات کو فقہاء نے سنت سے تعبیر کیا ہے ۔

(السنة فی المصافحة بکلتا یدیه (العرف الشذی مع الترمذی ج ۲ ص ۱۰۱)

مسنون طریقہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا ہے لیکن ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا
بھی چونکہ فی الجملہ احادیث سے ثابت ہے، اس لئے ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا بھی
درست ہے، اس میں شدت نہ برتنی چاہیے۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

اعلم ان کمال السنۃ فیہا ان تکون بالیدین وتتأدی اصل السنۃ
من ید واحدۃ ایضاً۔ (حوالہ سابق۔ وشرح الادب المفرد: ج ۲ ص ۱۳۲)

ترجمہ: جان لو، کمال سنت یہ ہے کہ مصافحہ دو ہاتھوں سے ہو، تاہم نفس سنت
ایک ہاتھ سے بھی ادا ہو جائے گی۔

ھٰذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

غلطی کی اِصلاح

حضرت مولانا زین العابدین صاحب اعظمی مدظلہ، مولانا محمد ابوبکر صاحب غازیپوری کے اساتذہ میں سے
ہیں اور اس وقت مدرسہ مظاہر علوم دار جدید سہارنپور میں شعبہ تخصص فی الحدیث کے نگراں ہیں، مولانا
موصوف نے میرا مضمون "نواب صدیق حسن بھوپالی کے فارسی دیوان پر ایک نظر" ملاحظہ فرما کر
درج ذیل خط بھیجا ہے جو حضرت موصوف کے شکریہ کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔

نظام الدین نذر اللہ اعظمی

عزیز گرامی سلمہ اللہ تعالیٰ   السلام علیکم   دعا کے بعد معلوم ہو کہ دوماہی زمزم
شمارے کے دو عدد میرے پاس برابر درست پہونچ گئے آپ کے دفاع عن الائمۃ سے مسرت ہوئی تھی۔
ربیع الاول وثانی کا زمزم مدتیں میں پہونچا دفتر رسالہ مظاہر علوم میں دیکھا اس کے ص ۲۹، ۳۰ کے اندر شعر
نواب صاحب کے ترجمہ کی طرف توجہ کرانا چاہتا ہوں۔ (۱) تقلید بگذارے کہ بجائے دیگر رود
کردہ ورد بہ سنت عسس مرا۔ عسس عاس کی جمع ہے اسکے معنی کوتوال کے ہیں،
کہتے ہیں کہ تقلید سے کہو کہ وہ کہیں اور چلی جائے کیونکہ لوگوں نے مجھے شہر سنت کا کوتوال مقرر کیا ہے (دیکھئے
منتخب) اسکا ترجمہ اشباہ صحیح نہیں ہے۔   بقیہ ص ۳۰ پر

محمد اجمل مفتاحی

خط اور اس کا جواب

جہراً آمین کہنے کا مسئلہ

مکرمی حضرت مولانا نورالدین نوراللہ الاعظمی
دامت برکاتہم العالیہ

سلام مسنون

ماہنامہ بحمدہ تعالیٰ پابندی سے مل رہا ہے دو سال پورے ہونے کو ہیں اور الحمدللہ ہر شمارہ وقت پر نکلتا رہا، دینی پرچوں میں یہ پابندی اور باقاعدگی کم ہی دیکھنے کو ملتی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ مولانا غازی پوری دامت برکاتہم العالیہ عمرہ پر گئے ہوئے ہیں، اسلئے یہ زحمت آپ کو دے رہا ہوں۔

بخاری شریف کی روایت ہے اذا امن الامام فامنوا یعنی جب امام آمین زور سے کہے تو تم بھی آمین زور سے کہو، یہ ترجمہ ایک غیر مقلد صاحب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بخاری شریف کی اس حدیث سے آمین کا زور سے کہنا ثابت ہو رہا ہے حنفیہ اس حدیث پر عمل نہیں کرتے ہیں، اس کا جواب ہماری طرف سے کیا دیا جائیگا براہ کرم مطلع فرمائیں۔

والسلام

اسمٰعیل پٹیل احمد آباد گجرات

ماہنامہ! بخاری شریف کی جو حدیث آپ نے نقل کی ہے، اس کا جواب دینے

کی ضرورت نہیں ہے اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے، الحمدللہ تمام احناف کا اس حدیث پر عمل ہے۔

بخاری شریف کی حدیث کا جو ترجمہ آپ نے نقل کیا ہے، وہ صحیح نہیں ہے، صحیح ترجمہ اس حدیث شریف کا صرف اتنا ہے، جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ جماعت والی نماز میں احناف کے مذہب میں امام بھی آمین کہتا ہے اور مقتدی بھی، تو ان کا عمل اس حدیث کے مطابق ہے خلاف نہیں۔

زور سے آمین کہنے کا اس حدیث میں ذکر نہیں ہے۔ مطلق آمین کہنے کا ذکر ہے، غیر مقلدین حضرات اپنی طرف سے زور سے کہنے کا۔ ترجمہ کر دیتے ہیں۔ حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس کا ترجمہ زور سے کہنے کا ہو۔

البتہ غیر مقلدین حضرات کا اس حدیث پر عمل نہیں ہے، اسلئے کہ جب وہ اس حدیث کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ جب امام زور سے آمین کہے تو تم بھی زور سے آمین کہو، تو ان کو اس امام کے پیچھے زور سے آمین نہیں کہنا چاہئے جو آہستہ سے آمین کہتا ہے۔ مگر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات جب احناف کی مسجد میں نماز ادا کرتے ہیں تب بھی وہ زور ہی سے آمین کہتے ہیں، حالانکہ حنفی امام زور سے آمین نہیں کہتا پس ان کا عمل اس حدیث کے خلاف ہوتا ہے، مگر ان حضرات کو اس کا احساس نہیں ہوتا۔

نیز اس حدیث کا تعلق جماعت والی نماز سے ہے، یعنی جب امام کے پیچھے مقتدی ہوں تو وہ امام کی آمین سن کر زور سے آمین کہیں، مگر غیر مقلدین حضرات جب تنہا نماز فرض ادا کرتے ہیں تب بھی آمین زور ہی سے کہتے ہیں، حالانکہ اس حدیث میں مقتدی کا حکم بیان کیا جا رہا ہے منفرد یعنی تنہا نماز ادا کرنے والے کا حکم نہیں بیان کیا گیا ہے۔

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی ایک حدیث میں منفرد کو یہ حکم نہیں دیا ہے کہ تم زور سے آمین کہو، تو آخر غیر مقلدین حضرات جب تنہا نماز پڑھتے ہیں تو کس دلیل

اور کس حدیث کی روشنی میں زور سے آمین کہتے ہیں۔ براہ کرم اپنے دوست سے پوچھ کر ہمیں بھی خبر کریں۔

چونکہ امت کے ایک ایک فرد کو جو نماز روزہ کا پابند ہے یہ معلوم ہے کہ امام کس جگہ آمین کہتا ہے اور مقتدی کو کب آمین کہنا چاہئے اسلئے یہ بحث ہی فضول ہے کہ امام جب زور سے کہے گا تب ہی مقتدی کو بھی آمین کہنے کا پتہ چلے گا۔

بہرحال آپ غور کریں گے تو یہ معلوم ہوگا کہ بخاری شریف کی مذکورہ حدیث پر ہر طرح احناف ہی کا عمل ہے، غیر مقلدین کا نہیں، غیر مقلدین حضرات جب اس حدیث میں اپنی طرف سے کچھ ملاتے ہیں تب جاکر ان کا عمل اس حدیث پر ہوتا ہے وہ بھی صرف ایک شکل میں، اور وہ شکل یہ ہے کہ وہ امام کے پیچھے ہوں، اور امام زور سے آمین کہے، اگر امام زور سے آمین کہنے والا نہ ہو اور غیر مقلد مقتدی اس کے پیچھے زور سے آمین کہے تو یہ حدیث کے خلاف ہوگا۔ نیز تنہا نماز پڑھنے والا بھی اگر زور سے آمین کہے گا تب بھی اس حدیث کے خلاف ہوگا۔ اسلئے کہ جیسا کہ عرض کیا گیا اس حدیث کا تعلق جماعت والی نماز سے ہے تنہا نماز ادا کرنے والوں سے نہیں ہے۔ بس آپ اپنے دوست سے فرمائیں کہ وہ اپنا عمل سنت کے مطابق کرنے کی کوشش کریں یہی ان کی سعادت و بھلائی کی بات ہوگی۔

والسلام

نورالدین نوراللہ الاعظمی

صفحہ ۳۰ کا بقیہ :۔ (۲) ترجمہ زیادہ تر یہ تھا رب بر ابل دائے ۔ اے رب جو کوابل والے پر تیرے عذاب کی آندھی کا ڈر ہے ۔۔ ابطال راست ہی کہ ان قوم ملنا ۔ کیونکہ ہماری قوم عاد سپاہی کو بابل پھر آئی ، راست کے معنی صدق قوم عاد ماجرا یہی کا مشاڑ الیہ ہے اس سے ابل والے مراد ہیں ۔

——— زین العابدین الاعظمی

مظاہر علوم سہارنپور ۹ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ

نور الدین نور اللہ الاعظمی

کچھ مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری کے بارے میں

ڈاکٹر رضاء اللہ مبارکپوری ہمارے بڑے کرم فرما دوست ہیں ان کی کرم فرمائیوں سے محظوظ ہوتے رہتے ہیں۔ ہمیں دہلی کے ایک پرچہ میں ان کا ایک مضمون پڑھنے کا اتفاق ہوا، مضمون بڑے غیظ و غضب میں لکھا گیا ہے اسی بنا پر وہ بہت کی جگہ زبان و بیان کی غلطیاں اس مضمون کی زینت بن گئی ہیں۔ مثلاً مولانا نور الدین صاحب نے .... سعادت حاصل کر رہے ہیں " یا مثلاً " مدارس سے رٹ جھگڑ کر راہ فرار کرتے رہے " وغیرہ۔

اگر ڈاکٹر صاحب سنجیدہ ہو کر مضمون لکھتے تو ان کا یہ مضمون با وزن ہوتا، خادم کا تو نام انھوں نے جگہ جگہ بگاڑ کر دیا ہے مثلاً " نور علی نور " اور ساتھ ان کا درس بھی جاری رہتا ہے کہ کسی کا نام بگاڑ کر لینا تنابز بالالقاب ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔ یعنی آپ جس کا درس دیتے ہیں اسی کا ارتکاب خود کر رہے ہیں، اور یہ سب کتاب و سنت کی روشنی میں کر رہے ہیں، اور کہاں تو ڈاکٹر صاحب کا یہ ہے کہ میرے مضمون کے بارے میں تبصرہ فرما رہے ہیں اور جگہ جگہ حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب دامت برکاتہم کو اپنی خارداز نگارش کا نشانہ بنا رہے ہیں، یعنی ایک تیر سے دو شکار کر رہے ہیں۔ بہرحال ابھی ڈاکٹر رضاء اللہ صاحب نوجوان ہیں، نوجوانوں کو غصہ جلد آتا ہے تھوڑی سی تربیت کے بعد یہ کیفیت ختم ہو جائے گی بشرطیکہ کسی اچھے کی صحبت حاصل ہو جائے۔

ڈاکٹر رضا اللہ صاحب کا یہ غصہ اس وجہ سے ہے کہ میں نے ایک صاحب کے جواب میں مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب کے بارے میں ان کے کچھ حالات مقدمہ تحفۃ الاحوذی کو سامنے رکھ کر لکھ بھیجے تھے اور وہ خدا نخواستہ میں شائع بھی ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب کو میرا جواب پسند نہیں آیا، ان کا غالباً مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کو دنیا کا سب سے بڑا عالم محدث محقق بنا کر پیش کیا جائے، میں نے مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب کی تصنیفات کا مطالعہ کیا ہے، اور ہمیں معلوم ہے کہ مولانا کس ذہن و مزاج کے تھے۔ ممکن ہے کہ کسی کے نزدیک وہ عالم بالا کی ہستی ہوں، مگر میرا اپنا مطالعہ یہ ہے اور بالکل غیر مقلدانہ میری تحقیق یہ ہے کہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری بہت متعصب عالم تھے، انصاف پسندی سے دور تھے، ہوی پرست تھے، محدثین کی شان میں گستاخ بجاتے تھے، صحابہ کرام تک پر بھی ہاتھ صاف کر دیتے تھے، یہ میری اپنی غیر مقلدانہ تحقیق ہے، نہ قاضی اطہر مبارکپوری کا میں مقلد ہوں اور نہ کسی اور پی ایچ ڈی وی ایچ ڈی کا۔

اور میں اپنی اس تحقیق کی بنیاد رکھتا ہوں، مثلاً مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے اپنے رسالہ المقالۃ الحسنیٰ میں ضعیف حدیث سے استدلال کیا ہے اور ایک بھی صحیح مرفوع اور صریح حدیث ایک ہاتھ سے مصافحہ پر نہیں پیش کی ہے۔ مگر ان کے تعصب کا عالم یہ ہے کہ انھوں نے حدیث کے ضعف کو ظاہر نہیں کیا اور اس کو صحیح کی شکل میں پیش کیا ہے۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دو ہاتھ سے مصافحہ پر جو حدیث پیش کی ہے اس کو وہ تسلیم نہیں کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

• امام بخاری کا یہ مقصود کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے ہوگا کسی حدیث مرفوع صریح سے ہرگز ثابت نہیں۔ ص۳

یعنی موصوف مبارکپوری صاحب علم حدیث میں اور شریعت میں سنت کیا ہے اور سنت کیا نہیں ہے اس کا علم رکھنے میں اپنے کو امام بخاری سے فائق اور بڑھا ہوا شمار کرتے ہیں، اور امام بخاری کی تحقیق کو غلط کہہ کر اپنا جھنڈا ان سے اونچا رکھنا چاہتے ہیں۔[1]

حاشیہ اگلے صفحہ پر

مولانا مبارکپوری کے تعصب ہی کی بات ہے کہ اپنی شرح تحفۃ الاحوذی میں جہاں اپنے مطلب کی بات آتی ہے تو امام ترمذی کی خوب تعریف کرتے ہیں اور جہاں امام ترمذی نے ان کے مطلب کے خلاف اپنی تحقیق پیش کی ہے وہاں وہ امام ترمذی پر برستے ہیں اور ان کو ناقابل اعتبار قرار دیتے ہیں، مثلاً تحفۃ الاحوذی (ص ۳۳، ۱/۲۰) میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"امام ترمذی حدیث کے اماموں میں سے ہیں اس لئے ان کی بات پر اعتماد کیا جائے گا۔"

اور ایک جگہ فرماتے ہیں:

امام ترمذی کا کسی حدیث کو حسن کہنا مقبول ہو گا اسلئے کہ وہ فن حدیث کے امام ہیں۔ (ص ۱۲۴، ۱/۲۰)

اور جب رفع یدین والے مسئلہ میں امام ترمذی نے عدم رفع یدین کی حدیث کو حسن قرار دیا تو یہاں مولانا مبارکپوری کا رنگ بدل گیا اور غیر مقلدین کے چولا میں آگئے اور اب انہیں امام ترمذی کے بارے میں فرماتے ہیں۔

تحسين الترمذي لا اعتماد عليه (ص ۲۲، ۱/۲۰)

یعنی امام ترمذی کی تحسین اور ان کے حدیث کو حسن کہنے پر اعتماد نہیں ہے۔

میرے بھائی ڈاکٹر رضا اللہ فرمائیں کہ کیا انصاف کا یہی تقاضا ہے۔ اور اسی کا نام حق پرستی اور تعصب سے خالی ہوتا ہے۔

مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس مسئلہ کے ضمن میں

---

(۱) رضا اللہ صاحب کو مولانا مبارک پوری کا امام بخاری کے بارے میں یہ غلطی بھلا معلوم ہوتا ہے اور اس سے امام بخاری کی شان گستاخی نہیں ہے، البتہ اگر احناف امام بخاری کی کسی تحقیق سے اختلاف کریں تو نوجوان رضا اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو غصہ آجاتا ہے۔

صحابی جلیل حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں دوسروں پر اعتماد کرکے یہ لکھ دیا کہ وہ نماز کے بہت سے مسئلوں میں بھول کا شکار تھے اور رفع یدین کرنا بھی وہ بھول گئے تھے۔ (۱)

اس قسم کی لغو اور لا یعنی بات کا نام ان غیر مقلدین کے یہاں انصاف اور تحقیق ہے، مولانا محمد ابو بکر غازی پوری دام مجدہ کی شاہکار کتاب۔ غیر مقلدین کیلئے لمحۂ فکریہ۔ رضا اللہ صاحب آنکھ کھول کر مطالعہ کریں انکو اپنے مولانا عبد الرحمن صاحب کا متعصب ہونا اور حدیث کے قبول اور رد کرنے کے بارے میں ان کا ہویٰ پرست ہونا ظاہر ہو جائے گا۔ اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ محدثین سے غیر مقلدوں کا تعلق محض نام کا ہے یا واقعۃً یہ محدثین کے احترام میں پُرخلوص ہیں، اگر رضا اللہ صاحب نے ہمیں مجبور کر دیا تو ہم مولانا مبارکپوری کے تعصب اور ہویٰ پرستی کا پوری تفصیل سے جائزہ لینے کے لئے تیار ہیں مگر اس کے بعد جو مولانا عبد الرحمن مبارکپوری کی مٹی پلید ہوگی اس کی ذمہ داری خود ڈاکٹر رضا اللہ پر ہوگی۔

ڈاکٹر صاحب کے اپنے مضامین میں ایک عام انداز یہ بھی ہے کہ وہ ایک بات کو پچاس مرتبہ دہراتے ہیں، اور جو اس کا جواب دیا گیا ہے اسکو گول کر جاتے ہیں۔

کیا یہی انصاف کا تقاضا ہے۔

---

(۱) مولانا عبد الرحمن مبارکپوری کے استاد غیر مقلدیت کے بانی میاں شیخ الکل نذیر حسین کی تحقیق تو یہ ہے کہ رفع یدین اور عدم رفع یدین دونوں احادیث سے ثابت ہے اور اس میں لڑنا جھگڑنا جہالت اور قرب قیامت کی علامت ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ جلد ۱)

مگر اپنے اس استاذ کی تحقیق کے برخلاف مولانا مبارکپوری نے اس مسئلہ میں تعصب کا مظاہرہ کرتے ہوئے صحابی رسول تک کو نشانۂ ملامت بنا دیا، اگر اسی کا نام غیر مقلدیت ہے تو تُف ہے ایسی غیر مقلدیت پر۔

محمد اجمل مفتاحی

نورالدین نوراللہ الاعظمی

شگفتہ کلیاں

یعنی غیر مقلدین علماء کے ادبی و انشائی شہ پارے

زمانہ علم و ادب اور زبان و انشاء کی ترقی کا ہے، اسی دور میں منٹو اور عصمت چغتائی نے اپنے ترقی یافتہ انشائی و ادبی اسلوب کی وجہ سے بڑا نام اور پیسہ کمایا۔

ہمارے سلفی غیر مقلدین علماء و ادباء نے بھی انشاء و ادب کے میدان میں کافی نام پیدا کیا ہے، اس زمانہ میں بھی بعض اہل قلم غیر مقلدین انشاء و ادب کے میدان کے شہسوار ہیں، اور عصمت چغتائی و منٹو کے ہم دوش و ہم رکاب۔

غیر مقلدین علماء و ادباء کا میدان علم و ادب میں خاص امتیاز حاصل کرنا ان کے کارناموں کی لمبی رفتار ہے، انھوں نے زندگی کے ہر میدان میں قائدانہ رول ادا کیا ہے، جہاد کے میدان میں ان کا کارنامہ معروف ہے، جنگ آزادی میں ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، انگریزوں کی خدمت بجا آوری میں یہ کافی نیک نام رہے ہیں، تصنیف و تالیف ان کا خاص میدان ہے۔

اسلئے انشاء و ادب اور خاص طور پر ترقی یافتہ ادب میں اگر غیر مقلدین اہل قلم و اہل انشاء سعادت حسین منٹو اور عصمت چغتائی کے ہم دوش و ہم رکاب ہو جائیں بلکہ ان سے آگے بڑھ جائیں تو جائے تعجب نہیں۔

ماشاء اللہ اس میدان میں بھی ان کے کارنامے ناقابل فراموش ہیں اور غیر مقلدین ادباء کے ادبی شہ پاروں سے دنیائے علم و ادب محظوظ ہو رہی ہے، زبان و ادب ترقی پا رہے ہیں اور ان کی

ناقابل فراموش تاریخ ثبت ہو رہی ہے۔

ہم عنوان بالا کے تحت گاہے بگاہے زمزم کے اہل ذوق قارئین کے لئے غیر مقلدین ادبا و علماء و اصحاب قلم کے ادبی و لسانی شہ پارے پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔ امید ہے کہ قارئین زمزم کو یہ سلسلہ پسند آئے گا اور وہ ہمارے لئے دعا گو ہوں گے۔

مولانا رئیس احمد ندوی دامت برکاتہم جامعہ سلفیہ بنارس کے بہت باوقار اور اونچے درجہ کے مدرس و عالم ہیں، جامعہ سلفیہ بنارس میں حدیث شریف کا درس دیتے ہیں بڑے محقق سلفی عالم ہیں بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، ہندوستان کے مختلف پرچوں میں مضمون نویسی کی مشق بھی جاری رکھتے ہیں۔ ہم بطور تبرک انھیں کی تحریروں سے اس کالم کا آغاز کرتے ہیں۔

اشاعۃ السنہ دہلی کا جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۲ اس وقت میرے ہاتھ میں ہے اس میں ان کے مضمون " فتنہ جنگ و جدل تقلید سے پیدا کردہ " سے ان کے علمی و ادبی چند شہ پارے اس صحبت میں قارئین زمزم کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

نورالدین نوراللہ الاعظمی

(۱) گفتگو میں جھوٹ کی عادت، امانت میں خیانت اور وعدہ شکنی کی عادت پکے منافقوں کی پکی علامات ہیں، اور یہ سارے اوصاف منافقانہ غازی پوری میں پائے جاتے ہیں۔ ص۲

ماشاء اللہ ماشاء اللہ۔

(۲) اور دوغلی پالیسی و تلبیسی و منافقانہ اوصاف سے بہرہ ور غازی پوری اینڈ کمپنی انسان کے ابنائے جنس۔ ص۲

سبحان اللہ، دوبارہ ارشاد۔

(۳) ایسے ناہنجار بے ادب، اور بدہ دہن گستاخ بے توفیق لوگوں کا کہاں تک شکوہ کیا جائے۔ ص۳

(جہاں تک ہو سکے بشرطیکہ تھکاوٹ نہ ہو)

(۴) ۔ اس مضمون میں " مدینے " کا لفظ لکھا ہوا ہے، ان کے محترم و معظم بلکہ حرم مدنی کے القاب و آداب کی بے ظرف دیئے لگام غازی پوری اینڈ کمپنی اور ان کے ابنائے جنس کا خصوصی شعار ہے۔ ص

یاشیخ سنت مددے، قاضی شوکاں مددے "[1] (نواب بھوپالی)

(۵) ۔ اس دورنگی و دو رخی عیاری و مکاری والی پالیسی کے جواز پر غازی پوری اینڈ کمپنی اور ان کے ابنائے جنس ہمارے لئے نصوص محکمہ و صریحہ سے ضرور باخبر کریں۔ ص

بے خبر، بے خبر کو کیسے باخبر کرے گا۔

(۶) دیوبندی و مودودی فرقے دراصل حنفی تقلید پرستی ہی کے علمبردار ہے مگر مودودی تقلید پرستی میں مصلحت پرستی کا بہت زیادہ دخل رہا کرتا ہے اور دیوبندی مصلحت پرستی بھی مودودی مصلحت پرستی سے کم تر نہیں۔ ص

۔ معاذ اللہ نکو گفتی۔

(۷) فرقہ مرجیہ کی کوکھ سے ایک دو صدی سے پیدا ہونے والے تین نومولود فرقوں دیوبندی، بریلوی، مودودی سے ہم واقف ہیں۔

۔ اس اطلاع پر بہت بہت شکریہ۔

(۸) ۔ ابوبکر غازی پوری اینڈ کمپنی اور ان کے ابنائے جنس اپنے مالی و غیر مالی سرپرستوں

---

(۱) نواب صاحب پریشانی کے وقت یہ شعر پڑھا کرتے تھے اور شیخ شوکانی سے مدد طلب کرتے تھے۔ یاد رہے کہ مردوں سے مدد طلب کرنا اور استغاثہ کرنا اکابر غیر مقلدین کے یہاں جائز ہے، نواب صاحب کا بھی یہی مذہب تھا اسی وجہ سے وہ شوکانی سے مرنے کے بعد بھی مدد طلب کرتے تھے، ہم اہلسنت کے یہاں خدا کے سوا کسی مخلوق سے اس کے مرنے کے بعد براہ راست مدد طلب کرنا جائز نہیں ہے۔

کی سرپرستی میں اپنے سرپرستوں کی مقدار سرپرستی بلکہ کسی بھی سرپرست کا نام ظاہر کیے بغیر سلفیت کے خلاف ایک محاذ کھولا ہے۔ [illegible]

اور اب اس محاذ کو بند کرنا آپ کا کام ہے خدا توفیق دے

(۹) پوری تاریخ سلفیت سامنے ہونے کے باوجود فرقہ مرجیہ کی نئی اولاد سوڈا واٹر والے جوش سے سرمست ہو کر نئے جوش ولولہ و عزائم کے ساتھ سلفیت کے خلاف اچھلنے کودنے لگتی ہے۔ [illegible]

حالانکہ اس کو سلفیت کے سامنے سرنگوں ہونا چاہیے تھا۔

(۱۰) ابھی بعض نو زائد اولاد مرجیت میں سے سعید واڈ اینڈ کمپنی کے منافقانہ نام والے مکتبہ اثریہ کے کارکن سلفیت و حامیان سلفیت کے خلاف دھاچوکڑی مچائے ہوئے ہیں، اس الٹی کھوپڑی میں یہ واضح و آسان بات نہیں سمائی کہ

چراغ را کہ ایزد بر فروزد　　ہر آں کہ تف زند ریشش بسوزد　[illegible]

ماشاء اللہ ماشاء اللہ کیا شعر پڑھا ہے تند مکرر ہے دو بارہ ارشاد، آپ کی اردو دانی و فارسی دانی پر یہ کہنے کو جی چاہتا ہے۔

تا مرد سخن نگفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد (۱)

یار زندہ صحبت باقی

---

(۱) یعنی آدمی جب تک خاموش رہتا ہے بولتا نہیں ہے اس کا عیب و ہنر چھپا رہتا ہے۔

محمد اجمل مفتاحی

خط اور اس کا جواب

جمعہ کی اذان عثمانی کو بدعت کہنا گمراہی ہے

مکرمی زاد مجدھم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی !

الحمد للہ زمزم کے شماروں کا بالاستیعاب مطالعہ کا شرف حاصل کر چکا ہوں، اس کی دو سال فائلیں میرے پاس ایک قیمتی سرمایہ کے طور پر محفوظ ہیں۔

زمزم نے ہماری آنکھیں روشن کر دی ہیں اور احناف رحمہم اللہ کے بارے میں ہر قسم کے شک وشبہ سے دل ودماغ پاک وصاف ہیں، اللہ تعالیٰ دارین میں آپ کو جزائے خیر دیں۔ غیر مقلدیت کے طوفان کیلئے زمزم سد سکندری بن گیا ہے، آپ کی ذاتِ گرامی ہم تمام برادران کے لئے باعث صد افتخار ہے۔

ہمارے یہاں آج کل بعض سلفی حضرات نے جمعہ کی اذان عثمانی کو بدعت عثمانی کہنا شروع کر دیا ہے، غالباً زمزم کے شماروں میں اس مسئلہ پر کوئی مضمون شائع نہیں ہوا ہے، براہ کرم اس بارے میں آپ اپنی معلومات سے ہم کو فائدہ پہونچائیے۔

والسلام

نظام الدین قاسمی بہرائچ

مزاج گرامی ! جمعہ میں اذان عثمانی کو بدعت کہنا حضرت عثمان خلیفہ راشد داماد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بہت بڑی گستاخی ہے۔ اس طرح کی بات کوئی مسلمان زبان سے نہیں نکالے گا، اللہ تعالی سلفی حضرات کو دین کی سمجھ دیں، یہ حضرات جب صحابہ کرام کے بارے میں اس طرح کی باتیں کرتے ہیں تو میں کانپ جاتا ہوں، ذرا سوچیں اگر صحابہ کرام اور خلفائے راشدین ہی بدعت کو ایجاد کرنے والے اور بدعتی بن جائیں تو پھر اس دین کا کیا بنے گا جس کی بنیاد ہی صحابہ کرام کی دعوت و تبلیغ پر ہے۔ اللہ نے صحابہ کرام ہی کو ساری امت تک دین کے پہونچنے کا ذریعہ بنایا ہے۔

ان سلفی حضرات نے اپنا نام سلفی رکھ تو لیا ہے مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو صحابہ کرام کے بارے میں اس قدر بدعقیدہ ہو کہ ان کو بدعت کا ایجاد کرنے والا اور بدعتی قرار دے وہ سلفی کیسے ہوگا، سلف کا سلسلہ تو صحابہ کرام ہی سے شروع ہوتا ہے، صحابہ کرام کو جو اپنا سلف نہ مانے وہ رافضی اور شیعہ تو ہوگا مگر سلفی نہیں ہو سکتا، اگر کوئی شیعہ اس قسم کی بات کرے تو سمجھ میں بھی آتا ہے کہ شیعوں کا عقیدہ ہی صحابہ کرام سے تبری و براءت کا ہے، مگر سلفی نام رکھ کر کسی ادنی درجہ کے صحابی کے بارے میں اس قسم کی بات کرنا چہ جائیکہ کسی خلیفہ راشد کی بات ہو سلفیت کا مذاق اڑانا ہے۔

اگر جمعہ میں اذان عثمانی کو بدعت احناف کی ضد میں کوئی صاحب فرماتے ہیں تو شاید ان کو معلوم نہیں کہ اس اذان کی مسنونیت کے قائل صرف احناف نہیں ہیں بلکہ تمام محدثین و فقہاء اور پوری امت اسلامیہ اس اذان کو مسنون مانتی ہیں اور پورے عالم اسلام میں صحابہ کرام کے زمانہ سے لے کر آج تک اس اذان پر عمل ہو رہا ہے، اہل سنت کی تمام مساجد میں جمعہ کی دو اذان ہوتی ہے، البتہ امت کے اس اجماعی عمل کے خلاف شیعوں نے اس اذان پر بدعت ہونے کا حکم لگایا ہے، اور انہیں کی اتباع و تقلید میں غیر مقلدین بھی اس اذان کو بدعت قرار دیتے ہیں، اور نام رکھے ہوئے ہیں اپنا اہل حدیث اور سلفی ۔

چمن میں رونق فصل بہاراں دیکھنے والو ✿ چمن ہی کے کسی گوشہ سے ہوتی ہے خزاں پیدا

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنی کتاب منہاج السنۃ جلد ثالث صفحہ ۲۰۴ و صفحہ ۲۰۵ میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ شیعہ رافضی کا یہ کہنا کہ جمعہ کی اذان عثمانی بدعت ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ بدعت تھی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس بدعت کو ختم کیوں نہیں کر دیا۔ اگر یہ اذان بدعت تھی تو کسی صحابی نے اس پر انکار کیوں نہیں کیا؟

اگر شیعہ اور رافضی یہ کہتے ہیں کہ یہ اسلئے بدعت ہے کہ اس کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے، حضرت عثمان نے اس کو بلا دلیل شرعی جاری کیا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان رافضیوں اور شیعوں کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان نے اس کو بلا دلیل شرعی جاری کیا؟ اگر تمہیں اس کی دلیل شرعی نہیں معلوم تو کیا ضروری ہے کہ حضرت عثمان کو بھی اس کی دلیل شرعی نہ معلوم ہو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت عثمان کا یہ وہ فعل تھا جس کو ساری امت نے بالاتفاق قبول کیا ہے چاروں مذاہب والوں کا اس پر عمل ہے جیسا کہ تمام امت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تراویح والے عمل کو ایک امام کے پیچھے باجماعت تراویح پڑھنا بالاتفاق قبول کر لیا ہے اور آج تک ساری امت اسی طرح تراویح پڑھتی ہے۔"

ابن تیمیہ مزید فرماتے ہیں:

وکلھم متفقون علی اتباع عمر و عثمان فیما سناہ

یعنی ساری امت حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے مسنون و جاری کردہ عمل کو بالاتفاق قابل اتباع سمجھتی ہے۔

تعجب ہے کہ جماعت مقلدین شیعوں کی اتباع و تقلید میں ایک ایسے عمل کو بدعت قرار دیتے ہیں جس کو ساری امت نے سنت سمجھ کر قبول کیا ہے، اور اسلئے اس کو سنت سمجھا ہے کہ خلفائے راشدین کا کوئی عمل بدعت نہیں ہوتا ہے بلکہ بحکم رسول اللہ وہ سنت ٹھہرتا ہے، آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین۔ اس حدیث شریف میں اللہ کے رسول نے خلفائے راشدین کے دینی و شرعی عمل و طریقہ کو بھی سنت قرار دیا ہے جناب رسالت میں کس قدر گستاخی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو سنت قرار دیں غیر مقلدین اس پر بدعت ہونے کا حکم لگائیں۔

استغفر اللہ ثم استغفر اللہ

پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی

کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

حالانکہ امت کا یہ اجماعی فیصلہ ہے کہ خلفائے راشدین کا عمل سنت متبعہ ہے، یعنی ایسی سنت جس کی اتباع و پیروی لازم ہے، حافظ ابن حجر بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں:

فان کان من الخلفاء الراشدین فھو سنۃ متبعۃ (فتح الباری ج۴ ص ۲۰۰)	یعنی اگر کوئی عمل زمانہ نبوت میں نہیں تھا، اور اسکو خلفاء راشدین نے جاری کیا تو وہ سنت ہے، اور اس کی اتباع ضروری ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ خلفائے راشدین کا عمل لغۃً بدعت تو کہلائیگا مگر شریعت میں وہ عمل مسنون ہوتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ۔

لانھم سنوہ بامر اللہ ورسولہ فھو سنۃ۔ (فتاوی ج ۲۲ ص ۲۳۵)	یعنی خلفائے راشدین نے اپنے زمانہ میں جس چیز کو جاری کیا وہ اللہ اور اسکے رسول کے حکم سے جاری کیا ہے اسلئے وہ سنت ہی ہے۔

بہر حال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جاری کردہ اذان کو بدعت شرعی قرار دینا کسی اہلسنت والجماعت سے متصور نہیں ہوسکتا، یہ صرف شیعوں رافضیوں اور غالی اور متشدد قسم کے غیر مقلدین کا عقیدہ ہے۔ میں نے غالی و متشدد کی بات اسلئے کی ہے کہ سنجیدہ غیر مقلدین بھی

اس اذان عثمانی کو بدعت نہیں قرار دیتے ہیں، بلکہ اس کے جواز کے قائل ہیں۔

میاں نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ نذیریہ میں ہے۔

سوال۔ جمعہ کی اذان ثالث جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ جائز ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۱۴۳)

اگر غیر مقلدین کا یہ فرمان تسلیم کیا جائے کہ جمعہ کے روز کی اذان عثمانی بدعت اور بدعت سے مراد ان کی بدعت شرعی ہو تو میاں صاحب کے بارے میں ان حضرات کا کیا فتویٰ ہوگا جو ایک بدعت کو جائز قرار دیتے ہیں، حالانکہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کل بدعۃ ضلالۃ یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔ گمراہی کے جائز ہونے کا فتویٰ دینا تو موجب کفر ہے۔

غیر مقلدین بلا سوچے سمجھے فتویٰ بازی کی مہم میں لگ جاتے ہیں اور ان کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ ان کے فتویٰ کی زد میں ان کے اکابر بھی آجاتے ہیں۔

جب غیر مقلدین کو تمام امت اور تمام فقہاء و محدثین کے خلاف مذہب اختیار کرنے اور شیعوں سے ہم عقیدہ و ہم مذہب ہونے کی وجہ سے احساس کمتری ستاتا ہے تو بجائے اسکے کہ وہ نادم و پشیمان ہو کر اپنے باطل مذہب سے رجوع کریں اور مسلک اہل حق کا اختیار کریں۔ وہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین کی عجیب و غریب تاویل کرتے ہیں کہ علم و عقل سر پیٹ کر رہ جائیں۔ چنانچہ دیکھئے اس مسئلہ میں غیر مقلدوں کے محدث اعظم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے علیکم بسنتی والی حدیث کی کیسی عجیب تاویل فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

لیس المراد بسنۃ الخلفاء الراشدین الا طریقتھم الموافقۃ لطریقتہ صلی اللہ علیہ وسلم (تحفہ ج ۱ ص ۳۶۹)

یعنی حدیث شریف (علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین) میں خلفاء راشدین کی سنت سے مراد ان کا وہ طریقہ ہے جو آنحضور کے طریقہ کے موافق ہو۔

پھر فرماتے ہیں چونکہ حضرت عثمان والی اذان حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ
میں نہیں رہی یہ ان کا اجتہادی فعل تھا اس وجہ سے اس کو امر مسنون قرار دینا محل نظر ہے۔
ممکن ہے کہ مولانا مبارکپوری کی اس غیر عالمانہ و متعصبانہ اس حدیث کی شرح و تفسیر
سے غیر مقلدین اور شیعوں کو خوشی و مسرت حاصل ہو اور یہ سمجھیں کہ ہمارے غیر مقلد مولانا
نے بڑا اہم نکتہ پیدا کر دیا ہے، مگر اہل علم و صاحب عقل و شعور تو اس شرح و تفسیر کا مذاق
اڑائیں گے، بلکہ ان کے علم و عقل پر سر پیٹ کر رہ جائیں گے۔
مولانا کی اس شرح و تفسیر کی اتباع میں منکرین سنت کہیں گے کہ ہمیں اللہ نے
رسول کی انہیں امور میں اتباع کا حکم دیا ہے جن میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے حکم کے
موافق حکم فرمائیں اگر کتاب اللہ میں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر موجود نہیں ہے جس کا
آپ صلے اللہ علیہ وسلم حکم فرماتے ہیں یا جس کو آپ سنت قرار دیتے ہیں تو اس حکم کا ماننا اور
اس سنت کی اتباع ہمارے لئے ضروری نہیں، اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایسی سنت
کو سنت شرعی نہیں کہا جائے گا۔ اس لئے کہ مطاع حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ ہی شارع
حقیقی ہے اس لئے آنحضور کا ایسے کسی حکم کو ماننا اور کسی سنت پر عمل کرنا جس کا حکم کتاب اللہ
میں نہ ہو بے دینی کی بات ہوگی۔
معلوم نہیں مولانا مبارکپوری اور ان کے متبعین منکرین سنت سے جب وہ ان کو
انہیں کی تیار کردہ چھری سے ذبح کریں گے تو کس طرح اپنی جان بچائیں گے۔
ہمیں یہاں کہنے دیجئے کہ غیر مقلدین علماء کی اسی طرح کی باتوں نے فتنۂ انکار
سنت کو جنم دیا ہے۔ اور جتنے بھی منکرین سنت ہوئے ہیں سب اسی غیر مقلدیت کے
راستے سے اس راہ انکار سنت پر چلے ہیں۔
مولانا عبدالرحمٰن غیر مقلد صاحب تو اپنی شان غیر مقلدیت کا اظہار کر کے
دنیا سے رخصت ہو گئے اور صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے عمل کو غیر مسنون کہہ کر
اپنا سینہ ٹھنڈا کر لیا مگر آنحضور نے یہ نہیں جانا کہ صحابہ کرام اور خلیفہ راشد عثمان غنی رضی اللہ عنہ

کے جس عمل کو تمام امت نے بالاتفاق قبول کرلیا ہو اور اسے سنت ہی سمجھ کر قبول کیا ہو اس کی مخالفت کا نعرہ بلند کرنا خود اپنی علمیت وقابلیت کا مرثیہ پڑھوانا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک لا تجتمع امتی علی الضلالۃ[1] کا صریح انکار ہے۔

مولانا مبارکپوری کے جب کلام کا جائزہ لیا جائے تو اس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ خلفائے راشدین کی مستقل سنت کوئی چیز نہیں ہے، حالانکہ اس کے قائل امت محمدیہ میں صرف رافضی یا ان جیسے بعض دوسرے فرقے ہیں، اہل سنت والجماعت کا متفق علیہ فیصلہ ہے کہ خلفائے راشدین کی سنت مستقل حجت ہے، اور جس طرح آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت واجب الاتباع ہے اسی طرح خلفائے راشدین کی بھی سنت واجب الاتباع ہے۔

حافظ ابن حجر کی یہ بات پھر ایک بار ذہن میں تازہ کیجئے۔ فان کان من الخلفاء الراشدین فھو سنۃ متبعۃ، یعنی جو امر خلفائے راشدین مسنون فرمائیں وہ بھی سنت ہے اور اس کا اتباع ضروری ہے۔

ممکن ہے کہ کوئی صاحب یہ فرمائیں کہ حضرت ابن عمر نے اس کو بدعت کہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کا اس کو بدعت کہنا یہ بدعت اصطلاحی نہیں بلکہ یہ بدعت لغوی ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تراویح باجماعت کو بدعت کہنا بدعت اصطلاحی نہیں بدعت لغوی تسلیم کرنے پر ساری امت کا اتفاق ہے، حتی کہ غیر مقلدین بھی اس کو بدعت لغوی ہی پر محمول کرتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ ان کا اس بدعت پر بلا تکلف عمل ہے، اب معلوم نہیں کیا وجہ ہے کہ حضرت عمر والی بدعت پر تو ان کا عمل ہے اور عثمان رضی اللہ عنہ والی بدعت سے ان کو نفور ہے۔ اس تضاد کو غیر مقلدین ہی حل کریں گے۔

اذان عثمانی کو بدعت قرار دینا یہ غیر مقلدین کا شوق عمل بالحدیث نہیں ہے بلکہ صحابہ کرام، تابعین عظام اور تمام محدثین و فقہاء اور تمام اہلسنت کو گمراہ اور بدعتی قرار دینا ہے

---

(۱) میری امت گمراہی پر نہیں جمع ہو سکتی۔

اور ظاہر بات ہے کہ اس طرح کی بات صرف وہی کہہ سکتا ہے جو خود سب سے بڑا گمراہ اور عقل و فہم سے عاری ہو۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں۔

وعمل اهل المدينة الذى يحتج به ما كان فى زمن الخلفاء الراشدين۔

یعنی اہل مدینہ کا وہی عمل قابل حجت ہے جو خلفائے راشدین کے زمانہ میں پایا جاتا رہا ہو۔

(زاد المعاد ج۱ ص۳۲)

اس سے معلوم ہوا کہ خلفاء راشدین کے زمانہ میں جو عمل بھی رائج ہوا خواہ خلفائے راشدین نے اسے خود جاری کیا ہو یا ان کے زمانہ میں مسلمانوں میں وہ عمل پایا جاتا رہا ہو اگرچہ اس کا عملاً ثبوت عہد نبوی میں نہ پایا جاتا رہا ہو مگر خلفائے راشدین کا اس عمل کو جاری یا باقی رکھنا اور اس پر نکیر نہ کرنا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ وہ مسنون عمل ہے اور وہ امر شرعی ہے۔ اس لئے کہ اگر خدانخواستہ وہ عمل شریعت سے متعلق نہ رکھتا ہو تو خلفائے راشدین اس کو اپنے زمانہ میں باقی نہ رہنے دیتے اور اس کو بزور طاقت ختم کرتے۔ خلفائے راشدین کے زمانہ میں امر منکر کا شیوع ان کی راشدہ خلافت کو داغدار کرتا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جاری کردہ اذان کو بدعت کہنا جیسا کہ غیر مقلدین کہتے ہیں بڑی جرأت اور بڑی جسارت اور خلفائے راشدین کی شان میں نہایت گستاخی کی بات ہے بلکہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی کھلم کھلا مخالفت اور آپ کا صریح معارضہ و مقابلہ ہے کہ جس امر کو آپ صلے اللہ علیہ وسلم سنت قرار دیں اس کو بدعت کہا جائے۔ اللہ کے رسول کی شان میں اس سے بڑھ کر گستاخی اور کیا ہو سکتی ہے۔

کاش غیر مقلدین حضرات زبان سے کسی چیز کے بارے میں سنت و بدعت کا فتویٰ جاری کرنے سے پہلے اس کے انجام و عواقب کا بھی اندازہ کر لیتے تو سمجھداری کی بات ہوتی۔

ذرا ادھر اُدھر کی تو بات کر یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا • مجھے راہ زنوں سے غرض نہیں تری راہبری کا سوال ہے

بقیہ ص۵۴ پر

محمد اجمل مفتاحی

طٰہٰ شیرازی

خمارِ سلفیت

فتویٰ نمبر ۱

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی شیخ الکل میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتویٰ پر کچھ اشکال ہے، آپ اسے حل کردیں ۔

باپ ۔ بیٹا ۔ پہلے فتویٰ تو سناؤ،

بیٹا ۔ اباجی فتویٰ سوال وجواب کے ساتھ یہ ہے :-

سوال ۔ اگر ایک گاؤں میں دو مسجدیں ہوں تو ان میں علیحدہ علیحدہ نماز جمعہ پڑھنی جائز ہے کہ نہیں یا ایک ہی میں جمعہ پڑھنا چاہیے ۔

جواب ۔ جائز ہے، لیکن اولیٰ یہ ہے کہ ایک ہی مسجد میں جمعہ ادا کیا جائے تاکہ جماعت بڑی ہو ۔ (فتاویٰ نذیریہ ۵۹۰/۱)

باپ ۔ بیٹا ۔ سوال کا جواب بالکل صحیح ہے، اس میں تمہیں اشکال کیا ہے ؟

بیٹا ۔ اباجی ۔ مجھے اشکال یہ ہے کہ میاں صاحب اور مفتی صاحب نے ایسے جمعہ کے جائز ہونے پر نہ قرآن سے دلیل پیش کی اور نہ حدیث سے ، یہ تو مقلدین والا جواب ہوگیا ۔
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کس گاؤں میں دو جمعہ ہوتا تھا یا صحابہ کرام کے زمانہ میں ایک گاؤں میں دو جمعہ کہاں ہوتا تھا ، اباجی اگر آپ کو معلوم ہو تو ہمیں بتلائیے ۔

باپ ۔ بیٹا۔ اس کا علم تو مجھے بھی نہیں ہے۔

بیٹا ۔ ابا جی اگر حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے یا صحابہ کرام کے زمانہ میں اس کا ثبوت نہیں ملتا تو شاید قرآن میں اس کا بیان ہو۔

باپ ۔ بیٹا قرآن میں بھی اس کا بیان نہیں ہے۔

بیٹا ۔ تو ابا جی فتویٰ کا یہ جواب ہمارے مفتی صاحب اور میاں صاحب نے کتاب وسنت کے خلاف قیاس اور رائے سے دیا ہے ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

فتویٰ نمبر ۲

بیٹا ۔ ابا جی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ ہم لوگ تو قیاس سے فتویٰ نہیں دیتے ہیں ؟

باپ ۔ نہیں بیٹا قیاس کرنا حرام ہے، اور یہ شیطان کا کام ہے۔

بیٹا ۔ فتاویٰ نذیریہ میں سوال ہے کہ دو آدمی قریب قریب نماز پڑھ رہے تھے ایک نمازی کا دامن دوسرے نمازی سے دب گیا، جس کا دامن دبا تھا اس نے اپنا دامن کھینچ کر نکال لیا، تو اس کی نماز فاسد ہوئی یا نہیں ؟

باپ ۔ بیٹا، جواب میں کیا لکھا ہے ؟

بیٹا ۔ لکھا ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی۔

باپ ۔ بالکل صحیح جواب ہے، اہلحدیث والا جواب ہے۔

بیٹا ۔ ابا جی اہلحدیث والا جواب تو جب ہوتا جب جواب قیاس کرکے نہ دیا جاتا، یہ جواب تو مقلدین والا ہے، مفتی صاحب جو مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب ہیں، فرماتے ہیں کہ نماز اس لئے فاسد نہیں ہوگی کہ حضور اور صحابہ کرام سے اس سے زیادہ نماز میں عمل کے پائے جانے کا ثبوت ہے، اور پھر حضور نے حضرت امامہ بنت ابی العاص کی حدیث

پیش کی ہے کہ اللہ کے رسول ان کو کاندھے پر سوار کر کے نماز پڑھا کرتے تھے اور رکوع اور سجدہ میں ان کو کاندھے سے اتارتے اور پھر قیام کے وقت کاندھے پر سوار کر لیتے۔

ابا جی ایک صورت کو دوسرے صورت پر قیاس کر کے جواب دینا یہ اہلحدیث والا فتویٰ کیسے کہلائے گا، یہ تو مقلدین والا جواب ہے۔

باپ۔ بیٹا حدیث و قرآن پر قیاس کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ایسا قیاس جائز ہے۔

بیٹا۔ ابا جی مقلدین بھی تو قرآن و حدیث ہی پر قیاس کرتے ہیں تو ان کا قیاس کیوں حرام ہو جاتا ہے۔؟

ابا جی ایسا کیوں ہے کہ قیاس ہم کریں تو جائز اور اگر قیاس مقلدین کریں تو ناجائز؟

باپ۔ بیٹا ذرا قیاس کا نام آہستہ لو ابھی شیخ کلو آنے والے ہیں آج کل ان کا مزاج کچھ برہم ہے۔

بیٹا۔ کیوں ابا جی؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

فتویٰ نمبر ۳

بیٹا۔ ابا جی

باپ۔ جی بیٹا، آج صبح مسجد سلفیان میں بڑا ہنگامہ ہو گیا، فضیلۃ الشیخ کلو جمن کو ناک پر کافی چوٹ آئی ہے۔

باپ۔ بیٹا، ہنگامہ کس بات پر ہوا؟

بیٹا۔ ابا جی فضیلۃ الشیخ کلو و فضیلۃ الشیخ جمن صوفی زہیر کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ چکے تھے، اور ظہر کی سنت ادا کر رہے تھے کہ چار پانچ کا گروپ آیا اور اس نے اقامت کہہ کر اپنی دوسری جماعت شروع کر دی، جب اقامت کہی جا رہی تھی تو ایک نوجوان نے شیخ کلو اور شیخ جمن کو سنت پڑھتے دیکھ کر دھکا مار دیا، اور انکی نماز خراب کر دی اس پر ہنگامہ ہو گیا اور فضیلۃ الشیخ کلو اور شیخ جمن کی ناک زخمی ہو گئی۔

باپ ۔ بیٹا۔ آخر اس نوجوان نالائق نے ان بزرگوں کو دھکا کیوں مارا ؟

بیٹا ۔ لوگوں نے جب اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے حدیث پر عمل کیا ہے ۔ حدیث میں آتا ہے ۔ اذا اقیمت الصلٰوۃ فلا صلٰوۃ الا المکتوبۃ یعنی جب نماز کیلئے اقامت کہی جائے تو فرض کے علاوہ کوئی نماز نہیں پڑھی جائے گی، اور فضیلۃ الشیخ کو اور جن اقامت کی حالت میں سنت پڑھ رہے تھے ان کا یہ سنت پڑھنا اس حدیث کے خلاف تھا، اور غیر شرعی اور منکر عمل تھا جس کو بزور طاقت روکنا حسب فرمان نبوی (جب تم میں کا کوئی غیر شرعی عمل دیکھے تو اس کو ہاتھ سے بدل ڈالے) ضروری تھا ۔

باپ ۔ بیٹا یہ ہمارے نوجوان سلفی دو چار حدیث سن سنا کر جگہ جگہ ہنگامہ برپا کرتے رہتے ہیں، ان کا وجود مستقل فتنہ بنتا جا رہا ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی ان نوجوانوں نے حدیث پر عمل کیا ہے تو آپ ان کے عمل کو فتنہ قرار دیتے ہیں بڑے تعجب کی بات ہے ۔

باپ ۔ بیٹا۔ یہ نوجوان بالکل اناڑی اور جاہل ہیں، دیکھو ہمارے محدث مبارکپوری اذا اقیمت الصلٰوۃ والی حدیث کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں ۔

"مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ اے نمازیو جب اس فرض نماز کیلئے اقامت کہی جاوے جس کو تم نے ابھی ادا نہیں کیا ہے تو بجز اس فرض نماز کے تم کو کوئی اور نماز نہیں پڑھنی چاہیے ۔ (فتاویٰ نذیریہ صفحہ ۳۲۷/۱)

بیٹا ۔ اباجی محدث مبارکپوری صاحب نے اس مختصر سی حدیث کا جو اتنا لمبا چوڑا مطلب بیان کیا ہے اس کی دلیل کیا ہے، کیا یہ مطلب کسی صحابی سے منقول ہے ؟

باپ ۔ بیٹا انھوں نے کسی صحابی یا غیر صحابی سے اس مطلب کو نقل نہیں کیا ہے یہ ان کا فہم ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی، ہمارے یہاں تو صحابہ کرام کا فہم حجت نہیں ہے حتیٰ کہ حضرت عائشہ جیسی

جلیل القدر عالم صحابیہ کا بھی فہم حجت نہیں ہے، حضرت علی خلیفہ راشد کا فہم حجت نہیں تو جب صحابہ کرام کا فہم ہمارے مذہب میں ناقابل اعتبار ہے تو مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کا ایسا کیا سرخاب کا پر لگ گیا ہے کہ کتاب و سنت کی تشریح و تفسیر میں ان کا فہم حجت اور انکی رائے معتبر قرار پائے گی؟

ابا جی کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب اپنے فہم کو صحابہ کرام کے فہم سے اونچا سمجھتے ہوں؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

فتویٰ نمبر ۲

بیٹا ۔ ابا جی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ میاں مسکین جن کو شیخ کلو نے اسی ہفتہ مقلد سے غیر مقلد بنایا تھا انھوں نے پھر سے مقلد ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔

باپ ۔ بیٹا ۔ میاں مسکین کو ہم نے حضرت میاں صاحب کا فتاویٰ نذیریہ پڑھنے کو دیا تھا، اس مقدس کتاب کو کیا انھوں نے پڑھا نہیں، اس میں تقلید کے خلاف بڑا مواد ہے۔

بیٹا ۔ ابا جی فتاویٰ نذیریہ ہی پڑھ کر تو ان کا مزاج برہم ہوا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے یہ کہا جاتا تھا کہ اہلحدیث لوگ صرف کتاب و سنت کی بات کرتے ہیں اور فتاویٰ نذیریہ میں مقلدین کی کتابوں کے حوالے پر حوالے ہوتے ہیں، کبھی ہدایہ سے کہیں در مختار سے کبھی کسی اور فقہ کی کتاب سے یہ تو مقلدین والا ہی طرز ہے، خالص کتاب و سنت سے فتویٰ دینے کا دعویٰ غلط اور جھوٹا ہے، مگر میاں مسکین کی برہمی کی ایک بڑی وجہ دوسری ہے۔

باپ ۔ وہ کیا ہے بیٹا ۔؟

بیٹا ۔ ابا جی فتاویٰ نذیریہ میں سوال و جواب کے ساتھ یہ فتویٰ مذکور ہے۔

سوال ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ بغیر خطبہ کے ہو جاتی ہے یا نہیں!

الجواب، نماز جمعہ بغیر خطبہ کے ہوجاتی ہے

باپ ۔ ہم اہلحدیث لوگوں کا یہی مذہب ہے، اور یہ فتویٰ بالکل درست ہے، میاں سکین کو اعتراض کیا ہے؟

بیٹا ۔ اباجی اسی جواب میں آگے یہ بھی لکھا ہے ۔

مگر بغیر خطبہ کے نماز جمعہ نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ صحابہ وتابعین وغیرہ سے منقول، بلکہ خطبہ پر مواظبت و مداومت (یعنی ہمیشگی) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین وتابعین رحمہم اللہ وغیرہ پائی گئی ہے۔

(ج ۱ ص ۲۱۶)

اباجی میاں سکین کہتے ہیں کہ جب ہمارے علمائے اہلحدیث کو یہ خود اعتراف ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین نے کبھی بلاخطبہ جمعہ نہیں پڑھا تو بلاخطبہ نماز جمعہ کو جائز قرار دینا سنت رسول و سنت صحابہ وتابعین کی صریح مخالفت ہے، جو اہلحدیث نام رکھنے والی جماعت کیلئے بالکل حرام ہے، اگر اہلحدیث جماعت بلاخطبہ والی نماز جمعہ کو جائز سمجھتی ہے تو اس کا یہ دعویٰ کہ وہ سنتِ رسول کے خلاف عمل نہیں کرتی بالکل ڈھونگ ہے۔

باپ ۔ بیٹا، بات تو میاں سکین کی معقول ہی معلوم ہوتی ہے

بیٹا ۔ اباجی میاں صاحب کا یہ فتویٰ اپنی رائے سے تو نہیں ہے؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا

فتویٰ نمبر ۵

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی میاں سکین اور شیخ شکیبن میں آج زبردست مناظرہ ہونا تھا، بڑی زوردار بحث ہوئی، میاں سکین جیت گئے۔

باپ ۔ بیٹا یہ دونوں اہلحدیث ہیں پھر مناظرہ اور بحث کس بات پر ہو رہی تھی

بیٹا ۔ ابا جی میاں شکنجبین کہہ رہے تھے کہ دینی مسائل میں صرف کتاب وسنت سے فیصلہ کرنا چاہئے، ائمہ کی بات کا رد کرنا ضروری ہے، فقہاء کی فقہ کی طرف رجوع کرنا حرام ہے ۔ اور میاں مسکین کا کہنا تھا کہ فقہاء کی فقہ کے بغیر نہ دینی گاڑی چل سکتی ہے اور نہ دنیوی، اسلئے فقہ کے بغیر چارہ نہیں دونوں اپنے اپنے دلائل دے رہے تھے ۔

باپ ۔ بات تو میاں شکنجبین کی حق تھی تو میاں مسکین کی جیت کیسے ہوگئی ؟

بیٹا ۔ ابا جی جب بات بہت بڑھ گئی تو شیخ جمن کو لوگوں نے حکم بنایا اور انھوں نے میاں مسکین کے حق میں فیصلہ سنا دیا، ان کا کہنا تھا کہ ہمارے سب سے بڑے اہلحدیث عالم اور محدث میاں جی شیخ الکل فی الکل کا فتاویٰ نذیریہ دیکھو اس میں قرآن و حدیث سے زیادہ فقہ کی کتابوں کی روشنی میں فتویٰ دیا گیا ہے، انھوں نے سوال جواب کے ساتھ یہ فتویٰ بھی پڑھ کر سنایا ۔

ایک جوتی کنویں سے نکلی اور وہ جوتی سائیس (گھوڑے والے) کی تھی اس چاہ (کنویں) میں پانی کثرت سے نہیں ہے ؟

جواب ۔ اگر جوتی ناپاک ہے تو سارا پانی نکالنا آتا ہے ہم چنیں است در کتب فقہ ۔ یعنی کتب فقہ میں ایسا ہی لکھا ہے ۔

اس فتویٰ کو سن کر میاں مسکین کی جیت ہوگئی اور شکنجبین کی ہار ۔

اور اب میاں شکنجبین لوگوں سے کہہ رہے ہیں کہ اہلحدیث عوام کو تو یہ پڑھایا جاتا ہے کہ کتاب وسنت سے بات کرنی چاہئے اور خود ہمارے علماء فقہ سے بات کرتے ہیں ابا جی جب فقہ سے فتویٰ دینا حرام ہے تو فتاویٰ نذیریہ میں فقہی کتابوں سے کیوں فتویٰ دیا گیا ہے ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

فتویٰ نمبر ۹

بیٹا۔ ابا جی

باپ ۔ جی بیٹا۔

بیٹا ۔ ابا جی ہدایہ تو حنفیہ کی مشہور فقہی کتاب ہے، اس سے فتویٰ دینا کیسا ہے ؟

باپ ۔ بیٹا ہمارے علماء نے ہدایہ کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے وہ نامعتبر کتاب ہے اسلئے اہلحدیث کو ہدایہ سے فتویٰ دینا حرام ہے، صرف کتاب و سنت سے فتویٰ دینا چاہئے۔

بیٹا ۔ ابا جی میاں جی شیخ الکل فی الکل حنفی عالم تھے ؟

باپ ۔ نہیں بیٹا وہ اہلحدیث کے بہت بڑے عالم تھے، ہندوستان میں اہلحدیث جماعت کا وجود انھیں کے دم قدم سے ہوا ہے، انکو مجدد سلفیت کہا جاتا ہے۔

بیٹا ۔ ابا جی ان کے فتاوی نذیریہ کی پہلی جلد میں سوال وجواب کے ساتھ یہ فتویٰ ہے۔
سوال سجدہ سہو کرنا بھول جائے تو پھر اس کو ادا کرے یا نہیں اور اگر ادا کرے تو کیونکر ادا کرے ۔ ؟
جواب ۔ جو شخص سجدہ سہو کرنا بھول جائے تو اس کو پھر کر لینا چاہئے، اور جس طرح سجدہ سہو کیا جاتا ہے اسی طرح کرنا چاہئے ۔ ہدایہ میں ہے ومن سلم یریدا قطع الصّلوٰۃ۔ الخ

ابا جی، اگر ہدایہ سے فتویٰ دینا حرام ہے تو ہمارے بڑے بڑے علماء یہ حرام کام کیوں کرتے ہیں، وہ ہدایہ سے کیوں فتویٰ دیتے ہیں ؟

باپ ۔ بیٹا ذرا آہستہ بولو میاں صاحب کی عزت کا سوال ہے ۔

بیٹا ۔ ابا جی میاں صاحب کی عزت کا سوال ہے کہ ان کی اہلحدیثیت کا سوال ہے ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

میاں صاحب کا فتویٰ

بیٹا ۔ ابا جی

باپ ۔ جی بیٹا۔

بیٹا ۔ اباجی ہم اہلحدیث لوگ تو صرف قرآن وحدیث کا فتویٰ تسلیم کرتے ہیں ؟

باپ ۔ جی بیٹا، ہم لوگ صرف کتاب وسنت سے فتویٰ حاصل کرتے ہیں، امتی سے فتویٰ حاصل کرنا حرام ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی فتاویٰ نذیریہ میں سوال کیا گیا ہے کہ تارک صلوٰۃ کے بارے میں حضرت میاں صاحب مدظلہ کا فتویٰ کیا ہے، اور جواب میں کہا گیا ہے کہ تارک صلوٰۃ کے بارے میں میاں صاحب کا فتویٰ یہ ہے کہ وہ فاسق ہے کافر نہیں، (ص ۴۲۴ ج ۱)

اباجی جب امتی سے فتویٰ حاصل کرنا حرام ہے تو سوال وجواب میں میاں صاحب کے فتویٰ کی بات کیوں ہے کیا میاں صاحب قرآن وحدیث تھے ؟

باپ ۔ بیٹا چونکہ میاں صاحب ہر بات قرآن وحدیث ہی سے کہتے تھے اس وجہ سے ان کا فتویٰ قرآن وحدیث ہی کا فتویٰ ہوگا ۔

بیٹا ۔ اباجی، یہی بات تو مقلدین بھی کہتے ہیں کہ جب ہم لوگ امام ابوحنیفہ کا فتویٰ بیان کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ چونکہ امام ابوحنیفہ قرآن وحدیث کے ماہر تھے اسلئے ان کا فتویٰ کتاب وسنت ہی کی روشنی میں ہوتا ہے، تو ہمارے درمیان اور مقلدین کے درمیان فرق کیا رہا ؟

اباجی، ہم لوگ اپنے ہر کام کے جواز کیلئے کوئی نہ کوئی حیلہ ڈھونڈ لیتے ہیں، ایسا کیوں ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد اجمل مفتاحی

از ڈاکٹر رشید الوحیدی

اظہار حقیقت
اپنے مرشد کی ـــــــ خدمت میں

ڈاکٹر رشید الوحیدی کا معروف اہل قلم میں شمار ہوتا ہے۔ شعر و شاعری میں بھی اونچا مقام رکھتے ہیں۔

مولانا اسعد مدنی دامت برکاتہم سے رشتہ و قرابت کے علاوہ ان سے بیعت و ارشاد کا بھی تعلق رکھتے ہیں اور حضرت مدنی کے نہایت عقیدتمند ہیں، ان کا تعلق مدیر زمزم سے بھی اخلاص و محبت کا ہے۔

درج ذیل نظم حضرت مولانا اسعد مدنی دامت برکاتہم کی عقیدت و محبت میں ڈوب کر ڈاکٹر صاحب نے کہی ہے اور کرم فرما کر اسکو زمزم میں اشاعت کیلئے مرحمت فرمایا ہے۔ ادارہ زمزم ڈاکٹر صاحب کی اس کرم فرمائی کا شکر گزار ہے۔

ـــــــ ادارہ ـــــــ

معجزہ ہے تیری ہمت کا جو ہے گردش میں جام
نقش بندی، قادری، چشتی، سہروردی نظام

تو کمالِ شیخِ مدنی کا ہے سچا جانشین
ہیں انھیں اوصاف سے رنگین تیری صبح و شام

سونا کھانا جاگنا ملنا ملانا۔ الغرض

سب رضائے رب کی خاطر ہے سفر ہو یا قیام

در کفِ جامِ شریعت در کفِ سیندانِ عشق

آپ کے طرزِ عمل میں ہے نمایاں یہ مقام

یوں تو رسماً سیکڑوں ہیں جاں نثارانِ شیوخ

ہے عمل کی آزمائش میں فقط تیرا ہی نام

ایک جانب ہے جبیں پر نورِ باطن کی ضیا

دوسری جانب دفاعِ حق میں تیغِ بے نیام

اک بڑی دولت ملی ہے آپ کو اسلاف سے

اتباعِ سنتِ ختمِ رُسل کا اہتمام

یوں تو گذری، درمیانِ قعرِ دریا، زندگی

تھا ہمیشہ پھر بھی، دامن ترنگن، کا التزام

دل تڑپتا ہے بہت تیری زیارت کے لئے

اے میرے ممدوح یہ خادم اب اس قابل نہیں

خیر خواہی یا دعا گوئی جو مجھ پر فرض ہے

اس سے بے شک بندۂ عاجز کبھی غافل نہیں

یاد رکھیں آپ اگر اپنی دعاؤں میں مجھے

ہے نوازش آپ کی بندہ تو اس قابل نہیں

دو۲ ماہی مجلہ

محمد اجمل مفتاحی

بیاد سراج المحدثین، امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہٗ

مکتبہ اثریہ

قاسمی منزل، سید واڑہ غازی پور۔ یوپی

پن کوڈ: ۲۳۳۰۰۱ —— فون نمبر: ۰۵۴۸-۲۲۱۷۵۶

رجب، شعبان سنہ ۱۴۲۱ھ

مدیر مسئول و مدیر تحریر

محمد ابو بکر غازی پوری

سالانہ چندہ ۹۰/ روپے
پاکستان کیلئے پاکستانی ۱۰۰ سو روپے سالانہ
پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر ممالک سے ۱۰ دس ڈالر امریکی

پتہ محمد اجمل مفتاحی
مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور (یوپی)
فون نمبر ۲۲۱۴۵۷ - ۲۲۲۵۳۳ — ۰۵۴۸
پن کوڈ ۲۲۳۰۰۱

محمد اجمل مفتاحی

فہرستِ مضامین

کتبہ

شمس الحسن ادری

محمد اجمل مفتاحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۰ تا ۲۲ مئی ۲۰۰۰ء تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند دہلی کے زیر انتظام "الامام محمد قاسم النانوتوی" کے موضوع پر ایک سیمنار کا انعقاد ہوا تھا، جس کا ذکر گذشتہ شمارہ کے اداریہ میں آچکا ہے، اور یہ بھی قارئین زمزم کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ میں نے کس بنیاد پر وحید الدین خاں صاحب کی اس سیمنار میں شرکت پر شدید احتجاج کیا تھا، خاں صاحب سے مجھے کوئی ذاتی پرخاش نہیں ہے، خاں صاحب بہت بلند سطح کے آدمی ہیں، خاں صاحب کے مقابلہ میں میری کوئی حیثیت نہیں ہے، خاں صاحب کو موجودہ بی جے پی حکومت کا پورا تعاون حاصل ہے، ان کے پاس مال و دولت کی کمی نہیں ہے، ان کا قلم بڑا سیال اور رواں دواں ہے، لکھنے کا ان کا ایک خاص اسلوب ہے، اپنی بات کہنے کا ان کو اچھا سلیقہ ہے، غرض خاں صاحب ہر اعتبار سے معیاری آدمی ہیں، میں ان کا پاسنگ بھی نہیں ہوں۔

البتہ دینی معیار کے اعتبار سے خاں صاحب میرے نزدیک نہایت غیر معتبر آدمی ہیں، ان کا فکر ان کا عقیدہ، ان کا مذہب اسلاف واکابر کے بارے میں ان کی رائے ان تمام باتوں میں خاں صاحب میرے نزدیک گمراہ ہیں، میں ان کو مسلمانوں کا اور مذہب اسلام کا دشمن سمجھتا ہوں، جن لوگوں کو دین اور مسلمانوں کے بارے میں خاں صاحب کے خیالات کا علم ہے ان کو خوب معلوم ہوگا کہ خاں صاحب دین کی ایک خاص تعبیر کرتے ہیں ایسی تعبیر جو سراسر غیر اسلامی ہے، ان کا معاملہ ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ وہی ہوا کرتا ہے جو ایک کٹر اور متعصب

ہندو کی خواہش و مرضی ہوتی ہے ، اور یہی وجہ ہے کہ خاں صاحب کو مسلمانوں میں تو عزت کم ملی مگر غیر مسلموں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا ، اور اتنا لیا کہ خاں صاحب کا رخ مسجد کے بجائے مندر کی طرف ہوگیا ۔ بستی نظام الدین کی مسجدیں گواہ ہیں کہ خاں صاحب کی حاضری ان مساجد میں کبھی نہیں ہوتی ، خاں صاحب سالہا سال سے اس بستی میں اپنی کوٹھی بنائے ہوئے ہیں مگر اس بستی کی مسجدیں خاں صاحب کے دیدار سے محروم ہیں ، البتہ خاں صاحب کی کوٹھی کے سامنے جو مندر ہے وہ ان کے دیدار سے محروم نہیں رہتی ہے ۔

رہا دین و مذہب کے بارے میں ان کا اور لٹریچر ہے تو ان کی کتابوں میں سے صرف قرآن کی ان کی تفسیر ۔ تذکیر ، کا مطالعہ کر لیا جائے ۔ انھوں نے اس تفسیر میں قرآن کے مفاہیم کو ایسا مسخ کیا ہے کہ خدا کی پناہ ۔

ان کا ماہنامہ میگزین الرسالہ ، اور ان کے انگریزی ، ہندی اخبارات میں شائع ہونے والے وہ مضامین جن میں وہ مسلمانوں کے مسائل کا ذکر کرتے ہیں وہ سب گواہ ہیں کہ اس موضوع پر ان کے قلم سے وہی ٹپکتا ہے جو متعصب اور فرقہ پرست ہندو چاہتا ہے ۔

تنظیم ابنائے قدیم والے تو خاں صاحب کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور وہ خاں صاحب کو بہت بڑا عالم دین اور اسلامیات کا اسکالر سمجھتے ہیں ، اس لئے ممکن ہے کہ وہ میری ان باتوں کو ہوائی سمجھیں ، البتہ شاہد صدیقی ایڈیٹر نئی دنیا ان کے نزدیک ضرور معتبر ہیں ، تنظیم ابنائے قدیم کے اس سیمینار میں وہ بھی بطور خاص مدعو تھے ۔ خاں صاحب کے بارے میں شاہد صاحب کا یہ بیان ان کے نزدیک قابل اعتبار ہونا چاہیے ، شاہد صاحب فرماتے ہیں :

> یہ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ صدائے حق بلند کرنے کی پاداش میں مدیر نئی دنیا شاہد صدیقی کو ختم کر دینے کی دھمکی کے پیش نظر دی گئی سیکورٹی تو واپس لے لی گئی ،
> لیکن ان کے پڑوس ہی میں بجا بجا کا قصیدہ پڑھنے والے اور ہندوستانی مسلمانوں کو ملک و قوم کا مجرم اور قصوروار کہنے والے مولانا وحید الدین خاں کی رہائش گاہ پر تادم تحریر ایل ، کے اڈوانی چھتر چھایہ قائم ہے اور ان کا

سیکورٹی ملا نہیں ہٹایا گیا ۔ (نئی دنیا ، ۲۰ جون ۲۰۰۳ء)

اتفاق سے نئی دنیا کے اسی شمارہ میں ایک بات اور بھی ہے جس سے معلوم ہوگا کہ خان صاحب کے فکر و عقیدہ کی گمراہی مسلمانوں میں کیا گل کھلا رہی ہے اور کیسا فساد پیدا کر رہی ہے۔

مسلمانوں میں وحید الدین خان کے افکار سے متاثر ایک طبقہ پیدا ہو گیا ہے اس کا خیال ہے کہ اسلام میں چچا، ماموں اور پھوپھی کی لڑکیوں سے شادی جائز نہیں ہے، وہ قرآن کی عجیب و غریب تفسیر کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ وہ سارے علماء گمراہ ہیں اور انھوں نے قرآن کو سمجھا ہی نہیں جنھوں نے چچا، ماموں اور پھوپھی کی لڑکیوں سے شادی کو جائز کہا ہے، اس پر ایک مفصل تحریر اسی طبقہ کے ایک صاحب کرامت اللہ خان وانکسائی جمالشی نامی کی نئی دنیا کی اسی اشاعت میں شائع ہوئی ہے، اپنی تحریر کے آخر میں کرامت اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

> ہم مدعیان مولانا وحید الدین خان صاحب کے ممنون ہیں کہ انھوں نے اجتہاد کی بات کی بھلے ہی ڈرتے ڈرتے کہا اللہ انہیں موجودہ قرآن کی بقاء وصداقت کے لئے صحت یاب عمر عطا کرے۔

اس چند سطری عبارت میں جو گمراہی کی روح پوشیدہ ہے اس کا اندازہ لگانا کسی بھی صاحب علم کے لئے مشکل نہیں ہے۔

یہ وحید الدین خان وہی ہیں جنھوں نے مرتد سلمان رشدی کا دفاع کیا تھا، یہ وحید الدین خان وہی ہیں جنھوں نے معمر قذافی لیبیا کے صدر کی کتاب گرین بک کا ترجمہ کیا تھا اور اس کے ملحدانہ مضامین کو محض جلب زر کے لئے اردو کا جامہ پہنایا تھا، اس کتاب میں قذافی نے لکھا ہے کہ، انسانیت کی ترقی وفلاح ان اصولوں پر ہوگی جو اصول میں نے اپنی اس کتاب میں لکھے ہیں، نہ کہ قرآن وحدیث کی اساس اور بنیاد پر۔

میں وحید الدین خان کو محض دینی و اسلامی نقطۂ نظر کے پیش نظر اچھا آدمی نہیں سمجھتا اور ان کو اسلام مخالف طاقتوں کا بازو سمجھتا ہوں۔

اسی بناء پر میرے نزدیک وحید الدین خان کی شرکت الامام محمد قاسم النانوتوی

سیمینار میں قطعاً غیر مناسب تھی اور میرے نزدیک اس بابرکت اجتماع میں ان کو دعوت دینا
کسی طور پر بھی جائز نہیں تھا، اگر ہم فضلائے دارالعلوم دیوبند کے اندر دینی غیرت وحمیت نہیں تو
کچھ بھی نہیں، محض اس بنا پر کہ وحید الدین خاں صاحب بہت اچھا لکھنے والے ہیں اور اپنے
موضوع کا حق ادا کر دیں گے ان کو اس سیمینار میں دعوت دینا اور ان کے فکر وعقیدہ اور خیالات
سے بالکل صرف نظر کر لینا کم از کم فضلائے دارالعلوم اور ابنائے دارالعلوم کو زیب نہیں دیتا،
حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ کا ایک ایک لمحہ گواہ ہے کہ انھوں نے غیر اسلامی مخالف
خیالات وافکار کی بیخ کنی میں لگا دیا تھا اور اسی راہ میں ان کی پوری زندگی جہاد بنی ہوئی تھی،
ان کے نام پر منعقد ہونے والے سیمینار میں وحید الدین خاں صاحب جیسے گمراہ فکر اور غیر اسلامی
افکار وخیالات رکھنے والے انسان کو دعوت دینی میرے نزدیک قطعاً جائز نہیں تھا، اور میری
مخالفت کی محض یہی وجہ تھی، پر افسوس کہ جو بات میں نے محض دینی جذبہ سے کی تھی اور محض لعض فی اللہ
میں کی تھی میری اس بات کو تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم دہلی کے ذمہ داروں نے ناگواری سے دیکھا،
اور اب جو اس تنظیم کے ماہنامہ پرچہ ترجمان دارالعلوم میں رپورٹ آئی ہے اس میں وحید الدین
خاں صاحب کی میری مخالفت کو غیر سنجیدہ اور ناشائستہ رویہ کہا گیا ہے، رپورٹ کے مرتب
موصوف جو کوئی صاحب عبدالقادر شمس قاسمی ہیں لکھتے ہیں:

> اس سیمینار میں "تحریک مدارس" کے موضوع پر تقریر کرنے کیلئے ملک
> کے مشہور مفکر وعالم مولانا وحید الدین خاں صدر اسلامی مرکز دہلی کو خصوصیت
> کے ساتھ مدعو کیا گیا تھا، موصوف نے اس موضوع پر نہایت قیمتی مقالہ
> تیار کیا تھا جس کے بارے میں طے پایا تھا کہ یہ مقالہ افتتاحی اجلاس میں بطور
> تقریر پیش کیا جائے گا مگر اجلاس میں شریک چند لوگوں کے غیر سنجیدہ
> وناشائستہ رویہ کے باعث یہ مقالہ پیش نہیں کیا جا سکا جس کا ہمیں
> نہایت افسوس ہے۔

تنظیم ابنائے قدیم والوں کو میرا اقدام غیر سنجیدہ وناشائستہ نظر آیا اور ایک ایسے شخص کو اس

اجلاس میں دعوت دینا سراسر سنجیدہ و شائستہ رویہ نظر آیا جو مسلمان دشمن طاقتوں کا حلیف و معاون ہے، اور جو اسلامی افکار و خیالات کی دھجیاں اڑاتا ہے، جو اپنے فکر اور عقیدہ کے اعتبار سے مسلمان کہلانے کے لائق نہیں ہے جو اسلاف و اکابر کے علم کو غیر معیاری قرار دیتا ہے اور جس کا دعویٰ یہ ہے کہ شروع اسلام سے لے کر آج تک کسی نے قرآن کو سمجھا ہی نہیں۔

(روایت ڈاکٹر رشید الوحیدی) • خیال اپنا اپنا پسند اپنی اپنی۔

افسوس ہم ابنائے دارالعلوم کا حال اب یہ ہو گیا ہے کہ ہمارے نزدیک ہر وہ شخص قابل احترام و قابل صد عزت ہے جو کسی اعتبار سے ملک میں مشہور ہو گیا ہو، مفکر کا لفظ تو ایسا عام ہو گیا ہے کہ اب وہ کچھ دنوں میں یوسف خاں عرف دلیپ کمار کے لئے بھی استعمال ہونے لگے گا، اور تنظیم ابنائے قدیم والے اب جو دوسرا سمینار کریں گے اس میں اس دوسرے مفکر اسلام سے نہایت قیمتی مقالہ پڑھوائیں گے۔

بات یہ ہے کہ جب طرز فکر اور سوچ کا رنگ بدل جائے تو ہر چمکتی چیز سونا نظر آتی ہے۔

بہر حال میری یہ حرکت شائستہ تھی کہ ناشائستہ اس کا فیصلہ انشاء اللہ روز قیامت ہوگا جب ہم سب ہاتھ باندھے اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے اور ہر شخص کا نامۂ اعمال اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ میں اپنے طور پر ہر اعتبار سے بالکل مطمئن ہوں کہ میں نے جو کچھ کیا وہ میرے ضمیر کا فیصلہ تھا، یہ کوئی وقتی اور جذباتی واندفاعی حرکت نہیں تھی۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

نبوی ہدایات

(۱) حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم عشاء سے قبل سونے کو اور عشاء کے بعد بات کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ (بخاری)

عشاء کے قبل سونے میں اس کا اندیشہ ہوتا ہے کہ نماز عشاء آدمی سے چھوٹ جائے اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء سے پہلے سونے کو اچھا نہیں سمجھا، عشاء کے بعد زیادہ دیر تک جاگنے اور بات چیت میں مشغول رہنے کو بھی آپ نے اسی وجہ سے اچھا نہیں سمجھا کہ اس سے فجر کی نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

عشاء کے بعد بات چیت منع ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں اور محض تفریح اور ضیاع وقت کے طور پر ہو، البتہ اگر علمی مجلسیں ہوں، علمی مذاکرہ ہو اور اس کا یقین ہو کہ فجر کی نماز میں حاضری فوت نہ ہوگی تو اس قسم کی بات چیت کی اجازت ہے۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے حالت نماز میں داہنے ہاتھ تھوکنے سے منع فرمایا ہے، اور آپ نے فرمایا کہ اگر تھوکنے کی ضرورت آہی جائے تو بائیں قدم کے نیچے آدمی تھوک لے۔ (بخاری)

کبھی حالت نماز میں ایسی حالت طاری ہو جاتی ہے کہ آدمی کو تھوکنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، تو اس کا طریقہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلایا کہ دائیں جانب نہ تھوکے بلکہ بائیں قدم کے نیچے تھوک لے، مگر یہ حکم اس وقت کے لئے ہے جب مسجد کی زمین کچی ہو، اگر مسجد پختہ ہے تو

پھر حکم یہ ہے کہ آدمی اپنے کپڑے کے کسی حصہ میں (بائیں ہی جانب) اپنا تھوک جذب کرلے
پختہ فرش پر تھوکنے سے فرش کے گندہ اور آلودہ ہو جائے گا جو مسجد کے احترام کے خلاف
بات ہوگی، کچی زمین پر تھوکنے کی اجازت ہے مگر نماز سے فارغ ہو کر تھوک پر مٹی وغیرہ
ڈال کر تھوک کا اثر ختم کر دینے کا حکم ہے۔

(۳) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم سے تین باتوں پر بیعت کی تھی، ان میں سے ایک بات ہر مسلمان کے ساتھ
خیر خواہی کی تھی۔ (بخاری)

خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کیلئے وہ کیا کہا اور سوچا جائے جو آدمی اپنے
لئے پسند کرتا ہے، خیر خواہی کا جذبہ انسان میں اس وقت پیدا ہوتا ہے جب اپنے بھائی کے
لئے انسان ہر طرح مخلص ہو، اور اس کا عقیدہ وایمان اللہ کی ذات پر پختہ ہو۔

انسان جب ایک معاشرہ میں رہتا ہے تو دوسروں سے مدد لینے کی ضرورت پڑتی ہے
کبھی مشورہ کی حاجت ہوتی ہے، ان تمام شکلوں میں آدمی کے ایمان کا یہ تقاضا ہے کہ جو اس
کے خیال میں مناسب اور بھلائی کی بات ہو اس کا مشورہ دے، اور مدد میں بھی اس بات کا
خیال رکھے کہ بلا کسی کو نقصان پہونچائے ہوئے اس کا فائدہ ہو، کسی کو نقصان پہونچا کر کسی کی مدد
کرنا یا ایسی مدد کرنا کہ دنیاوی فائدہ تو ملے مگر آخرت میں اس سے اس کا نقصان ہو تو یہ خیر
خواہی نہیں بدخواہی کی بات ہوگی۔

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم
میں کا جب کوئی نماز پڑھائے تو ہلکی نماز پڑھائے، اس لئے کہ جماعت میں اس کے پیچھے کمزور بھی
ہوتے ہیں، بیمار بھی ہوتے ہیں، بوڑھے بھی ہوتے ہیں، اور جب تنہا نماز پڑھے تو جتنی چاہے
لمبی کرے۔ (بخاری)

یہ اماموں کے لئے بڑی اہم ہدایت ہے، بعض لوگ اس کا خیال نہیں کرتے اور فرض
نماز میں بڑی طویل قرأت کرتے ہیں، امام کو مقتدیوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے اور اس کا

شریعت میں بہت تاکیدی حکم ہے۔

مگر اس کا بھی خیال رہے کہ نماز ہلکی پڑھانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ارکان نماز کی ادائیگی بھی آدمی قاعدے سے نہ کرے اور بھاگم بھاگ والی نماز پڑھائے اور مسنون سورتوں کو بھی چھوڑ دے۔ بلکہ تخفیف کا مطلب یہ ہے کہ غیر ضروری طور پر نماز کو لمبی نہ کرے۔ بعض لوگ نماز کے بعد دعا میں بھی بڑا وقت لگاتے ہیں یہ بھی مناسب نہیں ہے، نماز کے بعد دعا ہلکی کرنی چاہئے لمبی دعا مانگنی مناسب اور عقلمندی اور دینداری کی بات نہیں ہے۔

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب نماز کے لئے کھڑا ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا بازو پکڑ کر مجھے اپنے داہنے جانب کر لیا۔ (بخاری)

یہ واقعہ تہجد کی نماز کا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی تنہا نماز پڑھ رہا ہو اور بعد میں اس کے ساتھ کوئی اور بھی شریک ہو گیا اور اس کا مقتدی بن گیا تو اس دوسرے آدمی کو پہلے مصلی کے دائیں جانب کھڑا ہونا چاہئے۔ اور اگر کسی کو معلوم نہ ہو اور وہ بائیں جانب کھڑا ہو گیا ہے تو امام کو چاہئے کہ وہ اس کو دائیں جانب کر دے، اتنے عمل سے نماز میں کچھ حرج واقع نہیں ہوگا۔

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حتی الامکان ہر کام کو دائیں طرف سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ (بخاری)

ہر خیر اور برکت والے کام میں مسنون یہ ہے کہ دائیں سے شروع کیا جائے، اور جو کام اس کے سوا ہو اسے بائیں سے شروع کیا جائے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا۔

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم جب گھر میں ہوتے تو گھر والوں کے ساتھ کام میں لگے رہتے پھر جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھر والوں کے ساتھ لگ کر گھر کا کام کرنا یہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اس سے گھر والوں کو کام کے بوجھ کا احساس کم ہوتا ہے اور

گھر کا ہر فرد خوش دلی سے اپنے کام کو انجام دیتا ہے گھر والوں کے ساتھ لگ کر کام کرنے میں کوئی عیب اور کوئی بےعزتی کی بات نہیں ہے ، بعض متکبر قسم کے لوگ اپنے ہاتھ سے ایک گلاس پانی لینا بھی گوارا نہیں کرتے ہر کام بیوی بچوں ہی سے لینا چاہتے ہیں ، یہ طریقہ سنت رسول کے خلاف ہے ، دوسری بات جو اس حدیث سے معلوم ہوئی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کے بارے میں اہتمام اور اس کی فکر ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کام میں رہتے لیکن نماز کے وقت سب کام چھوڑ چھاڑ نماز کے لئے مسجد تشریف لے جاتے ، نماز کا وقت ہو جانے کے بعد بھی گھر دکان اور دفتر کے کام میں لگے رہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے نزدیک نماز سے زیادہ ان دنیوی کاموں کی اہمیت ہے ، یہ بات ایک مومن اور مسلم کی شان کے خلاف ہے ۔

(۸) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول فرمایا کرتے تھے کہ اگر آدمی کھانا کھا رہا ہو تو جلدی نہ کرے اور کھانا ختم کرے ۔ اگرچہ نماز کھڑی ہو چکی ہو ۔ دیکھو نماز کی روح اطمینان اور سکون ہے ، شریعت میں اس پر بڑا زور دیا گیا ہے کہ نماز اطمینان اور سکون سے ادا کی جائے ، اگر آدمی نے کھانا شروع کر دیا تو درمیان میں کھانا چھوڑ کر نماز کے لئے جانے میں طبیعت کھانے ہی کی طرف لگی رہے گی ۔ اور آدمی سکون سے نماز نہیں ادا کر سکے گا ، اس وجہ سے نبوی ہدایت یہ ہے کہ اگر ایسی شکل پیش آ جائے کہ کھانا کھاتے کھاتے نماز کھڑی ہو گئی ہو تو پہلے کھانا ختم کرے اور اس سے آسودہ ہو کے پھر نماز کے لئے جائے ، اگر نماز مل گئی تو خیر ورنہ تنہا نماز ادا کرے ۔

(۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت تھی کہ اگر نماز کھڑی ہو جائے تو بھاگتے دوڑتے نماز میں شریک ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ سکون کے ساتھ چلتے ہوئے نماز میں شریک ہو اور جتنی رکعتیں امام کے ساتھ ملے اسے پڑھ لو اور جو رکعتیں چھوٹ جائیں اس کو بعد میں پوری کرو ۔ (بخاری)

عام طور پر مسلمانوں کا یہی طریقہ دیکھنے میں آتا ہے کہ وہ جماعت کھڑی دیکھ کر بہت تیزی سے اور دوڑ کر جماعت میں شریک ہوتے ہیں ، یہ بات نماز کے وقار اور خشوع و سکون

کے خلاف ہے۔ اوپر بتلایا گیا ہے کہ نماز کی اصلی روح اطمینان اور سکون ہے اس لئے ہر ایسے کام سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے جس سے سکون و اطمینان کی کیفیت متاثر ہوتی ہے۔

نماز کا ثواب اسی شکل میں ملے گا جب نماز اس طریقہ پر پڑھی جائے جو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا بتلایا ہوا طریقہ ہے، اس طریقہ کے خلاف نماز پڑھنے کا ثواب آدمی کو نہیں ملتا صرف ذمہ سے واجب کی ادائیگی ہو جاتی ہے۔

حضرت فاروق اعظم اور نماز

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے کاموں میں سب سے زیادہ اہتمام کے قابل میرے نزدیک نماز ہے۔ جس نے نماز کی قدر کی اور حفاظت کی اس نے اپنا دین محفوظ کر لیا اور جس نے نماز کو ضائع کر دیا وہ دوسری چیزوں کو بدرجہ اولیٰ ضائع کر دے گا۔

ظہر کی نماز اس وقت پڑھو جب سایہ ایک ہاتھ ہو جائے ایک مثل تک۔

عصر کی نماز ایسے وقت پڑھو کہ آفتاب نیچا ہو زرد نہ ہو اور مغرب کی نماز آفتاب غروب ہوتے ہی پڑھو اور عشاء کی نماز شفق غائب ہونے کے بعد سے ایک تہائی رات تک پڑھو، جو شخص عشاء پڑھنے سے پہلے سو جائے خدا کرے اس کی آنکھوں کو آرام نہ ملے۔ اور صبح کی نماز ایسے وقت پڑھو کہ تارے نکلے ہوں۔

(ازالۃ الخفا)

محمد اجمل مفتاحی

نورالدین نوراللہ الاعظمی

نماز میں قدم سے قدم ملانے کا مسئلہ

غیر مقلدوں کی مسجد میں جن کو نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا ہوگا تو وہاں اسے یہ بھی تماشا دیکھنے میں آیا ہوگا کہ یہ لوگ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو خوب پاؤں پھیلا کر اور بغل والے مصلی کے پاؤں کی کانی انگلی سے اپنے پاؤں کی کانی انگلی ملا کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کیلئے بار بار وہ اپنے پاؤں کو حرکت بھی دیتے ہیں، اور اگر اتفاق سے ان کے بغل میں کوئی حنفی کھڑا ہو گیا تو ان کا یہ عمل ایسا متحیر ہوتا ہے کہ وہ حنفی بیچارہ سوچنے لگتا ہے کہ وہ کہاں آ پھنسا، اس کا سکون درہم برہم ہو جاتا ہے۔

غیر مقلدین حضرات بزعم خویش یہ سمجھتے ہیں کہ نماز میں کھڑے ہونے کا یہی مسنون طریقہ ہے، حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی ایک حدیث سے ثابت نہیں کہ جماعت میں کھڑے ہونے والے مصلی پاؤں کی کانی انگلی ملا کر اور دونوں پاؤں چیر کر کھڑے ہوں، نہ خود آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل تھا اور نہ دوسروں کو آپ نے اس کا حکم دیا، غیر مقلدین حضرات اس بارے میں صحیح حدیث تو کیا کوئی ضعیف حدیث بھی پیش نہیں کر سکتے۔

نماز میں کھڑے ہونے کا یہ نہایت مکروہ طریقہ ہے، مگر اس مکروہ طریقۂ قیام پر ہمارے برادران غیر مقلدین کو اتنا اصرار ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں یقیناً آنحضورؐ کا کوئی واضح ارشاد اور حکم بخاری و مسلم کی کسی حدیث میں موجود ہے، حالانکہ بخاری و مسلم تو کجا کسی بھی حدیث کی کتاب میں نماز میں کھڑے ہونے کی اس کیفیت کا ذکر نہیں ہے، بلکہ حضرت

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسے متبع سنت سے تو ان کا عمل اس کے خلاف منقول ہے، مصنف
عبدالرزاق میں حضرت نافع سے مروی ہے۔ ان ابن عمر کان لایفرسخ بینهما
یعنی حضرت عبداللہ بن عمر دونوں پاؤں کو پھیلا کر اور چیر کر نہیں کھڑے ہوتے تھے (۲۴۶/۱)
مگر اہلحدیث کہلوانے والے لوگ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل کے بخلاف
جماعت میں کھڑے ہو کر پاؤں کی کانی سے کانی انگلی ملانے اور دونوں پاؤں پھیلانے ہی کو
مسنون سمجھتے ہیں۔ فیاللعجب۔

آئیے ہم اس مسئلہ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور شارح صحیح بخاری حافظ ابن حجر
رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کی روشنی میں دیکھتے ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا علم حدیث میں جو مقام
ہے وہ ہر طرح کے شک وشبہ سے بالاتر ہے، رہے حافظ ابن حجر تو ان کے بارے میں مشہور
غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں:

والحافظ ابن حجر هذا هو امام الحفاظ فی زمانه	یعنی حافظ ابن حجر اپنے زمانہ میں حفاظ حدیث کے امام تھے۔
فلم یکن فی عصره حافظ سواه	ان کے زمانہ میں ان کے سوا کوئی دوسرا حافظ حدیث نہیں تھا۔

غرض حافظ ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ علیہ باعتراف علماء غیر مقلدین اپنے زمانہ کے سب
سے بڑے حافظ حدیث، سب سے بڑے محدث اور اول نمبر کے اہلحدیث تھے، اس لئے
ان کی کسی تحقیق کو غیر مقلدین حضرات کو قبول کرنے میں قطعاً تردد نہ ہونا چاہئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ایک باب یہ قائم کیا ہے

باب الزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم فی الصف۔	یعنی یہ باب اس مسئلہ کو بتلانے کیلئے ہے کہ نماز کی صف میں کاندھے سے کاندھا اور قدم سے قدم ملانا چاہئے۔

اول تو میں ناظرین سے یہ گذارش کروں گا کہ وہ حضرت امام بخاری کے اس کلام میں

یہ غور فرمائیں کہ انھوں نے صف میں کھڑے ہونے کے لئے نہ اس کا ذکر کیا ہے کہ پاؤں چیر کر اور خوب پھیلا کر کھڑے ہوں اور نہ یہ فرمایا ہے کہ پاؤں کی کانی انگلی کو دوسرے کے پاؤں کی کانی انگلی سے ملا کر کھڑے ہوں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کا حاصل صرف یہ ہے کہ صف میں کاندھے سے کاندھا ملا کر اور قدم سے قدم ملا کر کھڑا ہونا چاہیئے۔

اب ذرا اسی پر بھی آپ غور کرلیں کہ نماز میں پاؤں پھیلا کر اور پاؤں کی کانی انگلی کو دوسرے کے پاؤں کی کانی انگلی سے ملا کر کھڑے ہونے کی شکل میں کیا کاندھے سے کاندھا مل سکتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ اس شکل میں کبھی کاندھے سے کاندھا مل ہی نہیں سکتا ہم اپنی ان سطور کو پڑھنے والوں سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ تجربہ کرکے میری بات کی تصدیق کرلیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو کاندھے کے علاوہ قدم سے قدم ملا کر کھڑے ہونے کو مسنون قرار دے رہے ہیں اور ہمارے برادران غیر مقلدین پاؤں کی چھوٹی انگلی (یا انگلیوں) کو ملا کر کھڑے ہوتے ہیں لہذا قدم ملا کر کھڑے ہونے کا منظر ان کی مساجد میں نظر نہیں آتا یاد رہے کہ قدم کہتے ہیں پاؤں کے پورے نچلے حصہ کو۔

اسی باب کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔

رأیت الرجل منا یلزق کعبہ بکعب صاحبہ۔	یعنی میں نے دیکھا کہ ہم میں کا آدمی اپنے ٹخنہ کو اپنے بغل والے ساتھی کے ٹخنے سے ملا کر کھڑا ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا مشاہدہ یہ تھا کہ جب لوگ نماز میں صف باندھ کر کھڑے ہوتے تھے تو نمازی بغل والے نمازی کے ٹخنے سے ٹخنہ ملا کر کھڑا ہوتا تھا، اور ٹخنہ کہتے ہیں اس ہڈی کو جو ایڑی کے اوپر اور پنڈلی کے نیچے ابھری ہوتی ہے۔

اب آپ جائیے غیر مقلدین حضرات کی مساجد میں اور دیکھئے کہ کیا وہ جماعت میں اسی طرح

کھڑے ہوتے ہیں، یعنی کیا ایک مصلی کا ٹخنہ دوسرے مصلی سے ملا ہوتا ہے، یا وہ پاؤں پھیلا کر اور چھوٹی انگلی ملا کر کھڑے ہوتے ہیں، میرا چیلنج ہے کہ آپ کو ایک مصلی بھی اس طرح کھڑا نظر نہیں آئے گا جو بغل والے مصلی کے ساتھ ٹخنہ ملا کر کھڑا ہو۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کو نقل کرنے کے بعد امام بخاری نے اس باب کے تحت جو حدیث ذکر کی ہے وہ یہ ہے۔

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اقیموا صفوفکم فانی اراکم من وراء ظہری، وکان احدنا یلزق منکبہ بمنکب صاحبہ وقدمہ بقدمہ۔

یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا، لوگو اپنی صفوں کو سیدھی رکھو اسلئے کہ میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں کہ تم اپنی صفوں کو سیدھی رکھتے ہو یا نہیں، حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم میں کا نمازی اپنے کاندھے کو اپنے ساتھی کے کاندھے اور اپنے قدم کو اس کے قدم سے ملا کر کھڑا ہوتا تھا۔

اس حدیث میں ایک بات تو یہ غور کرنے کی ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے پاؤں کی انگلی سے انگلی ملا کر کھڑے ہونے کی بات تو درکنار کاندھا ملانے اور قدم ملانے کا بھی حکم نہیں دیا ہے، آپ کا صاف صاف تو حکم یہ ہے کہ اپنی صفوں کو سیدھی رکھو، کاندھے کا ندھا ملا کر یا قدم سے قدم ملا کر کھڑا ہونا یہ صحابہ کرام کا عمل تھا، اور غیر مقلدین کے یہاں نہ صحابہ کرام کا عمل حجت ہے نہ ان کا قول حجت ہے، اس لئے صحابہ کرام کے عمل سے ان حضرات کا استدلال کرنا خود ان کے عقیدہ کے خلاف ہے۔

اور ہمارا کہنا یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصد صرف اتنا تھا کہ نماز میں صف بالکل سیدھی ہو، صحابہ کرام اسی کا لحاظ رکھتے تھے، جس کی تعبیر حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں یہ ہے کہ نمازی اپنے ٹخنوں سے ٹخنہ ملا کر کھڑا ہوتا اور اسی کی تعبیر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں یہ ہے کہ نمازی اپنے ساتھی کے کاندھے سے کاندھا اور قدم سے قدم ملا کر کھڑا ہوتا، حضرت انس اور حضرت نعمان دونوں کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ ہم لوگ نماز میں اپنی

صفوں کو بالکل سیدھی رکھتے تھے جو حضورؐ کی تعلیم وارشاد کا مقصود تھا۔

تاظرین دیکھ رہے ہیں کہ کاندھا سے کاندھا ملانے یا قدم سے قدم ملانے یا ٹخنے سے ٹخنہ ملانے کا حکم آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نہیں فرما رہے ہیں، آپ کا ارشاد تو صرف اتنا ہے کہ نماز میں صف کو سیدھی رکھو، اور چونکہ نماز میں صفوں کا سیدھا رکھنا اور مل کر کھڑا ہونا اور دو آدمیوں کے درمیان خلل کا نہ ہونا یہ نماز کا حسن اور شریعت کا مطلوب ہے اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو ان امور کی بڑی تاکید فرماتے تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ کا ارشاد تھا:

اقیموا الصفوف وحاذوا	صفوں کو سیدھا رکھو، کاندھا کو کاندھے
بین المناکب وسدوا الخلل	کے مقابل میں رکھو، صفوں کے درمیان خلل کو بند
ولا تذروا فرجات للشیطٰن	اور شیطان کیلئے جگہ مت چھوڑو، جو صف کو جوڑ کر کھڑا
ومن وصل صفا وصله الله	ہوتا ہے اللہ اسکو جوڑے رکھتا ہے اور جو صف کو کاٹ
ومن قطع صفا قطعه الله۔	کر کھڑا ہوتا ہے اللہ اس سے اپنا ناطہ توڑ لیتا ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر کی ایک روایت ہے جس کو ابوداؤد نے ذکر کیا ہے اور ابن خزیمہ نے اس کو صحیح بتلایا ہے، اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

اقبل رسول الله صلی الله	یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرہ ہماری
علیه وسلم بوجهه فقال اقیموا	طرف کرتے ہوئے فرمایا۔ اپنی صفوں کو سیدھی رکھو،
صفوفکم ثلاثا والله لتقیمن	یہ تین بار فرمایا، اور پھر فرمایا، خدا کی قسم تم اپنی
صفوفکم او لیخالفن الله بین	صفوں کو ضرور ضرور سیدھی رکھو ورنہ اللہ تعالےٰ
قلوبکم۔	تمہارے دلوں کے درمیان اختلاف پیدا کر دیگا۔

غرض اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نمازیوں کو جو حکم تھا وہ یہ کہ ان کی صفیں بالکل سیدھی ہوں اور دو آدمیوں کے بیچ جگہ چھوٹی ہوئی نہ ہو اور ایک نمازی کا کاندھا دوسرے کے کاندھے کے بالمقابل ہو۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے انھیں ارشادات پر عمل پیرا ہونے کی کیفیت کو بطور مبالغہ صحابہ کرام میں سے کسی نے یہ کہا کہ ہم لوگ اپنی صفوں کو اس طرح سیدھی رکھتے تھے کہ ہمارا کاندھا سے کاندھا ملا ہوا کرتا تھا، کسی نے یہ کہا کہ ہم کھڑے ہوتے تو ہمارا ٹخنہ سے ٹخنہ ملا ہوتا اور کسی نے یہ کہا کہ ہم قدم سے قدم ملا کر کھڑے ہوتے، اور مقصود سب کا یہی تھا کہ نماز میں ہماری صفیں سیدھی ہوا کرتی تھیں۔

اور جو میں نے یہ عرض کیا کہ صحابہ کرام کے یہ ارشادات اقامت صف اور تسویہ صف کی کیفیت کا بطور مبالغہ اظہار اور بیان ہے نہ کہ یہی شریعت کا حکم ہے، اس کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ حدیث میں ٹخنہ سے ٹخنہ ملا کر کھڑے ہونے کا بھی ذکر ہے، اور ٹخنہ سے ٹخنہ ملا کر کھڑا ہونا یہ ممکن نہیں ہے، اسی طرح، الزاق المنکب، یعنی کاندھا سے کاندھا سٹا کر کھڑے ہونے کا بھی امکان نہیں ہے، الزاق کا مطلب ہوتا ہے کسی چیز کا کسی چیز سے چپکانا اور سٹانا، کیا بلا تکلف کے یہ ممکن ہے کہ نماز میں قدم سے قدم بھی ملا ہو اور کاندھا سے کاندھا بھی چپکا ہو، اس سے معلوم ہوا کہ یہ محض صف کے سیدھی رکھنے کی تاکید تھی نہ کہ الزاق کے حقیقی معنی پر عمل کرنے کا حکم تھا، مگر برا ہو ان لوگوں کی سمجھ کا جو الفاظ کے ظواہر کو دیکھتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے حقیقت اوجھل رہتی ہے اور شریعت کا مقصود گم ہوتا ہے۔

میں یہ جو کہہ رہا ہوں کہ شریعت کا مقصود نماز میں صرف صفوں کو سیدھی رکھنے کی تاکید ہے اور آنحضورؐ کے ارشادات کی تعبیر صحابہ کرام نے اپنے اپنے انداز میں بطور مبالغہ کی تھی یہی بات حافظ ابن حجر جو اپنے زمانہ کے علم حدیث کے سب سے بڑے تاجدار تھے وہ بھی فرما رہے ہیں۔ امام بخاری کے اس ارشاد الزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم کی شرح میں وہ فرماتے ہیں۔

المراد بذالک المبالغة فی تعدیل الصف وسد خلله۔	یعنی اس سے مراد امام بخاری کی یہ ہے کہ آدمی کو صف سیدھی رکھنے اور بیچ کی جگہ نہ چھوڑنے میں
(فتح الباری ج ۲ ص ۲۴۷)	اہتمام اور مبالغہ سے کام لینا چاہیے۔

غرض اللہ کے رسول اور شریعت کا منشا تو بس اتنا ہے کہ نمازیوں کو اپنی صف بالکل سیدھی رکھنی چاہئے، دو آدمی کے درمیان فاصلہ نہ ہونا چاہیے اور اس میں جتنا اہتمام ہو سکے اسے کرنا چاہئے۔

غیر مقلدین حضرات نے شریعت کے منشأ و مقصود کو تو سمجھا نہیں اور صحابہ کرام نے صفوں کو سیدھی رکھنے کی جس کیفیت کو مبالغہ بیان کرنے کے لیے جو پیرایہ بیان اختیار کیا تھا اسی کو اصل منشأ شریعت اور مراد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ لیا اور پھر لگے نماز میں اپنے دونوں پاؤں پھیلانے اور پاؤں کی کانی انگلی سے اپنی کانی انگلی ملانے، جس کا نہ اللہ نے حکم دیا نہ اللہ کے رسول نے اور جو نہ صحابہ کرام کا طریقہ عمل تھا، اور اس عقل و فہم پر غرّہ اتنا ہے کہ ہم جو نماز پڑھتے ہیں وہی اصل سنت والی نماز ہے اور جو لوگ نماز میں پاؤں پھیلا کر اور کانی انگلی سے کانی انگلی ملا کر نہیں کھڑے ہوتے ہیں ان کی نماز خلافِ سنت اور خلاف شریعت ہے۔ مولانا صادق سیالکوٹیؒ صاحب مشہور غیر مقلد عالم "صلوٰۃ الرسول" میں لکھتے ہیں۔

"پیر ٹخنے ایڑیاں پنڈلیاں اور مونڈھے خوب جوڑ کر کھڑے ہوا کرو۔ (ص۲۴۳)"

پیر ٹخنے ایڑیاں پنڈلیاں اور مونڈھے خوب جوڑ کر اور بقول مولانا صادق صاحب کے چپکا کر کھڑا ہونا ممکن ہے تو غیر مقلدین حضرات ذرا اس کیفیت پر عمل کر کے دکھلا دیں ہم ابھی عمل کرنے کے لئے تیار ہیں، غیر عملی باتوں کو زبردستی عملی قرار دینا معلوم نہیں یہ کس شریعت کا حکم ہے۔

نماز میں صف سیدھی رکھنے کے بارے میں بعض ارشادات رسول یہاں مزید ذکر کر رہا ہوں، ان ارشادات رسول میں وہ باتیں کہاں ہیں جن کا ذکر مولانا صادق سیالکوٹیؒ نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ آپ خود بھی غور کرلیں۔

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رصوا صفوفكم وقاربوا بينها وحاذوا بالاعناق۔ (ابوداؤد)	یعنی آنحضورؐ کا ارشاد تھا کہ تم اپنی صفوں کو جوڑے رکھو اور ان کو قریب قریب بناؤ اور گردنوں کو ایک دوسرے کے مقابل رکھو۔

عن النعمان بن بشیر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال عباد اللہ لتسون صفوفکم او لیخالفن اللہ بین قلوبکم ۔ (مسلم)	آنحضورؐ نے فرمایا اے اللہ کے بندو! اپنی صفوں کو سیدھی رکھو ورنہ اللہ تمہارے مابین اختلاف پیدا کر دے گا ۔
عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سووا صفوفکم فان تسویۃ الصفوف من اقامۃ الصلوٰۃ ۔ (بخاری)	حضرت انس فرماتے ہیں کہ آنحضور کا ارشاد ہے کہ لوگو صفوں کو سیدھی رکھو اسلئے کہ صفوں کا سیدھی رکھنا نماز کو ٹھیک طرح پڑھنے کا ایک حصہ ہے ۔

ان تمام ارشادات رسول میں آپ خود فرمائیں کہ وہ باتیں کہاں ہیں جن کا ذکر مولانا محمد صادق سیالکوٹی صاحب نے اپنی کتاب صلوۃ الرسول میں کیا ہے ، یعنی ٹخنہ سے ٹخنہ ملانا، ایڑیاں سے ایڑیاں ملانا، مونڈھے خوب جوڑ کر کھڑا ہونا۔

چونکہ غیر مقلدین یعنی جن کو اہلحدیث ہونے کا زعم ہے ان کا دعویٰ ہے کہ وہ صرف کتاب وسنت پر عمل کرتے ہیں ان سے اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ان ارشادات رسول کے بالکل خلاف آپ حضرات جو نماز میں پاؤں پھیلا کر اور انگلی سے انگلی ملا کر کھڑے ہوتے ہیں اس کا ذکر کتاب وسنت میں کہاں ہے ، تو کیا ان کے پاس اس کا کوئی جواب ہے ؟

آپ حضرات کا تو عقیدہ ہے ۔ قول صحابی حجۃ نیست ۔ یعنی صحابی کا قول حجت نہیں ہے وافعال الصحابۃ لا تنھض الاحتجاج بھا صحابہ کے عمل سے دلیل نہیں پکڑی جا سکتی وفھم الصحابی لیس بحجۃ اور فہم صحابی حجت نہیں ہے ، تو آخر احادیث رسول کو چھوڑ کر نماز میں کھڑے ہونے کی کیفیت اگر آپ نے کسی صحابی سے اخذ بھی کی ہے تو یہ آپ کے عقیدہ کے خلاف ہے ، آپ کے عقیدہ میں نہ صحابی کا قول حجت نہ عمل حجت نہ ان کا فہم حجت تو آخر ان کے کس عمل سے آپ کا احتجاج جائز کیسے ہوگا ؟ آپ کا عمل تو صرف کتاب وسنت کی روشنی میں ہونا چاہیئے اور میں حتی الوسع یہ عرض کر چکا ہوں کہ نماز میں کھڑے ہونے کی وہ کیفیت جس پر غیر مقلدین کا عمل ہے اس کا ذکر نہ کتاب اللہ میں ہے نہ سنت رسول اللہ میں ۔

محمد اجمل مفتاحی

رکعتِ تراویح کے بارے میں

(خط اور اس کا جواب)

مکرمی حضرت والا دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گونڈہ شہر اور قرب وجوار میں غیر مقلدین کی بڑی تعداد ہے امسال رمضان کے موقع پر اپنی سابقہ روایت کے مطابق پھر تراویح کے مسئلہ کو بہت اچھالا، آٹھ رکعت سنت اور بیس رکعت حضرت عمرؓ کی بدعت ہونے کا خوب شور مچایا۔

زمزم میں خطوط کے جوابات جو مفصل شائع ہو رہے ہیں ان سے بڑا نفع ہو رہا ہے تراویح کے بارے میں ایک مختصر سی تحریر لکھ دیں، بخاری کا نام لے کر غیر مقلدین عوام کو گمراہ کرتے ہیں، اس لئے بخاری کی آٹھ رکعت والی روایت کو سامنے رکھ کر تحریر لکھیں۔

والسلام

آپکا ریاض الدین قاسمی گونڈہ

زمزم: صحابہ کرام اور بالخصوص خلفائے راشدین میں سے کسی کے بارے میں زبان درازی کرنا نہایت خطرناک چیز ہے، اہل سنت والجماعت کا یہ طریق نہیں ہے، صحابہ کرام کے بارے میں وہی زبان درازی کرے گا جس میں شیعیت کے جراثیم ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کسی عمل کو بدعت قرار دینا اور اس بدعت سے مراد وہی بدعت لینا جس کے بارے میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے

پہلے درجہ کی گمراہی ہے، اور یہ حبط اعمال کا باعث ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اقتدا اور پیروی کا حکم کتاب وسنت سے ثابت ہے، اور خلفائے راشدین کے بارے میں یہ حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین بہت مشہور ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ تم میری اور خلفائے راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں ان کی سنت کو لازم پکڑو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جن خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنے کا تاکیدی حکم فرمایا ان کا کوئی عمل بدعت کیسے ہوگا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن کو ہدایت یافتہ قرار دیں ان کو بدعتی قرار دینا صریح گمراہی نہیں تو اسے کیا کہا جائے گا؟

بخاری شریف میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو فتنوں کے زمانے میں یہ حکم فرمایا تھا تلزم جماعۃ المسلمین وامامھم یعنی تم مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام سے چمٹے رہو، جماعۃ المسلمین سے مراد صحابہ کرام کی جماعت ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ وقال قوم المراد بالجماعۃ الصحابۃ یعنی ایک قوم کا یہ کہنا ہے کہ جماعت سے مراد اس حدیث میں صحابہ کرام ہیں۔

فرقہ ناجیہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پہچان بتلائی ہے وہ یہ ہے ما انا علیہ واصحابی۔ یعنی وہ جماعت ہے جو میرے طریقہ پر اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوگی صحابہ کرام کی شان میں بدگوئی کرنے والا ان کے طریقہ پر کیا ہوگا اور اس کا شمار نجات یافتہ جماعت میں سے کیسے ہوگا۔

سنت صرف رسول اکرم جیسے اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نہیں ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کے طور طریق کو بھی سنت فرمایا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام سنت کی تعریف میں خلفائے راشدین کے طور طریق کو بھی داخل کرتے ہیں۔ حافظ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں۔

والسنۃ ھی الطریق المسلوک   یعنی سنت اس راہ کا نام ہے جس پر

فیشمل ذلک التمسک بما کان علیہ هو وخلفاءہ الراشدون من الاعتقادات والاعمال والاقوال وهذا هی السنۃ الکاملۃ ۔
(جامع العلوم والحکم ص۱۹۱)

چلا جائے تو وہ اعتقادات واعمال اور اقوال جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کے تھے ان سب کو مضبوطی سے تھام لیا جائے یہ سب سنت میں شامل ہوگا اور یہی کامل سنت کا مفہوم ہے ۔

اگر خلفائے راشدین نے کوئی ایسا کام کیا ہو جس کا وجود آنحضورؐ کے زمانہ میں نہیں تھا تو مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ بھی سنت متبعہ ہے، یعنی اس طریقہ کی بھی پیروی کی جائیگی اور اس کا نام بھی سنت ہوگا ۔ فتح الباری میں ہے :

فان کان من الخلفاء الراشدین فهو سنۃ متبعۃ (ص۲۰۳)

یعنی اگر کوئی نیا عمل خلفائے راشدین نے جاری کیا ہے تو وہ بھی سنت ہوگا اور اس کی بھی پیروی کی جائے گی ۔

امام احمد بن حنبل فرماتے تھے :

ماجاء عن الخلفاء الراشدین فهو من السنۃ (ص۱۹۱ ایضاً)

یعنی خلفائے راشدین سے جو بھی پہنچے وہ بھی سنت ہی ہے ۔

غرض خلفائے راشدین کا قول وعمل مستقل ایک سنت ہے ، اور اہل سنت وہی قرار پائے گا جو کامل سنت پر عمل پیرا ہو یعنی آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے ساتھ خلفائے راشدین کی بھی سنت پر عمل کرنے والا ہو ۔

پھر خلفائے راشدین میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خصوصیت مزید یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کا نام لے کر ان کی اقتدار کا امر فرمایا ہے ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد احادیث کی مختلف کتابوں میں موجود ہے ۔

لا ادری مابقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر

میں نہیں جانتا کہ تمہارے درمیان میرا رہنا کب تک ہے اسلئے میرا حکم ہے کہ میرے بعد تم لوگ ابوبکر اور عمر کی اقتداء کرنا ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کی روشنی میں دیکھا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرام اور خصوصاً خلفائے راشدین اور بالخصوص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا خدا و رسول کے یہاں کیا مقام ہے ۔

حیف ہے ان لوگوں پر جو صحابہ کرام کے بارے میں زبان طعن دراز کرتے ہیں اور خلفائے راشدین کے عمل کو بدعت قرار دیتے ہیں، اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی اقتداء ان بے پیروں کی جن کی جانوں پر شاق ہے ۔

فرق و ملل کی تاریخ جاننے والوں سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ گمراہی کی بہت بڑی جڑ صحابہ کرام سے سوء ظنی و بد اعتقادی ہے، اور ایسے لوگوں کو دنیا میں یہ عذاب دیا جاتا ہے کہ ان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت پر بھی چلنے کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے، بات کو مختصر کرتے ہوئے ہم جماعت غیر مقلدین کا اسی مسئلہ تراویح کے بارے میں جائزہ لیتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرنے اور ان پر بدعت کے ایجاد کا الزام لگانے کی پاداش میں ان سے سنت پر عمل کرنے کی توفیق کیسے سلب کر لی گئی، اور علم دین سے محرومی ان کا مقدر کیسے بن گئی ۔

(۱) ان حضرات نے ایک بات یہ گڑھی کہ تہجد اور صلوٰۃ تراویح میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جو نماز سال بھر تہجد کہلاتی ہے رمضان میں اسی نماز کو تراویح کہا جاتا ہے، یہ وہ بات ہے کہ ائمہ اربعہ میں اس کا کوئی قائل نہیں ہے، اور نہ یہ خیال صحابہ کرام کو کبھی آیا، غیر مقلدین حضرات اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی قول سے اور نہ صحابہ کرام میں سے کسی سے اپنے اس دعویٰ کو ثابت کرسکتے ہیں، جو بات نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہو اور نہ جس کے قائل صحابہ کرام ہوں اور نہ ائمہ متبوعین میں سے جس کا کوئی قائل ہو، غیر مقلدین اسی کو اپنا مذہب بنائے ہوئے ہیں۔

تراویح اور تہجد کو ایک بتلانا غیر مقلدین حضرات کا اجتہاد ہے یا شاذ قول کی پیروی ہے، تہجد کی نماز تو خدا کے حکم سے مقرر ہوئی تھی، سورہ مزمل دیکھی جائے، اور تراویح کا عمل آنحضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے فرمان سے شروع ہوا تھا، آپ کا ارشاد مبارک ابن ماجہ کی روایت میں ہے، آپ نے فرمایا رمضان کا روزہ تو اللہ نے تم پر فرض کیا ہے وسننت لکم قیامہ اور رمضان مبارک کی تراویح کا عمل میں نے مسنون قرار دیا ہے، پس جو لوگ تراویح اور تہجد کو ایک قرار دیتے ہیں وہ رسول اللہ کی حدیث اور اللہ کی کتاب دونوں کے فرمان کے نافرمان ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں تراویح کا باب الگ باندھا ہے اور تہجد کا باب الگ باندھا ہے اگر ان کو ایک ہی کہا جائے تو امام بخاری کو الگ الگ باب باندھنے اور دونوں بابوں میں الگ الگ احادیث لانے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔

اگر تراویح اور تہجد ایک ہی چیز ہوتی تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم زیادہ ہونا چاہیے تھا، غیر مقلدین کہتے ہیں کہ آنحضورؐ سے رمضان المبارک میں تہجد کا پڑھنا الگ سے ثابت نہیں ہے، اگر غیر مقلدین کی یہ بات درست ہے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات کیوں سمجھ میں نہیں آئی اور چودھویں صدی کے پر خطر دور میں یہ راز غیر مقلدین ہی پر کیوں کھلا، امام بخاری تو تراویح کی نماز کے بعد تہجد بھی پڑھا کرتے تھے، امام بخاری تراویح با جماعت پڑھا کرتے تھے اور ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھا کرتے تھے اور پورے رمضان میں تراویح میں صرف ایک قرآن ختم کرتے تھے، جبکہ تہجد کی نماز امام بخاری تنہا پڑھتے تھے اور تہجد میں ہر تین رات میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ (مقدمہ فتح الباری)

غرض تہجد اور تراویح کو ایک کہنا غیر مقلدین کا اس دور کا اجتہاد ہے یا کسی کے شاذ قول کی پیروی ہے، نہ اس کا ثبوت کتاب اللہ سے ہے اور نہ حدیث رسول سے اور نہ ائمہ مجتہدین کے قول سے نہ اصحاب صحاح ستہ سے اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی نے تراویح اور تہجد کو ایک قرار دینے کا قول نہیں اختیار کیا۔

(۲) تراویح کے بارے میں غیر مقلدین کے مذہب کی پہلی اینٹ ہی کج تھی اور یہی وجہ ہے کہ جوں جوں اس باب میں ان کے مذہب کی دیوار اونچی ہوتی گئی اس مذہب کی کج مزید اونچی اور نمایاں ہوتی چلی گئی، مثلاً انھوں نے یہ مذہب اختیار کیا کہ تراویح کی رکعت آٹھ ہے۔

اسلئے ہم تراویح والی نہیں تہجد والی حدیث سے استدلال کیا ، اور وہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے ، پوری حدیث یہ ہے ۔

عن أبی سلمة بن عبد الرحمٰن انہ سأل عائشہ رضی اللہ عنہا کیف کانت صلوٰة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان؟ فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرة رکعة ۔

یعنی حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے حضرت عائشہ ؓ سے پوچھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان میں نماز کی کیا کیفیت ہوا کرتی تھی ؟ تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے ۔

غیر مقلدین حضرات بس یہیں پر آکر رک گئے ، حالانکہ یہ سوال کا جواب نہیں تھا ، سوال تو نماز کی کیفیت کے بارے میں تھا ، ابھی کیفیت بیان نہیں کی گئی ہے ، مگر غیر مقلدین حضرات گیارہ کا لفظ دیکھ کر چلنے کو دنے لگے ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ آغاز کلام تھا ابھی اصل جواب تو آگے آرہا ہے اور وہ اصل جواب جس میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت کو بیان کرتا ہے ، وہ یہ ہے ۔

یصلی اربعًا فلا تسأل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی ثلاثا ۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت یہ تھی کہ آپ پہلے چار رکعت ادا کرتے تھے اور تم ان کی خوبی اور ان کی لمبائی کے بارے میں مت پوچھو کہ وہ کتنی خوب اور کتنی لمبی ہوا کرتی تھیں) پھر آپ چار رکعت اسی طرح کی پڑھا کرتے تھے ، پھر تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے ۔

اب آپ ذرا غیر مقلدین کا فہم دیکھئے ، انھوں نے حضرت عائشہ کی حدیث میں جو آغاز کلام تھا اسی کو مذہب بنالیا اور حضرت عائشہ کا کیفیت صلوٰة کے بارے میں جو اصل سوال کا اصل

جواب تھا اس سے صرف نظر کر لیا۔ جو حدیث کا سوال میں کوئی ذکر نہیں تھا اس کو مذہب بنا لیا اور حدیث میں کیفیت کا جو بیان ہے اس سے آنکھیں پھیر لیں۔ اب کوئی غیر مقلدین کی تراویح پڑھنے کی کیفیت ملاحظہ فرمائے، تو وہ دو دو رکعت کر کے آٹھ رکعت پوری کرتے ہیں، اور کبھی وتر ایک ہی رکعت پڑھتے ہیں یعنی نو رکعتوں پر ان کی تراویح پوری ہو جاتی ہے۔ سبحان اللہ یہ ہے ان کا حدیث پر عمل، اس حدیث میں چار چار رکعت پڑھنے کا ذکر ہے اور وتر تین رکعت، اور یہ دو دو رکعت پڑھ کر اور ایک رکعت وتر پڑھ کر اس حدیث پر عمل کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ دیکھو ہم نے سنت کے مطابق تراویح کی نماز ادا کی۔

پھر اس حدیث میں چار چار رکعتیں طویل طویل پڑھنے کا ذکر ہے اور اس طویل رکعتوں کی مقدار کیا ہوا کرتی تھی تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا یہ بیان ملاحظہ فرمائیے فرماتے ہیں۔

قد ثبت فی الصحیح من حذیفة انہ کان یقرأ فی الرکعة بالبقرة والنساء وآل عمران۔ (فتاویٰ ج ۲۳ ص ۱۱۳)

یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں ایک رکعت میں سورہ بقرہ سورہ نساء اور سورہ آل عمران پڑھا کرتے تھے۔

یعنی تہجد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک رکعت اتنی طویل ہوا کرتی تھی، ذرا قرآن کھول کر ان تینوں سورتوں کو ملاحظہ فرمائیے تقریباً سوا پانچ پاروں میں یہ تینوں سورتیں پوری ہوتی ہیں اگر غیر مقلدین حضرات کے آٹھ رکعت تراویح پر اسی حدیث سے استدلال ہے تو آخر ان کی تراویح کی نماز کی رکعتوں کی یہ کیفیت بھی کیوں نہیں ہوتی، یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز تہجد میں قیام کے طول اور اس کی کیفیت کا بیان ہے اور آپ کا تہجد کی رکعتوں میں سجدہ کتنا طویل ہوا کرتا تھا اس کے متعلق بخاری ہی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ فیسجد السجدة من ذلک قدر ما یقرأ احدکم خمسین آیة قبل ان یرفع راسہ۔ (بخاری کتاب الوتر) یعنی تہجد کی رکعتوں میں آپ کا سجدہ اتنا طویل ہوتا تھا کہ تم میں کا کوئی آدمی اتنی دیر میں پچاس آیتیں پڑھے

اگر اسی کے ساتھ مسلم شریف کی روایت بھی سامنے ہو تو اس طول کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے مسلم کی روایت میں ہے ۔ عن حذیفۃ انہ صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ فقرأ البقرۃ وآل عمران والنساء فی رکعۃ وکان اذا مر بآیۃ فیھا تسبیح سبح او سوال سأل او تعوذ تعوذ ثم رکع نحوا مما قام ثم قام نحوا مما رکع ثم سجد نحوا مما قام ۔ یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رات تہجد کی نماز پڑھی تو آپ نے ایک رکعت میں سورہ بقرہ سورہ آل عمران اور سورہ نساء پڑھا اور آپ کا حال یہ تھا کہ جب کسی تسبیح والی آیت کو پڑھتے تو تسبیح پڑھتے ، سوال والی پڑھتے تو سوال کرتے اور تعوذ والی آیت پڑھتے تو آپ اللہ سے پناہ چاہتے اور آپ نے رکوع اتنا ہی طویل کیا جتنا آپ نے قیام کیا تھا (یعنی بقدر بقرہ آل عمران اور نساء پڑھنے کے) اور پھر رکوع سے اٹھ کر اتنی دیر تک کھڑے رہے جتنا طویل آپ نے رکوع کیا (یعنی یہی تینوں سورتوں کے برابر) پھر آپ نے سجدہ میں اتنا ہی طویل کیا جتنا طویل قیام آپ کا رکوع کے بعد تھا (یعنی وہی تین سورتوں کے برابر) غرض اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کی نماز نہایت طویل قیام اور طویل رکوع اور طویل سجدوں کے ساتھ ہوا کرتی تھی اور چار چار رکعت ایک سلام سے ہوا کرتی تھی ۔ غیر مقلدین کی تراویح کی نماز کسی مسجد میں اس کیفیت کے ساتھ نہیں ہوتی ہے ۔ اس وجہ سے ان کا یہ کہنا کہ ان کا تراویح کے سلسلہ میں بخاری کی حدیث عائشہ پر عمل ہے محض جھوٹ ہے ، اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے ، صحابہ کرام اور خصوصًا خلفائے راشدین کی سنت کو بدعت کہنے والوں کو احادیث رسول اور سنت رسول پر عمل کی توفیق ہو ہی نہیں سکتی ، اللہ ان سے اس توفیق کو سلب کر لیتا ہے ۔

(۳) غیر مقلدین کی تراویح کی نماز کو جن حضرات نے ملاحظہ کیا ہوگا انھوں نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ یہ لوگ تراویح کے بعد متصلاً وتر پڑھتے ہیں حالانکہ اسی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعت تہجد پڑھنے کے بعد سو جاتے تھے پھر وتر پڑھتے تھے ، بخاری شریف میں حضرت عائشہ کی اسی حدیث میں ہے :

فقلت یا رسول اللہ اتنام قبل ان توتر! یعنی میں نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ وتر پڑھنے سے پہلے ہی سو جاتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔ یا عائشہ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی، یعنی عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا۔

ناظرین اس سوال و جواب میں غور کریں کیا اس سے صاف معلوم نہیں ہوتا کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم تہجد کی آٹھ رکعت نماز پڑھ کر سو جاتے تھے اور پھر بیدار ہو کر وتر الگ سے پڑھا کرتے تھے، اگر تہجد اور صلوٰۃ تراویح بقول غیر مقلدین ایک نماز ہیں اور تراویح کے آٹھ رکعت ہونے کی یہی حدیث دلیل ہے تو غیر مقلدین اس حدیث کے تمام اجزاء اور اس میں بیان کردہ پوری کیفیت کے ساتھ نماز تراویح کیوں نہیں ادا کرتے یا کم از کم اس کے مسنون ہونے کا اعلان کیوں نہیں کرتے، لوگوں کو تراویح اسی کیفیت کے ساتھ پڑھنے کی ترغیب کیوں نہیں دیتے؟ اس حدیث سے صرف آٹھ رکعت کی بات اٹھا لینا یقیہ حدیث کے تمام اصول کو چھوڑ دینا یہ کون سا عمل بالحدیث ہے۔ غیر مقلدین کے اس طرز عمل کو عمل بالحدیث کا نام دیا جائے گا یا اس کو ترک حدیث کہا جائے گا، ناظرین خود فیصلہ فرمالیں، ناظرین اپنے ذہن میں اس بات کو ایک بار اور تازہ کرلیں کہ خلفائے راشدین کی سنتوں کو بدعت کہنے والوں سے کتاب و سنت پر عمل کی توفیق سلب کرلی جاتی ہے۔

(۴) ناظرین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان و غیر رمضان میں گیارہ سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، غیر مقلدین نے حدیث رسول ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ آباو اجداد کی پیروی میں اس روایت کے صرف ایک جز یعنی آٹھ رکعت ملا لیا ہے اور وہ بھی تہجد کو تراویح بنا کر، اور لوگوں کو بخاری کا نام لے کر خوب ورغلاتے ہیں کہ دیکھو بخاری میں حضرت عائشہ کی صحیح روایت آٹھ رکعت تراویح کی ہے، غیر مقلدین کبھی پوری بات اپنے عوام کو نہیں بتلاتے اور فریب سے کام لیتے ہیں۔ اب دیکھئے اسی بخاری میں ہے اور یہ حدیث بھی حضرت عائشہؓ ہی کی ہے، فرماتی ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باللیل ثلاث عشرۃ رکعۃ

ثم یصلی اذا سمع النداء بالصبح رکعتین خفیفتین ۔

(باب مایقرأ فی رکعتی الفجر)

یعنی اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز تیرہ رکعت پڑھتے تھے اور جب فجر کی اذان سنتے تو دو ہلکی رکعت ادا کرتے (یعنی فجر کی سنت)

اب ذرا غور فرمائیں کہ گیارہ رکعت والی بھی روایت بخاری ہی کی ہے اور تیرہ رکعت والی روایت بھی بخاری ہی کی ہے اور دونوں روایتیں حضرت عائشہ ہی سے مروی ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ غیر مقلدین تیرہ والی چھوڑ کر گیارہ ہی والی روایت کا نام لیتے ہیں ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس تیرہ والی روایت کا وہ نام کیوں نہیں لیتے ۔

(۵) حضرت عائشہ کی پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم تمام سال رمضان وغیر رمضان میں تہجد گیارہ سے زیادہ پڑھتے ہی نہیں تھے اور اس دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز تیرہ رکعت پڑھتے تھے ۔ اس دوسری رکعت میں کان یصلی کا لفظ ہے ۔ جو ماضی استمراری ہے اور غیر مقلد عالم صادق سیالکوٹی کا فرمان ہے کہ ماضی استمراری دوام اور استمرار کے لئے آتا ہے، فرماتے ہیں "کان یصلی استمرار کے لئے آتا ہے جس کے معنی ہیں حضور ہمیشہ کرتے تھے ۔ (صلوٰۃ الرسول ص۱۴۲)

یعنی صادق صاحب کی منطق کے مطابق اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تیرہ ہی رکعت پڑھتے تھے ۔

اب اگر یہ صحیح ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بخاری والی وہ حدیث غلط ہوگی جس میں گیارہ کی تعداد ہے ۔

حل کریں اس معمہ کو تقلید کے منکرین اور بزعم خود مجتہدین ، ان کے اجتہاد اور ان کے عدم تقلید نے بخاری کی بھی احادیث کو داؤں پر لگا دیا ہے ۔ الحمدللہ ہمارا اعتقاد ہے کہ بخاری کی حدیثیں صحیح ہیں اور ہمیں اس قضیہ کو سلجھانا بھی آتا ہے ۔ مگر یہ قضیہ سلجھے گا کسی بڑے کی تقلید سے خود سے جو اجتہاد کرے گا بخاری کی احادیث سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا ۔

(۹) اب آگے سنئے غیر مقلدین سے جب یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی حدیث میں تو چار چار رکعت پڑھنے کا ذکر ہے اور تم دو دو رکعت کر کے آٹھ رکعت پوری کرتے ہو تو جواب میں فرماتے ہیں کہ حدیث میں دو دو رکعت بھی نماز تہجد ادا کرنے کا ذکر ہے، یعنی آٹھ رکعت کی تعداد کو ایک حدیث سے لیا اور دو دو رکعت پڑھنے کے لئے یہ آٹھ رکعت والی حدیث جو بخاری ہی میں ہے ان کو قابل عمل نظر نہیں آئی تو اس کے لئے بخاری کی دوسری روایتوں کا سہارا لیا، اب بارے میں حضرت عائشہؓ والی بخاری کی حدیث قابل عمل کیوں نہیں قرار پائی اس راز سے کوئی غیر مقلد عالم پردہ نہیں اٹھاتا ہے جیسے تیرہ والی حدیث پر عمل نہ کرنے کو راز بنائے رکھا ہے۔

(۱۰) غیر مقلدین کہتے ہیں کہ حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم دو دو رکعت کر کے بھی وتر تہجد پڑھا کرتے تھے، مگر آپ نے کسی غیر مقلد عالم کو تہجد میں دو دو رکعت والی حدیث نقل کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا، حالانکہ وہ بھی بخاری ہی کی حدیث ہے ایسا کیوں! اس لئے کہ اگر وہ یہ حدیث ذکر کر دیں تو ان کا آٹھ رکعت تراویح کے مسنون ہونے کا دعویٰ ہوا ہو جائے گا۔ اس وجہ سے یہ حضرات دو دو رکعت والی حدیث کا نام تو لیتے ہیں مگر اس کو اس کے الفاظ کے ساتھ بخاری شریف سے نقل نہیں کرتے، میں اس کو نقل کرتا ہوں اور پھر ناظرین تماشا دیکھیں کہ یہ غیر مقلدین حدیث کا نام لے کر دوسروں کو فریب دینے کے کتنے ماہر ہیں۔

یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس کی ہے اور طویل ہے میں یہاں ضروری حصہ نقل کرتا ہوں، حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں۔

ثم صلی رکعتین، ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم اوتر۔ (بخاری کتاب الوتر)

آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد نماز تہجد پہلے دو رکعت ادا کی پھر دو رکعت ادا کی پھر دو رکعت ادا کی پھر دو رکعت ادا کی پھر دو رکعت ادا کی پھر دو رکعت ادا کی پھر وتر پڑھی۔

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ اس حدیث میں صاف یہ ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم
دو دو رکعت کر کے تہجد ادا کرتے تھے ۔ تو وتر کے سوا تہجد کی نماز کل بارہ رکعتیں ہوئی تھیں
اور غیر مقلدین جن کے نزدیک تراویح اور تہجد ہی ہے وہ دو دو رکعت کر کے صرف آٹھ رکعت
رمضان والی تہجد کی نماز پڑھتے ہیں ۔ آنحضور تو دو دو رکعت کر کے بارہ رکعتیں پڑھیں اور
یہ آٹھ رکعتیں پڑھیں ، اللہ کے رسول کی سنت کی صریح خلاف ورزی کا کام انہوں نے عمل بالحدیث کا
ہے ، غرض غیر مقلدین کا عمل نہ حضرت عائشہ والی پوری حدیث پر ہے جہاں سے انہوں نے آٹھ رکعت
کی تعداد اخذ کی ہے اور نہ حضرت عبد اللہ بن عباس کی اس حدیث پر پورا عمل ہے جس میں دو
دو رکعت کے ساتھ تہجد ادا کرنے کا آپ کا معمول مذکور ہے ، اور یہ تعجب ہے کہ غیر مقلدوں نے خلفائے
راشدین کی سنتوں کو بدعت کہا ہے ۔ خلفائے راشدین کی سنتوں کو بدعت کہنے والا سنت پر عامل
ہو ہی نہیں سکتا اس سے کتاب و سنت پر عمل کی توفیق چھین لی جاتی ہے ۔ اس زمانہ میں ترک
تقلید عذاب الٰہی ہے ۔ اس سے انسان دین و دنیا کی بڑی بڑی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے ،
دین کا فہم اس سے رخصت ہو جاتا ہے ، کتاب و سنت پر عمل اس کا مقدر نہیں بن پاتا ، اسلاف
کے بارے میں اس کی زبان تیز ہو جاتی ہے ، حق بات کو قبول کرنا بھی وہ اسے قبول نہیں کرتا ۔
لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت و وقعت نہیں رہتی ہے وہ محرومی اور بیماری کی زندگی گزارتا
ہے حسد و بغض کا مارا ہوتا ہے ، ان کے سوا اور بھی مختلف قسم کی علتوں اور امراض کا شکار رہتا ہے
خلفائے راشدین کی سنتوں کو بدعت کہنے کا غیر مقلدین کی زندگی پر کیسا خطرناک اثر پڑا اور وہ
اللہ کی کیسی رحمت اور کتنی بڑی نعمت سے محروم ہو گئے ، ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں ۔

(۸) رمضان کا تذکرہ کیا مبارک زمانہ ہوتا ہے ، اللہ کی رحمت کا بطور خصوص اس میں نزول
ہوتا ہے ، رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اس ماہ مبارک میں عبادت کی کثرت کیا کرتے تھے جبرئیل
امین رمضان میں آپ سے قرآن کا دور کیا کرتے تھے ، تہجد کی نماز جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم
عام دنوں میں پڑھا کرتے تھے اس ماہ مبارک میں اس کی کیفیت بہت زیادہ بڑھ جاتی تھی ، اس
ماہ مبارک کے عشرہ اخیر میں بطور خاص آپ ازواج مطہرات کو بھی تہجد کے لئے بیدار کرتے تھے ،

حدیث میں آتا ہے کہ آپ اس زمانہ میں عبادت کے لئے کمر کس لیا کرتے تھے، آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی میں امت کے علماء وصلحاء رمضان شریف میں تہجد وتراویح کا بطور خاص اہتمام کرتے تھے، رات رات بھر جاگنا ان اللہ والوں کی زندگی تھی، گزر چکا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اگر تراویح میں پورے رمضان میں ایک ختم کیا کرتے تھے تو نماز تہجد میں ہر تین رات پر ایک قرآن ختم کرتے تھے، غرض جن کو دین سے جتنا تعلق ہوتا رمضان المبارک میں اتنا ہی زیادہ عبادت اور شب بیداری کا اس کو اہتمام ہوتا تھا۔

مگر افسوس کہ غیر مقلدین نے جب صحابہ کرام کے بارے میں گستاخانہ لب ولہجہ اختیار کیا اور خلفائے راشدین کی سنت کو بدعت قرار دیا تو رمضان مبارک کی ان تمام خیرات وبرکات سے محروم ہو گئے اور اس ماہ مبارک میں تہجد (جس کا وقت اخیر شب میں ہوتا ہے) ان کو پڑھنا نصیب نہیں ہوتا، ساری امت تہجد کی نماز ادا کر کے رحمت خداوندی کی مستحق ہوتی ہے اور یہ غیر مقلدین اس تہجد کو خلاف سنت کہہ کر اللہ کی رحمت بے پایاں سے محروم ہوتے ہیں اور ان کو تہجد کے نام سے رمضان میں نماز پڑھنے کی توفیق نصیب نہیں ہوتی ہے۔[1]

بلکہ ان کے عالم تو باقاعدہ اس کی دعوت دیتے ہیں کہ آٹھ رکعت عشاء کے بعد تہجد تراویح کے نام پڑھ کر خوب آرام سے سو جاؤ اور کہتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت ہے حکیم صادق سیالکوٹی فرماتے ہیں۔

> اس لئے نبی رحمت نے رات کی نماز (تہجد) کو رمضان شریف میں عشاء کے ساتھ پڑھ کر لوگوں کے لئے سہولت اور آسانی پیدا کر دی تاکہ وہ تراویح کے بعد پہلے کی طرح آرام کی نیند سو لیں اور پھر صبح صادق سے کچھ پہلے اٹھ کر سحری کھا کر روزہ کے لئے

---

(۱) اس لئے کہ تہجد کا وقت رمضان شریف میں غیر مقلدین کے مذہب کے مطابق اول شب ہو جاتا ہے اور تہجد کا نام بدل کر تراویح ہو جاتا ہے۔

تازہ دم ہو جائیں ۔ (صلوۃ الرسول ۳۴۸)

سبحان اللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو رمضان میں پوری پوری رات عبادت کریں ، عبادت کے لیے کمر کسیں ، اپنی ازواج کو بطور خاص اٹھائیں اور ان کو عبادت کی ترغیب دیں اور اس کے برخلاف صادق صاحب غیر مقلد کی دعوت یہ ہے کہ عشاء کے بعد آٹھ رکعت تراویح پڑھ کر خوب آرام سے سو جاؤ ، یہ ہے غیر مقلدوں کی دعوت اور عمل بالسنہ کا انوکھا انداز ۔

(۹) غیر مقلدین کی تراویح کے نام سے بھی جو نماز ہوتی ہے وہ بھی رسول اللہ کی صحیح حدیث کے خلاف ہوتی ہے [1] پس یہ تہجد سے بھی محروم ہوئے اور تراویح سے بھی محروم ہوئے ، بالکل شیعوں کی طرح کہ شیعوں کو بھی رمضان المبارک میں نہ تہجد کی نماز نصیب ہوتی ہے اور نہ تراویح پڑھنا ان کا مقدر ہوتا ہے ، رمضان کی عبادات کے سلسلہ میں غیر مقلدین اور شیعوں میں یہ ہم آہنگی فی الحقیقت یہ ثمرہ ہے اس کا کہ یہ دونوں فرقے صحابہ کرام کے بارے میں حسن اعتقاد نہیں رکھتے ۔ ۲۰ رکعت تراویح کو شیعہ بھی بدعت کہتے ہیں اور غیر مقلدین بھی بدعت کہتے ہیں ، اس لئے عذاباً و نکالاً ان دونوں فرقوں کو رمضان میں نماز تہجد اور نماز تراویح کی برکتوں وسعادتوں سے بالکل محروم کر دیا گیا ، تراویح کے نام سے غیر مقلدین کا نماز ادا کرنا جیسا کہ عرض کیا گیا احادیث کی روشنی میں نہیں ہے ، بلکہ انھوں نے اپنے طور پر ایک حدیث سے یہ لے کر اور ایک حدیث سے وہ لے کر اور کچھ اپنا اجتہاد شامل کر کے ایک عبادت گڑھ لی ہے اور اسی کا نام تراویح رکھ رکھا ہے ، اس تراویح کو دین اسلام کی مشروع تراویح سے کوئی نسبت نہیں ہے ، اسلام میں مشروع تراویح تو وہ ہے جس کے بارے میں ابن تیمیہ فرماتے ہیں

فانہ قد ثبت ان ابی بن کعب	پس یہ ثابت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
کان یقوم بالناس عشرین رکعۃ	رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور

---

(۱) اس کا بیان پہلے گذر چکا ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی تہجد کی رکعتیں بہت طویل ہوا کرتی تھیں ۔

فی لیالی رمضان ویوتر بثلاث فرأی کثیر من العلماء ان ذلک هو السنة لانہ اقامہ بین المهاجرین والانصار ولم ینکرہ منکر۔

(فتاویٰ صـ ۱۱۲/۲۳۰)

تین رکعت وتر پڑھاتے تھے، اسلئے علماء کی ایک بڑی تعداد نے اسی کو سنت قرار دیا ہے، اسلئے کہ حضرت ابی بن کعب نے بیس تراویح اور تین وتر مہاجرین اور انصار کے درمیان پڑھائی اور ان میں سے کسی نے بھی اس پر انکار نہیں کیا۔

امام ابن تیمیہ کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ اگر بیس رکعت تراویح کا عمل خلاف سنت ہوتا یا بدعت ہوتا جیسا کہ غیر مقلدین کہتے ہیں تو یہ ناممکن تھا کہ مہاجرین وانصار کی آنکھوں کے سامنے مسجد نبوی میں یہ خلاف سنت اور بدعت کام ہوتا رہتا اور صحابہ کرام اس کو خاموشی سے دیکھتے رہتے یعنی بیس رکعت تراویح پر ایک طرح سے مہاجرین وانصار اور تمام صحابہ کرام کا اجماع واتفاق تھا، اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ صحابہ کرام کسی غلط اور خلاف سنت کام پر اتفاق نہیں کرسکتے پس تراویح کے باب میں صحابہ کرام کا بیس رکعت کو قبول کرلینا اس کے سنت ہونے کی اتنی بڑی دلیل ہے کہ بالفرض اگر اس کے مقابل کوئی دوسری صحیح حدیث ہو بھی (جو کہ قطعاً نہیں ہے) تو بھی صحابہ کرام کے اس اجماع واتفاق والی بات ہی قابل قبول ہوگی اور اس حدیث کا محمل کچھ اور تلاش کرنا ہوگا، اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی نے بھی آٹھ رکعت تراویح کا مذہب اختیار نہیں کیا ہے، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کا مذہب بیس کا ہے، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بیس رکعت کے ساتھ ساتھ اہل مکہ کے طواف بیت اللہ کی جگہ پر کچھ مزید رکعتوں کے پڑھنے کا ہے تاکہ اہل مدینہ اہل مکہ کے ساتھ ثواب میں اور عبادت میں یکگونہ برابری اور یکسانیت ہوجائے۔

(۱۰) غیر مقلدین کہتے ہیں کہ بیس رکعت تراویح حضرت عمرؓ کی ایجاد ہے اور اس کو بدعت عمری معاذ اللہ کہتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کسی اہل سنت کا یہ عقیدہ نہیں ہوسکتا کہ معاذ اللہ حضرت عمر یا صحابہ کرام کے سامنے آنحضورؐ کی واضح سنت موجود ہو اور وہ

اس کے خلاف دین و شریعت میں کسی نئی بات کا اضافہ کریں اس قسم کی بات کوئی رافضی خبیث تو کہہ سکتا ہے مگر کوئی سنی اپنے منہ سے یہ بات نہیں نکالے گا ، پس اب دو ہی شکل ہے یا تو حضرت عمر اور صحابہ کرام کے سامنے آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے تراویح کا کوئی متعین عدد نہیں تھا جیسا کہ بعض علماء کا یہی خیال ہے ، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

ومن ظن ان قیام رمضان فیہ عدد موقت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یزاد فیہ ولا ینقص منہ فقد اخطأ۔

یعنی جس کا یہ خیال ہے کہ تراویح کے بارے میں آنحضور سے کوئی متعین مقدار ثابت ہے کہ اس میں کمی زیادتی نہیں ہو سکتی تو اس نے غلطی کی۔

اور چونکہ ان حضرات کی تحقیق میں آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے تراویح کا کوئی متعین عدد ثابت نہیں ہے اس وجہ سے اس باب میں حضرت عمرؓ کا عمل ہی سنت قرار پائے گا ، اس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحیثیت خلیفہ راشد تراویح کی جس تعداد اور تراویح کی جس کیفیت کو اپنے حکم سے جاری فرمائیں گے ، اس کا ماننا بحکم حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین واجب اور ضروری ہوگا اور اب حضرت عمرؓ ہی کی اطاعت اللہ و رسول کی اطاعت قرار پائے گی شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

فمن تمسک بسنۃ الخلفاء الراشدین فقد اطاع اللہ و رسولہ۔ (فتاوی ۲۱/۳۴۲)

یعنی جس نے خلفائے راشدین کی سنت کو تھاما اس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی۔

پس تراویح کے باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ اور اس فیصلہ کو تمام مہاجرین و انصار کے اجماعی طور پر قبول کر لینے کے بعد بیس ہی رکعت تراویح ، تراویح کی اصل سنت ہے ، اور اب اس کا منکر بقول ابن تیمیہ ، ضال مبتدع بلکہ کافر ہے ، ابن تیمیہ فرماتے ہیں

فاما من تبینت لہ السنۃ فظن ان غیرہا خیر منہا فہو

یعنی اگر کسی کے لئے سنت واضح ہو چکی ہو پھر اس سنت کے علاوہ کسی دوسری بات

ضال مبتدع جاہل کافر۔ کو بہتر سمجھے تو وہ ضال مبتدع بلکہ کافر ہے۔

(فتاوی ص ۲۳)

غیر مقلدین حضرات ابن تیمیہ کے اس فتویٰ کی روشنی میں اپنا انجام سوچ لیں، اسلئے کہ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

(۱۱) یہ گفتگو تو اس مفروضہ پر ہے کہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام کے علم میں آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی متعین عدد ثابت نہ ہو، مگر ہم اس مفروضہ کو صحیح نہیں سمجھتے اس لئے کہ یہ بات عقلاً بہت مستبعد ہے کہ آنحضورؐ نے صحابہ کرام کو رمضان میں تین راتیں تراویح پڑھائی ہو اور حضرات صحابہ کرام کو آنحضورؐ نے کتنی رکعتیں تراویح پڑھائی اس کا علم نہ ہو، اور پھر وہ از خود بیس رکعت تراویح پر اجماع بھی کر لیں اس لئے ہمارے نزدیک صحیح ترین بات یہ ہے کہ آنحضورؐ نے تراویح کی بیس رکعتیں ہی پڑھائی تھیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر۔

کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعتیں تراویح پڑھاتے تھے اور وتر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ)

غیر مقلدین حضرات فرماتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے، اور اس کا راوی ابراہیم بن عثمان ضعیف ہے، چلئے ہم نے تسلیم کر لیا کہ سنداً روایت ضعیف ہے مگر سند میں کسی ضعیف راوی کے آجانے سے اصل متن کا ضعیف ہونا خصوصاً جب کہ صحابہ کرام کا اسی بیس پر اجماع بھی ثابت ہے کہاں سے ضروری ہو گیا کتنی روایتیں ہیں جن کی سندیں ضعیف ہیں مگر اس کا متن ثابت ہے اور اس پر اہل علم کا عمل ہے، مثلاً دیکھئے حدیث میں ہے لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی جو وضو پر بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں ہوتا، یہ حدیث ضعیف ہے، اور وضو پر بسم اللہ پڑھنے کی ایک حدیث بھی صحیح نہیں ہے، امام احمد فرماتے ہیں

وقال احمد لا اعلم فی ھذا الباب حدیثا اسنادہ جیدا، یعنی میرے علم میں اس بارے میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں ہے جس کی سند عمدہ ہو، مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں۔ کل ما روی فی ھذا الباب لیس بقوی یعنی اس بارے میں جتنی حدیثیں ہیں ان میں سے ایک بھی قوی نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں۔ قلت لاشك فی ان ھذا الحدیث نص علی ان التسمیۃ رکن للوضوء او شرط لہ (تحفہ ۳۸ / ۱۲۰) یعنی میں کہتا ہوں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حدیث (جبکہ ضعیف ہے) اس بارے میں نص ہے کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا یا وضو کا رکن ہے یا شرط ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب ضعیف حدیث سے وضو میں بسم اللہ پڑھنے کو رکن یا شرط بتلاتے ہیں، حالانکہ کسی چیز کی رکنیت یا اس کے شرط ہونے کو ثابت کرنے کے لئے عام اہل اصول کے یہاں حدیث کا کم از کم صحیح ہونا تو ضروری ہے۔ بہرحال عرض یہ کرنا ہے کہ حدیث کا سنداً ضعیف ہونا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ فی الواقع وہ حدیث ضعیف ہی ہو اسی وجہ سے محدثین کو یہ قاعدہ مقرر کرنا پڑا کہ ان ضعف السند لا یستلزم ضعف المتن یعنی سند کے ضعیف ہونے سے متن کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا۔ (۱)

پس اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت عبداللہ بن عباس والی حدیث جس میں بیس رکعت کا تذکرہ ہے وہ سنداً ضعیف بھی ہے تو بھی اس سے اصل متن کا انکار کرنا قطعاً جائز نہ ہوگا بالخصوص اس شکل میں کہ اس بیس رکعت تراویح کا حضرت عمرؓ نے حضرت ابی کو حکم بھی دیا اور تمام صحابہ کرام نے آپ کے اس حکم کو جیسا کہ ابن تیمیہ کے بیان سے معلوم ہوا بالاتفاق قبول بھی کر لیا، ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کا باطل پر اتفاق کرنا محال ہے، اس لئے ہر ایک حقیقت پسند اس بات کو قبول کرنے میں ذرہ برابر بھی تامل نہیں کرے گا کہ بیس ہی رکعت تراویح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) اس بارے میں مفصل گفتگو میری کتاب "غیر مقلدین کے لئے لمحۂ فکریہ" میں ہے، اہل شوق اس بحث کو اس کتاب میں ضرور مطالعہ کریں۔

کی اصل سنت ہے ۔

آپ کے خط کا جواب اختصار کی ہزار کوشش کے باوجود بہت طویل ہوگیا، اب اخیر میں اس سلسلہ کی ایک آخری بات عرض کر کے اپنا قلم روکتا ہوں ۔

(۱۲) مصنف ابن ابی شیبہ حدیث کی مشہور کتاب ہے ، ابن ابی شیبہ امام بخاری سے مقدم اور ان کے استاذ ہیں ، انھوں نے اپنی اس مصنف میں تراویح کی تعداد کو بتلانے کے لئے یہ باب باندھا ہے ، باب کم یصلی فی رمضان ۔ یعنی اس کا بیان کہ تراویح کی کتنی رکعتیں پڑھی جائیں گی ، ابن ابی شیبہ نے اس میں تیرہ حدیثیں ذکر کی ہیں ، اور لطف یہ ہے کہ آٹھ رکعت والی کوئی حدیث ذکر نہیں کی ہے ، دس حدیثیں وہ ذکر کی ہیں جن میں بیس رکعت تراویح کا بیان ہے ، ایک حدیث میں چالیس رکعت اور سات وتر کا ذکر ہے ، ایک حدیث میں چھتیس رکعت تراویح کا بیان ہے ، اور ایک روایت میں اس کا ذکر ہے کہ سعید بن جبیر رمضان کی بیس راتوں میں چوبیس رکعت تراویح پڑھتے تھے ، اور جب وہ رمضان میں اعتکاف کے لئے بیٹھتے تو اٹھائیس رکعت تراویح پڑھتے تھے ، غرض کسی ایک روایت میں آٹھ رکعت تراویح کا ذکر نہیں ہے ، اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ محدث ابن ابی شیبہ نے اس باب کا آغاز بھی بیس رکعت تراویح کے بیان سے کیا ہے اور جب اس باب کو ختم کیا ہے تو بیس ہی رکعت کے بیان پر ختم کیا ہے اور آخری حدیث وہی حضرت عبداللہ بن عباس والی ذکر کی ہے جس کو غیر مقلدین ضعیف کہہ کر ٹھکرا دیتے ہیں ۔

محدث ابن ابی شیبہ کے اس طرز عمل کو دیکھ کر ہر صاحب فہم کے لئے دو باتوں کا فیصلہ کرنا بڑا آسان ہو جاتا ہے ، ایک یہ کہ محدث ابن ابی شیبہ کے زمانہ میں بیس ہی رکعت تراویح کا اصل چرچا تھا ، آٹھ رکعت کا کہیں مذکور بھی نہیں تھا ، دوسرے یہ کہ بیس رکعت والی حدیث ان کے نزدیک ضعیف ہونے کے باوجود تراویح کے باب میں اصل ہے ، اس لئے انھوں نے بیس رکعت والی حدیث سے اس باب کا آغاز بھی کیا اور بیس ہی والی حدیث پر اپنا باب کو ختم بھی کیا ۔ والحمد للہ اولاً وآخراً ۔ والسلام محمد ابوبکر غازی پوری

از بندہ نورالدین نوراللہ الاعظمی

مولانا غازی پوری مدظلہ کا تراویح کے باب میں محققانہ جواب ناظرین نے ملاحظہ کر لیا، چونکہ اس مسئلہ کو غیر مقلدین بار بار اٹھاتے ہیں اس وجہ سے بطور تتمہ چند باتیں مزید عرض کی جاتی ہیں۔

معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت عائشہ کی تہجد کی تعداد کو بیان کرنے والی بخاری میں صرف وہی حدیث نہیں ہے جس میں گیارہ کا ذکر ہے بلکہ حضرت عائشہؓ سے اور بھی روایتیں ہیں جن میں ایک تو وہی جس میں تیرہ کا ذکر ہے، اور ایک روایت بخاری ہی کی یہ بھی ہے۔

عن مسروق قال سألت عائشہ رضی اللہ عنھا عن صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فقالت سبع وتسع واحدیٰ عشرۃ سوی رکعتی الفجر۔ (باب کم کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل)

حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تہجد کی نماز کی رکعتوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا۔ کبھی آپ سات رکعتیں (وتر کے ساتھ) پڑھتے کبھی نو رکعتیں (وتر کے ساتھ) پڑھتے اور کبھی گیارہ رکعتیں (وتر کے ساتھ) پڑھتے۔

اور یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی وتر کی رکعتیں مختلف ہوا کرتی تھیں۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت بھی وتر پڑھتے تھے تین بھی پانچ اور سات بھی، بلکہ مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے نو رکعت بھی وتر پڑھی ہے، (وتر کی تعداد کے لئے صلوٰۃ الرسول ص۲۸۵ پر وتر کا بیان دیکھ لیا جائے) پس اگر تہجد کی اصل جو بھی رکعت ہو چار، چھ آٹھ، دس، بارہ، ان تمام اعداد کے ساتھ اگر وتر کی رکعتوں کی تعداد جو مختلف ہے شامل کی جائے تو آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کی تعداد۔ کی بہت سی شکلیں نکلیں گی، مثلاً یہاں صرف ایک مثال چار والی لیجئے، اگر چار میں ایک وتر کو شامل کریں تو تہجد کی پانچ رکعت ہوگی، اگر چار میں وتر تین شامل کریں تو تہجد سات رکعت ہوگی، اگر چار تہجد میں وتر کی

پانچ رکعت شامل کریں تو تہجد کی پوری نماز نو رکعتیں[۳] ہوں گی ۔ اور اگر چار رکعت تہجد وتر سات شامل کریں تو گیارہ رکعت[۴] ہوگی، اور اگر تہجد کی چار رکعت میں نو وتر کی شامل کریں تو تہجد کی کی تیرہ رکعت[۵] ہوگی ۔ اب دیکھئے صرف چار رکعت تہجد کے ساتھ جب وتر کی منقول تمام رکعتوں کو شامل کیا گیا تو آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد پڑھنے کی پانچ شکلیں پیدا ہوتی ہیں اور یہی پانچ شکلیں حضرت عائشہ رض کی آٹھ رکعت والی تہجد میں بھی نکلیں گی، اور یہی پانچ شکلیں ان کی اس حدیث میں بھی نکلیں گی جس میں تیرہ رکعت تہجد کا ذکر ہے ۔ اور ان حدیثوں میں بھی یہی پانچ شکلیں نکلیں گی جس میں سات، نو، اور گیارہ رکعت تہجد کا ذکر ہے، اور یہی پانچ شکلیں حضرت عبداللہ بن عباس کی اس حدیث میں بھی نکلیں گی جس میں بارہ رکعت کا ذکر ہے اس طرح آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد پڑھنے کی تقریباً ۲۵ شکلیں پیدا ہوتی ہیں اور یہ تمام شکلیں بخاری شریف ہی کی احادیث کی روشنی میں ہیں ۔

مگر کمال ہے عمل بالحدیث کے مدعیوں اور نعرہ لگانے والوں کا کہ ان تمام ۲۵ شکلوں میں سے اس دعویٰ کے باوجود کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے صرف تراویح کیلئے ایک شکل یا دو شکل کو اختیار کیا ہے اور وہ بھی صرف تعداد میں ان کی رعایت کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت تہجد و قیام باللیل کو تو ایسا فراموش کیا کہ گویا اس کا تذکرہ بخاری و مسلم کی کسی حدیث میں ہے ہی نہیں ۔ شاباش اے جذبہ عمل بالحدیث النبویؐ ۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

ناظرین آپ کے ذہن میں یہ رہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نماز تہجد پورے سال پڑھا کرتے تھے البتہ یہ کہ رمضان میں اس کا اہتمام بہت بڑھ جاتا تھا، کبھی کبھی پوری رات جاگا کرتے تھے خصوصاً عشرۂ اخیر میں تو آپ عبادت کے لئے کمر کس لیتے تھے، اور یہ بدیہی بات ہے کہ جو عمل پورے سال ہوتا ہے اس میں یکسانیت کا ہونا عادتاً ناممکن ہے، کبھی طبیعت میں چستی ہوتی ہے تو آدمی زیادہ عمل کرتا ہے کبھی سستی کا غلبہ رہا یا اور کوئی وجہ ہوئی تو عمل مختصر ہو جاتا ہے، اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم بھی بشر ہی تھے اور تمام بشری عوارض آپ

کبھی لاحق ہوتے تھے الا یہ کہ اللہ جس سے آپ کو محفوظ رکھے، تو اس وجہ سے یہ عین ممکن ہے ممکن ہی نہیں بلکہ یہی واقع تھا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کی نوعیت اور اس کی رکعتوں کی تعداد حالات اور عوارض کی وجہ سے کم و بیش ہوتی رہتی تھی، اس لئے احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کی تعداد بھی الگ الگ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نماز کی کیفیت اور نوعیت بھی الگ الگ نقل کی گئی ہے، اس لئے تہجد والی احادیث میں کسی طرح کا کوئی تعارض نہیں ہے۔ بخاری و مسلم کی ہر حدیث اپنی جگہ پر درست اور صحیح ہے، اور یہ تمام احادیث امت کیلئے نمونۂ عمل ہیں، جس طرح بھی نماز تہجد ادا کی جائے وہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی قرار پائے گی۔

نماز تہجد کا تعلق تراویح سے بالکل نہیں ہے، دونوں دو مستقل نمازیں ہیں چنانچہ بخاری شریف میں جہاں بطور خاص رمضان کا نام لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تراویح کا بیان ہے جس کو آپ نے لوگوں کے ساتھ تین رات پڑھا تھا اس میں کسی تعداد کا کوئی ذکر نہیں ہے، مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث بخاری میں ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	یعنی رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک
صلی ذات لیلۃ فی المسجد فصلی	رات مسجد میں نماز (تراویح) پڑھی تو
بصلاتہ ناس، ثم صلی القابلۃ	آپ کے ساتھ دوسرے لوگ بھی شریک ہو گئے
فکثر الناس ثم اجتمعوا من اللیلۃ	پھر دوسری رات بھی آپ نے تراویح پڑھی
الثالثۃ او الرابعۃ فلم یخرج الیہم	تو اور مجمع ہوا، پھر تیسری، یا چوتھی رات تو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	مجمع ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف
فلما اصبح قال قد رأیت	نہیں لائے اور صبح میں فرمایا کہ تمہارے شوق
الذی صنعتم ولم یمنعنی من	و ذوق کو میں نے دیکھا لیکن اس ڈر سے نہیں
الخروج الیکم الا انی خشیت	نکلا کہ تمہارے اوپر کہیں یہ نماز فرض نہ ہو جائے
ان تفرض علیکم، وذالک	حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ واقعہ

ی ماہ رمضان ۔ (بخاری) رمضان میں پیش آیا۔

یہ فی الحقیقت تراویح کی نماز تھی اور اس میں کسی تعداد کا کوئی ذکر نہیں ہے بجز

یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نماز کی کوئی تعداد نہ ہو اور نہ عقل میں یہ بات

آتی ہے کہ اس نماز میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ شامل ہوئے ہوں بلکہ یہ حدیث بتلا رہی ہے

کہ لوگوں کا اژدحام عظیم ہو گیا تھا، تو کیا حضرت عمرؓ ہی جو آپ سے قریب تر تھے اور آنحضور

اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے شب و روز کے ساتھی یہ تصور میں آتا ہے کہ وہی اس مجمع میں نہ

ہوں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا ریب بیس ہی رکعت تراویح پڑھائی تھی ورنہ حضرت عمر

رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام کے بیچ بیس رکعت والا فیصلہ نہ فرماتے اور لوگ بلا چون و چرا اس عدد کو

خاموشی سے قبول نہ کر لیتے۔ یقیناً کوئی نہ کوئی آواز اس کے خلاف اٹھتی اور جب نہیں اٹھی اور بقول

ابن تیمیہ اقامہ بین المهاجرین والانصار ولم ینکره منکر کہ حضرت عمر فاروق اعظم نے

اس نماز کو مہاجرین و انصار کے بیچ قائم کیا اور اس بیس رکعت کے خلاف کسی نے آواز نہیں

اٹھائی تو صحابہ کرام کا یہ بیس رکعت پر اجماع و اتفاق اس بات کی بین شہادت ہے کہ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم سے تراویح کا یہی عدد ثابت ہے اور یہی مسنون ہے اور اس کا مخالف حدیث رسول

اجماع صحابہ اور حکم خلیفہ راشد کا منکر ہے، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ

ناظرین آپ اس بات کو بھی ذہن میں رکھیں کہ غیر مقلدین جس حدیث سے استدلال

کر رہے ہیں اس میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے اس کے

الفاظ یہ ہیں لا تسئل عن حسنهن وطولهن، یعنی اس کے حسن و طول کے بارے میں

مت پوچھو، یہ عبارت صاف بول رہی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ آٹھ رکعتیں معمول سے

بہت زیادہ طویل ہوتی تھیں۔ اور کتنی طویل ہوتی تھیں اس کا بیان مولانا غازی پوری صاحب

کے جواب میں گزر چکا ہے کہ ایک ایک رکعت میں سورہ بقرہ، سورہ آل عمران، سورۂ نساء آپ

صلے اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے، اور آپ کا رکوع اور سجدہ اور رکوع سے اٹھنے کے بعد کا قیام

بھی اسی قدر طویل ہوتا تھا، آپ صلے اللہ علیہ وسلم تسبیح کی آیت پر پہونچ کر تسبیح کرتے، سوال

کی آیت پر پہنچ کر سوال کرتے اور تعوذ کی آیات پر پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعوذ کرتے ، غرض
آپ صلے اللہ علیہ وسلم یہ آٹھ رکعتیں بقول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ طویل ہوا کرتی تھیں
اور اتنی طویل نماز آپ صلے اللہ علیہ وسلم امام ہو کر لوگوں کو نہیں پڑھا سکتے تھے ، جب کہ آپ کا
خود فرمان تھا کہ اذا صلی احدکم للناس فلیخفف یعنی جو امامت کرے تو وہ ہلکی
نماز پڑھائے ۔ اور اس کی وجہ آپ نے یہ بیان فرمائی تھی کہ امام کے پیچھے ضعیف کمزور بیمار
عورتیں بچے ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں ۔ تو جب آپ صلے اللہ علیہ وسلم خود امام کو تخفیف صلوٰۃ
کا حکم فرمائیں اور بہت طویل نماز پڑھانے کو امام کے لئے پسند نہ فرمائیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے
کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم خود اپنے اس فرمان اور ہدایت کے خلاف لوگوں کو امام بن کر اتنی طویل
نماز پڑھائیں ۔

اس لئے یہ واضح قرینہ ہے اور عقل کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے
رمضان مبارک میں تین راتیں لوگوں کے ساتھ جو نمازیں پڑھی تھیں اور جنہیں ہم تراویح کہتے
ہیں وہ قطعاً آٹھ رکعت نہیں تھی بلکہ اس کی تعداد آٹھ کے علاوہ تھی اور وہ وہی بیس کی
تعداد تھی جس کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب کو حکم دیا تھا اور جو آپ کے عہد
مبارک اور بعد میں بھی صحابہ کرام کے درمیان برابر پڑھی جاتی رہی اور جو حدیث عبداللہ بن عباس
سے بھی ثابت ہے اگرچہ اس کی سند کمزور ہے ہی سند کا کمزور ہونا حدیث کے باطل ہونے کی
دلیل نہیں ہے جب کہ اس کمزور سند والی حدیث کی تائید خیر القرون وما بعدہا کے تعامل سے بھی ہو رہی ہو ۔
غیر مقلدین نے ضعیف حدیث کو ہوا بنا لیا ہے کہ اس پر عمل کرنا جائز ہی نہیں ہے یہ بھی ان کا چودہویں
صدی کا اجتہاد ہے ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں باب قائم کرتے ہیں کہ الکفن من جمیع
المال یعنی کفن میں جو کچھ خرچ ہوگا وہ مرنے والے کے تمام مال میں سے ہوگا ، اور مسئلہ میں بخاری نے
ضعیف سے استدلال کیا ہے ، اس بارے میں صحیح حدیث کوئی نہیں ہے ۔ (۱)

---

(۱) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کان المصنف واٰی لفظ حدیث مرفوع ورد بہذا اللفظ یعنی

بقیہ اگلے صفحہ پر

پس جو اس اقتدا کو بدعت قرار دے یا سنت نہ مانے وہ فی الاصل بہت بڑے جرم کا مرتکب ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ اگر ایسے لوگوں کی ہدایت نہ فرمائے تو ان کا انجام بہت خطرناک ہے۔

اند کے باتو گفتیم و گر دل بسیار است

نفسانیت

اللہ کی رضا کے علاوہ کسی بھی نیت سے کام کرنا نفسانیت ہے، مال مل جائے مال بڑھ جائے، لوگ تعریفیں کریں، بڑا بن جاؤں، شہرت مل جائے، عہدہ مل جائے میں بن جاؤں میری بات چلنے لگے، میری حیثیت مانی جائے، میری رائے پوچھی جائے، ان اغراض کے لئے کام کرنا ہرگز اخلاص اور للٰہیت نہیں۔

مولانا محمد یوسف صاحبؒ
امیر تبلیغی جماعت

بخاری نے ترجمہ میں مرفوع حدیث کی روایت کی ہے جو اس لفظ سے (یعنی الکفن من جمیع المال) مروی ہے۔ پھر فرماتے ہیں (اسنادہ ضعیف یعنی اس کی سند ضعیف ہے، اور ابن ابی حاتم نے اس کو اپنی العلل میں نقل کیا ہے، اور وہ اپنے باپ ابو حاتم سے نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے، اور اسی کو ضعیف اور منکر حدیث پر امام بخاری نے بنا نہیں بلکہ تمام اہل علم نے اس مسئلہ کی بنیاد رکھی ہے ابن منذر فرماتے ہیں، اس کے قائل تمام اہل علم ہیں۔ (فتح الباری صفحہ ۱۲۹/۳)

محمد ابوبکر غازی پوری

خط اور اس کا جواب

اکابر دیوبند کے بارے میں ایک غلط پروپیگنڈہ

ایک سوچی سمجھی شرارت

مکرمی حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری

دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

غیر مقلدین بعض اکابر دیوبند کی طرف منسوب بعض واقعات کو بنیاد بنا کر یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ دیوبندیوں کے عقیدہ میں بندہ بھی موت وحیات پر قادر ہوتا ہے اور اکابر دیوبند کو یہ قدرت حاصل تھی، اس کی حقیقت کیا ہے۔

کیا کسی بندہ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ مردہ کو زندہ یا زندہ کو مردہ کردے، براہ کرم جواب باصواب سے نوازیں۔

والسلام

نوشاد احمد بنگلور

زمزم! موت وحیات کا مالک صرف اللہ ہے، کسی کو مارنا یا جلانا بندہ کی قدرت میں نہیں ہے، نہ کسی نبی کو قدرت حاصل ہے نہ کسی پیر ولی کو، تمام صحیح العقیدہ مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے۔

دیوبندیوں کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کا عقیدہ ہے کہ مارنے اور جلانے پر بندہ بھی قادر ہے اور اکابر دیوبند کو یہ قدرت حاصل تھی بدترین جھوٹ ہے، اور یہ ایسا اتہام ہے جس کا

سچائی سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، جو لوگ دیوبندیوں کے بارے میں اس قسم کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں ان کو خدا کے قہر و غضب سے ڈرنا چاہئے۔

اس وقت غیر مقلدین سخت احساس کمتری کا شکار ہیں اسی وجہ سے وہ اس قسم کے بیہودہ و بے معنی باتیں عوام میں پھیلاتے رہیں اور اکابر دیوبند سے جاہلوں کو برگشتہ کرنے کی مقدس خدمت انجام دیتے ہیں۔

کرامات کے بعض جزئی واقعات کو بنیاد بنا کر کسی کے بارے میں یہ کہنا کہ اس کا عقیدہ اپنے اکابر کے بارے میں مارنے اور جلانے کا ہے اور یہ کہ ان کے اکابر کو اس پر قدرت حاصل ہے اس کا ہلکا سے ہلکا نام شرارت رکھا جا سکتا ہے، غیر مقلدین شرارت کا ہی کام انجام دے رہے ہیں۔

معجزہ اور کرامت کے حق ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اور اس کا منکر اہلسنت والجماعت سے خارج ہے، معجزہ نام ہے خرق عادت امر کا، معجزہ انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتا ہے، خرق عادت ہی کی ایک قسم کا نام کرامت ہے، کرامت اللہ والوں کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے۔

نبی جس طرح ہر وقت معجزہ دکھانے پر قادر نہیں ہوتا اسی طرح ولی کے ہاتھ پر ہر وقت کرامت ظاہر نہیں ہوتی ہے۔ اور جس طرح معجزہ اصلاً خدا کا فعل ہوتا ہے اسی طرح کرامت بھی اللہ ہی کا فعل ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے مردہ زندہ ہو جاتا تھا اور اندھا بینا ہو جاتا تھا اور کوڑھی اچھا ہو جاتا تھا اور آسمان سے کھانوں سے سجا دسترخوان اتر آتا تھا، حضرت عیسیٰ کے ان معجزات کو دیکھ کر یہ کہنا کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مارنے اور جلانے اور بیماروں کو شفا دینے اور آسمان سے روزی برسانے پر قادر تھے، بالکل خلاف واقعہ اور خلاف حقیقت بات ہوگی، کسی مسلمان کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے، مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر یہ تمام امور اللہ کی قدرت سے ظاہر ہوتے تھے۔

آنحضورؐ کے زمانہ میں ایک شخص بائیں ہاتھ سے پانی پیا کرتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ دائیں ہاتھ سے پانی پیو، اس نے شرارتاً کہا مجھ کو اس پر قدرت نہیں ہے، آپ نے اس سے کہا کہ اگر تجھے اس پر قدرت نہیں ہے تو اب آئندہ تجھے اس پر قدرت نہ رہے گی۔ آپ کی بددعا کا اثر یہ ہوا کہ ساری زندگی اس کا بایاں ہاتھ کام کا نہیں رہا۔

آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ تھا، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نفع نقصان کے مالک تھے۔

کرامت از قسم معجزات ہے جو اللہ کے نیک و صالحین بندوں سے ظاہر ہوتی ہے کرامات کے واقعات سے عقیدہ مستنبط نہیں کیا جا سکتا ورنہ ایسا کرنا جائز ہوگا جس طرح معجزہ انبیاء کے حق ہونے پر دلیل ہوا کرتا ہے اسی طرح کرامت سے بزرگوں کا اللہ سے قرب و تعلق ظاہر ہوتا ہے اور کرامت اس کی دلیل ہوتی ہے کہ اس بندہ کا مقام و مرتبہ اللہ کے یہاں بہت بلند ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ولایت و بزرگی میں مقام بہت بلند تھا، ان کی زندگی تقویٰ و پرہیزگاری، عبادت و عبدیت کا کامل و مکمل نمونہ تھی، ان کے تقویٰ و بزرگی کی شہادت ان کے تمام معاصرین نے دی ہے، شیعوں سے آپ کی مناظرانہ گفتگو رہا کرتی تھی، اسی طرح کی ایک گفتگو میں شیعوں کے بڑے بڑے علماء کو منہ کی کھانی پڑی تھی اور عوام میں ان کی کافی بے عزتی و بدنامی ہوئی تھی، شیعوں نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے بدلہ لینے کی ایک سازش رچی، انھوں نے ایک جھوٹا جنازہ تیار کیا اور ایک نوجوان کو اس پر سلایا اور اسے سکھلایا کہ ہم لوگ جنازہ کی نماز مولانا محمد قاسم نانوتوی سے پڑھوائیں گے وہ جب دوسری یا تیسری تکبیر کہیں تو تم کود کر بھاگنا، اس طرح حضرت نانوتوی کا تماشہ بنے گا اور ہم ان سے اپنی بدنامی اور اپنے علماء کی بے عزتی کا بدلہ لیں گے۔ چنانچہ جب پروگرام شیعہ جنازہ تیار کر کے حضرت نانوتوی کے پاس گئے اور ان سے کہا

مصنوعی جنازہ کے نماز پڑھانے پر اصرار کیا ، حضرت نانوتوی تیار نہیں تھے ، انھوں نے بہت ضد کی ، تو حضرت تیار ہو گئے ، اور جب جنازہ کے قریب پہونچے تو ان کے قلب میں یہ ڈالا گیا کہ یہ سب شیعوں کی شرارت ہے اور آپ سے انتقام لینے کی سازش ہے ، حضرت کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو رہا تھا ۔ مگر آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اور غصہ کی حالت میں فرمایا کہ اب یہ شخص قیامت کی صبح تک اٹھ نہیں سکے گا ۔ نوجوان مر چکا تھا ، اور شیعوں میں آہ و بکا پڑ گیا ، حضرت کی یہ کرامت دیکھ کر بہت سے شیعہ خاندان نے شیعیت سے توبہ کر لی اور صحیح العقیدہ سنی مسلمان بن گئے ۔

اس پورے واقعہ میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جس کی بنیاد پر یہ کہا جائے کہ دیوبندیوں کے عقیدہ میں ان کے اکابر مارنے اور جلانے پر قادر تھے ، بزرگوں کی شان میں گستاخی اللہ کو پسند نہیں آتی ، اور اللہ ان کی آبرو کی حفاظت کیلئے اگر اپنی قدرت سے کسی بزرگ کے ہاتھ پر اس قسم کی کرامت ظاہر کر دے تو آخر اس میں استحالہ کیا ہے اور تعجب کی کیا بات ہے ۔

غیر مقلدین نے اسی واقعہ کو بہت اچھالا ہے ، اور اسی واقعہ کو بنیاد بنا کر یہ پروپیگنڈہ شروع کیا ہے کہ دیوبندیوں کا اپنے اکابر کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ انھیں مارنے اور جلانے پر قدرت حاصل تھی ۔

ہم دیوبندی کیا عقیدہ رکھتے ہیں ، غیر مقلدین کو ہم سے پوچھنا چاہئے نہ کہ وہ اپنی طرف سے گڑھ کر جو عقیدہ چاہیں ہماری طرف منسوب کر دیں ، اس کا نام شرارت ہی رکھا جا سکتا ہے ۔

کرامات کا انکار کرنا یا اس کا استہزاء اور مذاق کرنا بدعقیدگی کی دلیل ہے ۔

امت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ شرف حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کے نیک بندوں کے ہاتھوں پر خرق عادت امور ظاہر کرتے ہیں ، شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں ۔

فان خوارق العادات انما	یعنی کرامات کا ظہور امت محمدیہ کے
تکون لامة محمد صلی اللہ	ان افراد کے لئے ہوتا ہے جو حضور صلی اللہ
علیه وسلم المتبعین له ظاهراً	علیہ وسلم کے ظاہری و باطنی طور پر

وباطناً۔ (فتاویٰ ج۱۱ ص۲۷۴) متبع ہوتے ہیں۔

نیز فرماتے ہیں:

"اللہ کے متقی بندے وہ ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہیں آپ نے جس کا حکم دیا اس کو کرتے ہیں اور جس سے منع کیا اس سے رکتے ہیں۔ تو اللہ اپنے ملائکہ اور روح القدس سے ان کی تائید کرتا ہے اور ان کے دلوں میں اپنے انوار ڈالتا ہے۔ ان کے لئے کرامات ہوتی ہیں ان سے اللہ اپنے متقی بندوں کو نوازتا ہے اور ان کو اعزاز بخشتا ہے"

(ایضاً ص۲۷۴)

نیز فرماتے ہیں:

وکرامات اولیاء الله انما حصلت ببرکة اتباع رسول الله صلی الله علیه وسلم فهی فی الحقیقة تدخل فی معجزات الرسول صلی الله علیه وسلم (ایضاً ص۲۷۴)	یعنی اولیاء اللہ کی کرامات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی برکت کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہیں، یہ کرامات حقیقت میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہی کا حصہ ہیں۔

غرض اولیاء کی کرامات اپنی جگہ برحق ہیں جس طرح معجزات کا انکار کرنا گمراہی ہے اور بددینی اور الحاد کی علامت ہے اسی طرح اولیاء کی کرامات کا انکار کرنا بھی بددینی و گمراہی اور الحاد ہے۔

معجزات اور کرامات میں صرف اتنا ہی فرق ہے کہ خوارق عادت امور اگر انبیاء سے ظاہر ہوں تو معجزہ کہلاتے ہیں، اور اگر اولیاء سے ظاہر ہوں تو انھیں کرامات کا نام دیا جاتا ہے، دونوں میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے، صرف نسبت کے بدلنے سے نام کا فرق ہو جاتا ہے۔

صحابہ و تابعین اور بزرگوں سے کرامات کے بیشمار واقعات ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ان میں سے کچھ کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً

اسید بن حضیر کی کرامت

اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ وہ جب سورہ کہف پڑھتے تو آسمان سے چھتری نما بادل پیدا ہوجاتا اور اس میں چراغوں کی طرح روشنی ہوتی، یہ فرشتے ہوتے جو ان کی تلاوت سننے کے لئے آسمان سے تشریف لاتے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو فرشتے سلام کرتے تھے۔

حضرت سلمان و حضرت ابو درداء جس پلیٹ میں کھانا کھاتے تو پلیٹ تسبیح کرتا یا پلیٹ میں جو کھانا ہوتا وہ تسبیح کرتا۔

حضرت عباد بن بشر اور حضرت اسید بن حضیر ایک دفعہ اندھیری رات میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اپنے گھر جا رہے تھے تو ان کے لئے روشنی پیدا ہوگئی اور جب ایک موڑ پر دونوں الگ ہوئے تو دونوں کے ساتھ الگ الگ روشنی ہوگئی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے تین مہمانوں کو اپنے گھر لے گئے، کھانا کم تھا چراغ کو حیلہ سے بجھا دیا، مہمانوں نے آسودہ ہو کر کھانا کھایا، حضرت ابو بکر نے کچھ نہیں کھایا، بعد میں دیکھا تو بچا ہوا کھانا پہلے سے زیادہ تھا پھر اس کھانے کو آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے بہت سے اصحاب نے کھایا اور سب آسودہ ہوئے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا ہجرت کے سفر پر تھیں، ان کے ساتھ کھانا پانی کچھ نہیں تھا، روزہ سے تھیں پیاس کی شدت سے پریشان حال تھیں، جب افطار کا وقت ہوا تو اپنے سر پر کچھ آہٹ محسوس کی سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک ڈول لٹک رہی ہے اس سے پانی پیا، اور اس ڈول کی برکت کا اثر تھا کہ ساری زندگی انھیں پیاس ہی نہیں لگی۔

آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت سفینہ راستہ بھول گئے راستے میں ایک شیر ملا انھوں سے شیر سے کہا کہ وہ آنحضورؐ کے قاصد ہیں تو شیر نے ان کو صحیح راستے کی رہنمائی کردی ۔

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کا حال یہ تھا کہ جب وہ کسی بات پر قسم کھالیتے تھے تو اللہ ان کی قسم کو پورا کرتا تھا ۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا، قلعہ والوں نے کہا کہ ہم قلعہ کو تمہارے سپرد اس وقت کریں گے جب تم یہ زہر پی لو انھوں نے زہر پی لیا اور انھیں کچھ نہیں ہوا ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کے منبر سے یا ساریہ الجبل کی آواز لگائی اور حضرت ساریہ کو یہ آواز ملک شام میں سنائی دی ۔

حضرت زبیرہ رضی اللہ عنہا کو اسلام لانے کی وجہ سے مشرکین ستاتے تھے ، مشرکین کے ستانے سے ان کی آنکھ کی روشنی جاتی رہی اور وہ اندھی ہوگئیں مشرکین نے کہا کہ تمہاری آنکھ کی روشنی ہمارے معبود لات وعزیٰ نے ختم کردی ہے ، حضرت زبیرہ نے کہا ہرگز نہیں، اور اللہ نے ان کے اس ایمان ویقین سے بھرے انکار پر ان کی آنکھ کی روشنی لوٹادی ۔

اروی بنت حکم نے حضرت سعید بن زید کے اوپر ایک جھوٹا الزام لگایا حضرت سعید نے اس کیلئے بددعا کردی کہ اللہ تو اس کو اندھا کردے اور اس کی زمین ہی میں تو اس کو موت دے چنانچہ اروی اندھی ہوگئی اور خود اپنی زمین کے ایک گڈھے میں گر کر مرگئی ۔

علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بحرین کے حاکم تھے ، بڑے مستجاب الدعوات تھے ، ان الفاظ سے دعا مانگتے یا علیم ، یا حلیم ، یا علی یا عظیم اور ان کی دعائیں قبول ہوتیں ۔ ایک دفعہ لوگوں کو پینے اور وضو کیلئے پانی نہیں مل رہا تھا چنانچہ انھوں نے دعا کی اور پانی برس گیا ۔

صحابہ کرام سمندر پار کرنا چاہتے تھے، سمندر کا پار کرنا مشکل تھا، حضرت علاء نے دعا کی تمام اصحاب رسول سمندر میں گھوڑوں کے ساتھ کود گئے اور سمندر پار کر لیا اور گھوڑوں کی زین تک نہیں بھیگی۔

اپنے لئے انھوں نے دعا کی کہ مرنے کے بعد ان کا بدن لوگ نہ دیکھیں، قبر میں جب انکو اتارا گیا تو ان کا بدن قبر سے غائب تھا۔

حضرت ابو مسلم خولانی اپنے اصحاب کو لے کر دجلہ چلتے ہوئے پار کر گئے۔ اسود عنسی جو نبوت کا دعویٰ کرتا تھا اس نے ابو مسلم خولانی سے اپنی رسالت کا اقرار لینا چاہا انھوں نے انکار کیا، اس نے کہا کہ تم محمد کو اللہ کا رسول سمجھتے ہو، انھوں نے کہا ہاں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی گواہی دیتا ہوں، اس پر اسے غصہ آیا اور ان کو آگ میں ڈال دیا لوگوں نے دیکھا کہ آگ میں یہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں، اور آگ ان کے لیے برد و سلام بن گئی ہے۔
انھیں کا واقعہ ہے کہ خادمہ نے ان کے کھانے میں زہر ملا دیا، انھوں نے کھانا کھایا اور زہر نے اثر نہیں کیا۔

انھیں کا واقعہ ہے کہ ان کی بیوی کو ایک عورت نے ان کے خلاف بھڑکایا تو انھوں نے اس عورت کیلئے بد دعا کر دی وہ اندھی ہو گئی، اسنے آکر ان سے معافی مانگی اور توبہ کی تو دوبارہ دعا کی اور اس کی آنکھ واپس آگئی۔

حضرت عامر بن عبد قیس اپنا وظیفہ دو ہزار درہم اپنی آستین میں لے کر نکلتے۔ راستے میں جو سائل ملتا اس کو بلا گنے اس میں سے دیتے جاتے پھر جب گھر آکر اس کو شمار کرتے تو وہ جوں کا توں رہتا۔

انھوں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ جاڑے کے دنوں میں ان کو وضو کرنے میں سہولت رہے تو ان کے پاس وضو کا پانی لایا جاتا اور سخت سردی میں اس میں سے گرم گرم بھاپ نکلتی۔
حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو حجاج تلاش کر رہا تھا وہ انھیں سزا دینا چاہتا تھا، ان کے سپاہی پانچ دفعہ ان کے گھر گئے انھوں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ وہ ان سپاہیوں کو نظر نہ آئیں،

چنانچہ وہ موجود رہتے مگر حجاج کے سپاہی ان کو دیکھ نہ پاتے۔

انھیں کا واقعہ ہے کہ ایک خارجی ان کو ستا تا تھا انھوں نے بددعا کر دی وہ اسی وقت گرا اور مر گیا۔

صلہ بن اشیم ایک بزرگ ہیں، وہ جہاد میں تھے ان کا گھوڑا مر گیا، انھوں نے دعا کی اور ان کا مرا گھوڑا زندہ ہو گیا۔

ایک دفعہ انھیں بھوک لگی اور کھانے کو کچھ نہیں تھا انھوں نے دعا کی تو ان کے پیچھے تر و تازہ کھجور کا ریشمی کپڑا میں لپٹا ہوا خوشہ گرا، انھوں نے اسے کھایا اور شکم سیری حاصل کی، اور یہ بابرکت کپڑا ان کی بیوی کے پاس بہت دنوں تک رہا۔

واقعہ حرہ میں مسجد نبوی میں کئی دنوں تک نماز اور اذان نہیں ہوئی، حضرت سعید بن مسیب تنہا مسجد میں ہوتے اور نماز کے وقت آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر سے انھیں اذان کی آواز سنائی دیتی۔

قبیلہ نخع کا ایک آدمی اپنے ساتھیوں کے ساتھ سفر کر رہا تھا، راستہ میں اس کا گدھا مر گیا، اس نے دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ سے دعا کی اور اس کا گدھا زندہ ہو گیا۔

اویس قرنی کا جب انتقال ہوا تو ان کے کپڑوں میں تیار شدہ کفن بھی ملا، حالانکہ یہ پہلے موجود نہیں تھا اور قبر بھی کھدی ملی قبر کو بھی پہلے سے کھودا نہیں گیا تھا۔

عمرو بن عتبہ بن فرقد گرمی کے زمانہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ آسمان میں بادل ظاہر ہوا اور ان کے سر پر چھتری بن گیا، یہ جانور چراتے اور ان کی حفاظت درندے کرتے۔

مطرف بن عبداللہ جب گھر میں داخل ہوتے تو ان کے برتن بھی ان کے ساتھ تسبیح کرتے۔

عبدالواحد بن زید کو فالج کا اثر ہو گیا تھا، انھوں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ وضو کے وقت ان کے اعضاء اصلی حالت پر ہو جایا کریں، چنانچہ جب وہ وضو کرتے تو ان کے اعضاء ٹھیک ہو جاتے اور وضو کے بعد پھر فالج زدہ ہو جاتے۔

ان کرامات کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں ۔ وھٰذا باب واسع ، (ج۲ ص ۲۴۲) یعنی اس طرح کے واقعات بے شمار ہیں۔

آپ ان کرامات میں غور فرمائیں ہر طرح کی کرامتیں ہیں ، اللہ والوں کی بد دعا سے مردہ کے مرنے کا واقعہ بھی ہے اور ان کی دعا سے مرے ہوئے کے زندہ ہونے کا واقعہ بھی ہے ، اللہ والوں کی دعا سے آنکھ کی روشنی واپس بھی آجاتی ہے اور ان کی بد دعا سے آدمی اندھا بھی ہوجاتا ہے ، دریا و سمندر میں بھی انسان اس طرح چلتا نظر آتا ہے کہ اس کے کپڑے بھی نہیں بھیگتے ۔ اور ابو مسلم خولانی پر آگ اسی طرح بردًا و سلام بنجاتی ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ گلزار بن گئی تھی اور وہ آگ میں نماز پڑھتے نظر آتے تھے ۔ حضرت سعید بن مسیب کو اللہ کے رسول کی قبر سے اذان سنائی دیتی ہے ۔ اور ایسے بھی اللہ والے نظر آتے ہیں کہ آسمان سے ان کیلئے رزق نازل ہوتا ہے ۔

بزرگوں سے کرامات کا ظہور تواتر سے ثابت ہے ، اس کا انکار کرنا مشاہد و محسوس چیز کا انکار کرنا ہے ۔

اب اگر اسی طرح کی کوئی کرامت دارالعلوم دیوبند کے اکابر سے ظاہر ہوجائے تو غیر مقلدین کو اس پر تعجب کیوں ہے ۔

اور اگر حضرت نانوتوی کے ہاتھ پر یہ کرامت ظاہر ہوجائے کہ ان کی بد دعا سے ان کا کوئی دشمن مرجائے اور اس کا فائدہ یہ ہو کہ بہت سے گمراہ راہ حق پر آجائیں اور بد عقیدہ صحیح العقیدہ بن جائیں تو آخر غیر مقلدین کی پیشانی پر شکن کیوں پڑجاتی ہے ۔

سلفیت زدہ غیر مقلدیت پر اللہ کی پھٹکار ہے ، اور اللہ کی روحانی مار ہے ، انکے اکابر و اصاغر بد عقیدہ و گمراہ ہیں ، صحابہ کرام اور اولیاء اللہ کی شان میں یہ گستاخ ہیں جب ان کے اکابر اور بزرگوں سے اس طرح کی کرامتوں کا ظہور نہیں ہوتا ہے تو یہ اولیاء اللہ کی کرامتوں ہی کے منکر ہوجاتے ہیں ۔ اور علمائے دیوبند و اکابر دیوبند پر جو اللہ کا فضل و انعام رہا ہے یہ ان سے دیکھا نہیں جاتا ، یہ جلتے ہیں ، تملاتے ہیں ، بلبلاتے ہیں اور بلیوں کی طرح

کھبا نوچ نوچ کر اپنی آتش حسد وغضب بجھاتے ہیں۔

غیر مقلدین کے اکابر میں بھی کچھ لوگ ایسے گزرے ہیں جو غیر مقلد ہونے کے باوجود اللہ والے تھے، ائمہ دین اور بزرگوں کا اکرام اور احترام کرتے تھے سنت کے پابند تھے، سلسلہ تصوف سے جڑے ہوئے تھے، ان کی زندگی پاکیزہ تھی، ان کے اخلاق اسلامی تھے، ان کی راتیں عبادات میں گزرتی تھیں، اور ان کی زبان پر اللہ کا نام رہتا تھا، حرام اور مشتبہات سے بچتے تھے، تقویٰ اور ورع میں ممتاز تھے، وہ اہلحدیث تھے، سنت کی اتباع ان کا مقصود تھا، تو ان اللہ والے اہلحدیث غیر مقلدین کے ہاتھوں پر بھی کرامات کا ظہور ہوتا تھا، اور ان کی کرامات کے بہت سے قصے مشہور ہیں۔

مولانا عبداللہ غزنوی مشہور بزرگ صوفی غیر مقلد اہلحدیث عالم تھے، انھوں نے ایک دفعہ اپنے شاگرد میاں غلام رسول سے غصہ میں فرمایا کہ مولوی رسول تو مولوی شدی محدث شدی عالم شدی واعظ شدی واللہ ہنوز مسلمان نشدی، یعنی مولوی رسول تم مولوی بن گئے، محدث بن گئے، عالم بن گئے، واعظ بن گئے مگر خدا کی قسم ابھی مسلمان نہیں بنے، یہ کہنا تھا کہ مولوی غلام رسول میاں، فرش پر گر گئے اور تڑپنے لگے۔ پھر مولانا عبداللہ غزنوی نے ان سے کہا کہ کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، یعنی لا الہ الا اللہ کہو، یہ کہنا تھا کہ مسجد کے در و دیوار سے لا الٰہ الا اللّٰہ کی آواز آنے لگی۔[1] (داؤد غزنوی ص ۳۳)

---

(۱) مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کا حال یہ تھا انہ کان فی جمیع احوالہ مستغرقاً فی ذکر اللہ عزوجل حتی ان لحمہ وعظامہ واعصابہ واشعارہ وجمیع بدنہ کان متوجھاً الی اللہ تعالیٰ ذاکراً فانیاً فی ذکرہ عزوجل (داؤد غزنوی ص ۱۱) یعنی وہ ہر وقت اور ہر حالت میں خدائے بزرگ و برتر کے ذکر میں ڈوبے رہتے تھے حتی کہ ان کا گوشت اُنکی ہڈیاں ان کے پٹھے اور ان کے بال اور پورے بدن اللہ کی طرف متوجہ تھے، اللہ عزوجل کے ذکر میں فنا ہو گئے تھے۔

غیر مقلد ہونے کے باوجود جب مولانا عبداللہ غزنوی میں یہ حالت پیدا ہوئی تو انکے ہاتھوں کا بھی کرامات ظاہر ہوتی تھیں۔

مولانا غلام رسول صاحب قلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید فرماتے ہیں کہ میں غریب آدمی تھا میرے پاس پیسے نہیں تھے کہ دودھ گھی خرید کر کھا سکوں، میرے پاس ایک بہت بوڑھی اور کمزور بھینس تھی جو گابھن نہیں ہو سکتی تھی، میں نے مولانا سے کہا کہ دعا کریں کہ خدا کوئی دودھ گھی کا انتظام کر دے، مولانا نے فرمایا کہ تمہاری وہی بھینس گابھن ہو چکی ہے اور عنقریب بچہ دینے والی ہے، وہ مدت تک دودھ دیتی رہے گی اس مرید کا بیان ہے کہ پہلے وہ بھینس تھوڑے ہی دنوں میں دودھ دینے لگی اور قریباً گیارہ مرتبہ وہ گابھن ہوئی اور اس نے بچہ دیا اور ہمیں بہت دنوں تک دودھ ملتا رہا۔

(کرامات اہلحدیث ص۳۱)

اگر ابن بازیوں اور البانیوں اور سلفیت زدہ غیر مقلدوں کو اس قسم کی کراموں سے انکار ہے تو رہا کرنے، ان کے انکار سے حقیقت تو نہیں بدل جائے گی، بزرگوں کی کرامتیں برحق ہیں اور برحق رہیں گی کسی کے انکار سے سورج کی روشنی مدھم نہیں پڑتی۔

البتہ ان کراموں کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان کو کائنات میں تصرف کا اختیار حاصل ہو گیا ہے، جیسا کہ بعض گمراہ فرقوں کا خیال ہے، اہلسنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ کرامت کا ظہور بزرگوں سے ہوتا ہے مگر وہ فعل خدا کا ہوتا ہے، بزرگوں کا اس سے صرف ظاہری تعلق ہوتا ہے۔

چونکہ بعض نا لائق مفسد غیر مقلدین علمائے دیوبند کی کراموں کو لے کر اپنی تقریروں اور کیسٹوں کے ذریعہ اس وقت عوام کو گمراہ کر رہے ہیں اس وجہ سے مجھے آپ کے جواب میں ذرا زیادہ ہی تفصیل سے کام لینا پڑا۔

خدا کرے متلاشیان حق کیلئے یہ تحریر مفید ہو

محمد ابوبکر غازی پوری

۵۰

محمد اجمل مفتاحی

طٰہٰ شیرازی

خمارِ سلفیت

اللہ والوں کی قوتِ کشفیہ کا کمال

بیٹا ۔ ابا جی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ ابا جی حدیث میں آتا ہے کہ آدمی جب وضو کرتا ہے تو اس کے اعضاء سے وضو کے پانی کے ساتھ اس کے گناہ نکل جاتے ہیں اور وہ گناہ سے بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے ۔

باپ ۔ جی بیٹا، یہ حدیث ترمذی شریف میں ہے اس کے روایت کرنے والے حضرت ابوہریرہؓ ہیں

بیٹا ۔ مگر ابا جی ہمیں تو وضو کے پانی کے ساتھ گناہ نکلتے ہوئے دکھلائی نہیں دیتے؟

باپ ۔ اللہ کے رسول کی حدیث بالکل صحیح ہے، ہمیں نظر نہیں آتا تو ہماری آنکھ کا قصور ہے ۔

بیٹا ۔ ابا جی تو کسی کو وضو کے پانی کے ساتھ گناہ نکلتا ہوا دکھلائی دیا ہوگا؟

باپ ۔ جی بیٹا، جو اللہ والے ہوتے ہیں، جن کی باطنی قوت بہت بڑھی ہوئی ہے جو صاحب احوال واصحاب مکاشفات ہوتے ہیں ان کو وہ گناہ نظر آتا ہے ۔

بیٹا ۔ ابا جی یہ آپ اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں یا اس کا بیان حدیث میں ہے؟

باپ ۔ بیٹا اس کا ذکر حدیث میں تو نہیں ہے مگر ہمارے بڑے یہی کہتے ہیں جو میں کہہ رہا ہوں، دیکھو ہمارے امام المحدثین مولانا عبد الرحمٰن صاحب ترمذی کی شرح میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔ قال السیوطی : بل الظاهر حمله علی الحقیقة و ذلك ان الخطایا تورث فی الظاهر والباطن سوادا یطلع علیه ارباب الاحوال والمکاشفات (ص۱۴۰ تحفة)

یعنی امام سیوطی نے اس حدیث کا ظاہری اور حقیقی معنی لیا ہے اس لئے کہ گناہ کی وجہ سے ظاہر و باطن میں سیاہی پیدا ہو جاتی ہے، جس کی خبر اصحاب احوال اور اصحاب مکاشفات کو ہوتی ہے۔

بیٹا ۔ ارباب احوال اور ارباب مکاشفات کا ذکر تو صوفیوں کے یہاں ہوتا ہے یہ کون لوگ ہوتے ہیں؟

باپ ۔ بیٹا یہ اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں جن کی باطنی حالت اور کشفی قوت عام انسانوں سے بالکل الگ ہوتی ہے، انہیں وہ کچھ نظر آتا ہے جو ہمیں نظر نہیں آتا۔

بیٹا ۔ تو ابا جی ہماری جماعت کے آج کل کے سلفی نوجوان ان اللہ والوں کا کیوں مذاق اڑاتے ہیں، اور ان قوتوں کا کیوں انکار کرتے ہیں؟ یہ تصوف کو خرافات کیوں کہتے ہیں؟

باپ ۔ یہ سب ہماری شامت اعمال ہے کہ ہماری جماعت میں اس طرح کا ایک طبقہ پیدا ہو گیا ہے۔

بیٹا ۔ ابا جی کیا یہ طبقہ ہمارے امام المحدثین مولانا مبارکپوری سے بھی پکا اہلحدیث ہے؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

متدین اہلحدیث ائمہ کا مذہب قرأت خلف الامام کے بارے میں

بیٹا ۔ ابا جی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ عبد اللہ بن مبارک، امام مالک اور امام احمد بن حنبل ان کا شمار اہلحدیث میں ہوتا ہے یا نہیں ؟

باپ ۔ بیٹا یہ تینوں اسلام کی بڑی بزرگ شخصیتیں ہیں، یہ تینوں کے تینوں فقہ و حدیث کے امام ہیں، اسلام کی حقانیت کی علامت ہیں، مسلمانوں کے لئے باعث فخر ہیں ان کا شمار اہلحدیث میں سے نہ ہوگا تو کس کا ہوگا ۔

بیٹا ۔ اباجی ان کے بارے میں یہ آپ کا خیال ہے کہ ہمارے بڑے بھی یہی کہتے ہیں جو آپ کہہ رہے ہیں ۔

باپ ۔ بیٹا ہمارے تمام بڑوں کا ان ائمہ ثلاثہ کے بارے میں یہی فیصلہ ہے کہ یہ تینوں بزرگ فن حدیث کے جلیل القدر ائمہ میں سے ہیں، دیکھو عبد اللہ بن مبارک کے بارے میں مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں :

الامام الحافظ العلامہ شیخ الاسلام فخر المجاھدین قدوۃ الزاھدین ۔ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی صـ ۳۹)

ان القاب سے اندازہ لگا لو کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک کی شان کتنی عظیم تھی اور وہ کس پایہ کے محدث تھے ۔

اور امام مالک کے بارے میں فرماتے ہیں ۔ الحافظ، فقیہ الامۃ شیخ الاسلام، امام وہب ان کے بارے میں فرماتے ہیں، امام اھل الحدیث مالک، یعنی اہل حدیث کے امام، امام مالک ہیں ۔ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی صـ ۱۲۰ / ۱۷۰)

اور امام احمد بن حنبل وہ تو اتنے بڑے محدث تھے کہ ان کو دس لاکھ احادیث یاد تھیں، ان کے بارے میں امام شافعی فرماتے تھے کہ بغداد میں ان سے بڑا فقیہ، ان سے بڑا زاہد اور ان سے بڑا عالم کوئی نہیں تھا، اور محدث قتیبہ ان کو امام الدنیا کہا کرتے تھے ۔ (ایضاً صـ ۳۳)

بیٹا۔ ابا جی تو گویا ہمارے اکابر کے نزدیک یہ تینوں ائمہ صرف اہلحدیث ہی نہیں بلکہ اہلحدیث کے امام تھے، اور صرف محدث ہی نہیں تھے بلکہ گروہ محدثین کے لئے باعث فخر تھے، تو ابا جی بتلائیے کہ ان تینوں اہلحدیث ائمہ میں سے کس کا مذہب تھا کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سری اور جہری نمازوں میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب اور ضروری ہے اور بلا اس کے مقتدی کی نماز باطل ہوگی ؟

باپ۔ بیٹا تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو، کیا تمہیں امام احمد، امام مالک اور عبداللہ بن مبارک کے اہلحدیث ہونے میں اب بھی کچھ شک ہے ؟

بیٹا۔ نہیں ابا جی بالکل شک نہیں ہے جب ہمارے مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کی ان تینوں کے بارے میں شہادت ہے کہ یہ لوگ جلیل القدر ائمہ محدثین تھے تو اب ان کے اہلحدیث ہونے میں شبہ کیا رہ گیا۔

البتہ مجھے یہ ضرور معلوم کرنا ہے کہ ان ائمہ محدثین کا قرأت خلف الامام کے بارے میں وہی مذہب تھا جو کہ ہم اہلحدیث لوگوں کا ہے یا ان کا مذہب ہمارے مذہب سے الگ تھا، آپ ذرا اس کی وضاحت کر دیں، اگر ان کا مذہب بھی ہم ہی جیسے لوگوں والا ہوگا تو ہماری اہلحدیثیت بہت مضبوط ہو جائے گی، اور ہم حنفی مقلدین سے کہیں گے کہ دیکھو ایسے ایسے بڑے محدثین کا بھی وہی مذہب ہے جو ہم اہلحدیثوں کا ہے

باپ۔ بیٹا، اس مسئلہ میں تو جو ہمارا مذہب ہے یہ مذہب نہ تو امام مالک کا ہے اور نہ امام احمد کا اور نہ عبداللہ بن مبارک کا، ہم لوگوں کے نزدیک مقتدی کے لئے سری و جہری نمازمیں سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب اور فرض ہے اور ان حضرات کے یہاں ایسا نہیں ہے۔

بیٹا۔ نہیں ابا جی ایسا نہیں ہوگا، بھلا اتنے بڑے بڑے محدث لوگ ہمارے مذہب کے خلاف مذہب اختیار کر کے اہلحدیث کے امام کیسے ہو جائیں گے۔

باپ۔ بیٹا ایسا ہی ہے، اور یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں ہمارے مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب فرما رہے ہیں، تحفۃ الاحوذی میں انھوں نے اس کو واضح کر دیا ہے، وہ فرماتے ہیں

" فان عبد اللہ بن مبارکؒ لم یکن من القائلین بوجوب القرأۃ خلف الامام کما عرفت وکذٰلک الامام مالکؒ والامام احمد لم یکونوا قائلین بوجوب قرأۃ الفاتحۃ خلف الامام فی جمیع الصلوات ' (تحفہ ج۱ ص۲۵۵) -

یعنی عبداللہ بن مبارک جیسا کہ تم کو معلوم ہو چکا ہے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کو ضروری نہیں قرار دیتے تھے ، اسی طرح امام مالک اور امام احمد بن حنبل بھی تمام نمازوں میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کو ضروری قرار نہیں دیتے تھے -

دیکھو مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے کتنی صراحت سے بتلا دیا ہے کہ ان تینوں ائمہ کا قرأت خلف الامام کے بارے میں وہ مذہب نہیں تھا جو ہم اہلحدیثوں کا ہے ؟

بیٹا - ابا جی تو کیا ان ائمہ کو ان احادیث کا پتہ نہیں تھا جن سے اس مسئلہ میں ہم لوگ دلیل پکڑتے ہیں - یا یہ لوگ ہم لوگ والے اہلحدیث نہیں تھے ، یا ان بزرگوں نے جان بوجھ کر قرأت خلف الامام والی حدیثوں کو چھوڑ دیا ہے ؟

ابا جی تعجب ہے کہ ایسے ایسے بڑے بڑے (ائمہ حدیث نے) اہلحدیث ہو کر بھی لاصلوٰۃ والی حدیث کا وہ مطلب نہیں سمجھا جو ہم اہلحدیث لوگوں کی سمجھ شریف میں آ گیا ہے -

ابا جی کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہمارا ہی راستہ غلط ہو ؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا -

---

(۱) مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری عربی زبان دانی میں اپنی قابلیت کا بہت اظہار کرتے ہیں اور علامہ شوق نیموی اور علامہ انور شاہ کشمیری پر جگہ جگہ کیچڑ اچھالتے ہیں خط کشیدہ عبارت انکی عربدانی کا نمونہ ہے - یہی مبارکپوری صاحب ہیں جو ان لم یکونوا قائلین لکھتے ہیں (تحفہ ج۱ ص۲۵۵) اور یہی مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں الصلوٰۃ علی الشھداء لیست بواجبۃ فیجوزان یصلی علیھا ویجوز ترکھا (ج۲ ص۱۴۳) مبارکپوری صاحب کی عربی دانی میں قابلیت کے سر دست یہ تین نمونے ہیں جو ناظرین اور اہل علم کی ضیافت کیلئے پیش کئے گئے ہیں - ہمارے مولانا عاشق الٰہی صاحب کے پاس اس طرح کے بہت سے نمونے ہیں - اگر غیر مقلدین اپنے ان مولانا صاحب کی عربی دانی میں قابلیت کے مزید نمونے ملاحظہ فرمانا چاہیں گے تو ہم اور بھی پیش کریں گے - کاش غیر مقلدین علماء دوسروں پر آوازہ کسنے سے پہلے اپنے گریبان میں بھی جھانک لیا کریں -

غیر مقلدین حدیث کی معرفت اور اس پر عمل کرنے میں صحابہ کرام سے بھی دو ہاتھ آگے

بیٹا ۔ ابا جی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ ابا جی حضرت جابر رضی اللہ عنہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا مطلب تو یہ لیتے ہیں کہ یہ حدیث تنہا نماز پڑھنے والوں سے متعلق ہے، مقتدی کا اس سے تعلق نہیں ہے ۔

باپ ۔ جی بیٹا، مگر حضرت جابر نے حدیث کا مطلب صحیح نہیں سمجھا ہے اور ان کو لا تفعلوا والی حدیث کا پتہ نہیں تھا ۔

بیٹا ۔ ابا جی، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا صحیح مطلب اگر صحابی نہیں سمجھے گا تو کیا ہم اور آپ سمجھیں گے ؟ اور نماز کے مسائل کا علم اور صحیح نماز کس طرح ہوگی اگر اس سے صحابہ کرام بھی ناواقف ہوں تو بڑے تعجب کی بات ہے ؟

باپ ۔ بیٹا، ہمارے علماء کا کہنا یہی ہے کہ لا تفعلوا والی حدیث کا علم حضرت جابر کو نہیں تھا اور انھوں نے لاصلوٰۃ والی حدیث کا مطلب غلط سمجھا تھا دیکھو ہمارے حافظ عبد اللہ صاحب روپڑی فرماتے ہیں۔ اگر حدیث قرأۃ الامام لہ قرأۃ حدیث صحیح ہو تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی غلطی کا یہی سبب ہے . . . .
اگر ان کو حدیث لا تفعلوا معلوم ہوتی تو کبھی یہ تاویل نہ کرتے ۔

(حدیث کے امتیازی مسائل ص۴۲)

بیٹا ۔ ابا جی کیا حافظ عبد اللہ روپڑی صاحب اتنے بڑے محدث ہو گئے ہیں کہ وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو حدیث کا درس دیں گے اور نماز کے مسائل میں ان کی غلطیاں نکالیں گے ۔

باپ ۔ بیٹا ہم لوگ حدیث کو دیکھتے ہیں صحابی کو نہیں ،

بیٹا ۔ اباجی یہ کس حدیث میں ہے کہ حدیث کو دیکھو صحابی کو مت دیکھو، دین تو صحابہ ہی سے ملا ہے ، اس قسم کی باتیں ہم لوگ کیوں کرتے ہیں ۔

باپ ۔ بیٹا ، جو ہمارے علماء فیصلہ کردیں اسی کو مان لو چون وچرا کرنا مناسب نہیں ۔

بیٹا ۔ اباجی ہم تحقیق بھی نہ کریں ، چون وچرا کئے بغیر کسی کی بات مان لینا تو تقلید ہو جائیگی ۔
اباجی کیا آپ کی نگاہ میں بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کو لا تفعلوا الا حدیث کا علم نہیں تھا ، تحقیقی بات ہے ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

ردّ غیر مقلدیت پر

حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازیپوری کی اہم تصنیفات

ناشر

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ غازیپور یوپی

فون نمبر:- ۰۵۴۸-۲۲۱۷۵۷

مکتبۂ اثریہ غازی پور سے شائع ہونے والا دو ماہی دینی و علمی مجلہ

مدیر مسئول و مدیر التحریر

محمد ابوبکر غازی پوری

سالانہ چندہ ——— ۶۰/ روپے

پاکستان کے لئے

پاکستانی سو روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ

غیر ممالک دس ڈالر امریکی

پتہ

مکتبۂ اثریہ

قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور — یوپی

پن کوڈ: ۲۳۳۰۰۱ - فون نمبر ۲۲۵۳۳۳، ۲۲۱۷۵۷ - ۰۵۴۸

محمد اجمل مفتاحی

فہرستِ مضامین

کتابت

شمس الحسن ملاکرٹ اوری

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دینی امور میں تصلب و جمود عین مطلوب شرعی ہے

ملک میں دانشوروں کا ایک طبقہ پیدا ہوگیا ہے، یہ دانشور وہ ہوتے ہیں جن کا دین اور علم دین سے نام ہی کا تعلق ہوتا ہے، یا نام کا بھی تعلق نہیں ہوتا ہے، مگر جلسے جلوسوں کے اسٹیج پر یہ دانشور قرار پاتے ہیں، ان میں سے زیادہ تر کالجوں، یونیورسٹیوں میں زندگی گذارے ہوئے ہیں اور کچھ خوش قسمت باہر جاکر بھی ڈگریاں لے آتے ہیں، ان کی معلومات دین کے بارے میں نہایت سطحی ہوتی ہیں، مگر یہ علماء کی مجالس میں بھی بیٹھ کر باتیں ایسی کرتے ہیں کہ گویا ان کو علوم دینیہ پر پوری دسترس حاصل ہے اور کتاب وسنت کے تمام حقائق ان کے سامنے کھلے ہوئے ہیں۔

علمائے کرام کا ایک طبقہ بھی ان دانشوروں سے مرعوب ہے، اور ان کی ہاں میں ہاں ملانا اپنی بہت بڑی سعادت سمجھتا ہے، اور جو لوگ یہ دانشور الاپتے ہیں علمائے کرام کا یہ مخصوص طبقہ اس پر تھاپ بجاتا ہے

عوام میں اس جنس کے علماء روشن خیال، بلند فکر اور وسعت نظر والے سمجھے جاتے ہیں، دانشور طبقہ ان سے قریب رہتا ہے اور ان سے اپنے مطلب کی خوب کہلاتا ہے۔

آج کل ان دونوں گروہوں (دانشور طبقہ اور روشن فکر علماء) کی طرف سے اس پر بڑا زور صرف کیا جاتا ہے کہ علمائے کرام کو جزئی مسائل میں تصلب و جمود نہیں اختیار کرنا چاہیے اور اپنے تمام اختلافات کو ختم کرکے ایک پلیٹ فارم پر آجانا چاہیے، اس طرح کی بات

نئے دن بیننے میں آتی رہتی ہے۔

دوسری بات یعنی تمام اختلافات کو ختم کر کے علماء کو ایک پلیٹ فارم پر آجانا چاہئے یہ بظاہر بہت معقول بات ہے، مگر فی الاصل نہایت نامعقول بات ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ مشورہ صرف علماء ہی کے لئے کیوں ہے، دانشوروں کے لئے یہ مشورہ کیوں نہیں ہے، ملک کے تمام دانشور ایک پلیٹ فارم پر ہیں ؟ اگر یہ دانشور مسلم ہی سماج کا ایک حصہ ہیں اور امت مسلمہ سے ان کا بھی تعلق ہے، تو آخر یہ اپنے بارے میں کیوں نہیں سوچتے، ان کا ایک پلیٹ فارم کیوں نہیں بن پایا۔ علماء کرام تو فقہ کی جزئیات میں الجھے رہتے ہیں، ان کے پاس کون سا فقہ ہے جس کی جزئیات ان کو ایک پلیٹ فارم پر جمع نہیں ہونے دیتی ہیں، کیا ان کا مسلمانوں کے مشترکہ مسائل میں الگ، الگ نظریہ رکھنا مسلمانوں میں اختلاف کا باعث نہیں ہے، ان دانشوروں نے اپنا سیاسی مشترکہ محاذ آج تک کیوں نہیں بنایا، علماء کو تو سیاست نہیں آتی مگر ان دانشوروں کو تو خوب سیاست آتی ہے، مگر ہندوستان کے زمانہ تقسیم سے آج تک ہندوستان میں دانشوروں کا ایک مشترکہ پلیٹ فارم وجود میں نہیں آیا، خود تو یہ دانشور منتشر رہیں گے مگر علمائے کرام کو متحد ہونے کی دعوت فرور دیں گے، ہمارے نزدیک دانشوروں کی اس قسم کی باتیں بے دانشی کی ہیں۔

فساد تو فی الاصل یہ ہے کہ دانشور طبقہ علماء کی قیادت قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے علماء کا اختلاف فقہی مسائل میں ہے مگر سیاسی وسماجی مسائل میں کس کا اختلاف ہے، مگر کیا دانشور طبقہ کسی جماعت اور کسی طبقہ کے کسی عالم کو اپنا قائد بنانے پر اتفاق کر سکتا ہے ؟ اس وقت تو آواز یہ لگے گی، علماء سیاست کیا جانیں، دانشوروں نے بابری مسجد کا قضیہ جیسا سلجھایا ہے، اسے ہندوستان کے مسلمانوں نے دیکھ لیا ہے، دانشور طبقہ اتنے حساس مسئلہ میں متفق نہیں ہو سکا تو وہ کس منہ سے علماء کرام کو کوئی مشورہ دینے کا حق رکھتا ہے کہ وہ اپنا اختلاف بھلا دیں اور متحد ہو جائیں۔

رہی پہلی بات یعنی دانشوروں اور روشن خیال روشن فکر علماء کا یہ کہنا کہ علماء کو جنگی اور

فروعی مسائل میں تصلب اور جمود سے کام نہیں لینا چاہئے، یہ بھی علم اور دین کی بات نہیں ہے، دین کے مسائل چاہے اصولی ہوں چاہے فروعی اس میں تصلب اور جمود ہی مطلوب ہے، اگر دینی و شرعی مسائل میں جمود اور تصلب کسی میں نہیں ہے تو وہ دین کا مذاق بنا کر رکھ دے گا، دین نام صرف کلمۂ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کا نہیں ہے دین تو پوری زندگی کو محیط ہے، نماز روزہ سے لے کر کھانا پینا پیشاب پاخانہ، تجارت، زراعت، شادی بیاہ، لین دین ان سب چیزوں کا دین سے براہ راست تعلق ہے، آنحضورؐ کے سامنے ایک شخص نے بائیں ہاتھ سے پانی پیا، آپ نے اس سے اس کو منع فرمایا، مگر وہ باز نہیں رہا تو آپ نے اس کے لئے بددعا کر دی اور اس کا ہاتھ بیکار ہو گیا، آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ قبر کا عذاب پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے سے ہوتا ہے، آپ نے فرمایا کہ نماز میں صفیں درست رکھو ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا، آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام کے رکوع میں اٹھنے سے پہلے جو رکوع سے سر اٹھائے گا تو ہو سکتا ہے کہ اس کا چہرہ گدھے کا ہو جائے، اس قسم کی کتنی چیزیں ہیں جن کا تعلق عقیدہ واصول سے نہیں ہے مگر اس کے باوجود ان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکیدات بہت شدید ہیں اور بعض چیزوں کے بارے میں آپ کی وعیدیں بھی ہیں۔

اگر شریعت میں جزئیات اور فرعیات کی اہمیت نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قسم کے ارشادات نہ ہوتے، انہیں جزئیات کے اہتمام سے تو دینی واسلامی زندگی کا وجود ہوتا ہے اور ایک مسلمان معیاری مسلمان قرار پاتا ہے، مسلمانوں نے جب سے ان جزئیات کو قابلِ اہتمام نہیں سمجھا اور ان کو استخفاف کی نظر سے دیکھا تو ان کی زندگی اسلامی معیار سے گرتی چلی گئی تا آنکہ وہ اب صرف نام کے مسلمان رہ گئے ہیں، عادات واطوار بدل گئے، رہن سہن بدل گیا، شکل وصورت بدل گئی، اخلاق میں گراوٹ آ گئی، یہ سب اس وجہ سے ہوا کہ دین کے جزئیات میں ہم نے جمود وتصلب کو قابلِ اعتبار نہیں جانا، چہرہ پر داڑھی نہیں ہے مگر بہر حال ہم مسلمان ہیں پہننا اوڑھنا خالص انگریزی ہے، مگر ہم مسلمان ہیں، کھڑے ہو کر بایاں ہاتھ رکھ کے کھانا کھانا مزاج بن گیا ہے، مگر ہم مسلمان ہیں، ننگے سر نماز پڑھیں گے، مسلمان ہی بن کر، ایک سالن

میں خشوع و خضوع پیدا کرنے والا اخلاص ختم کر دیں گے مگر ہم مسلمان ہیں، سر پر انگریزی بال رکھیں گے، مگر مسلمان ہی رہیں گے، غرض دین کے تمام جزئیات سے دست بردار ہو کر بھی ہم مسلمان رہیں گے، حتیٰ کہ نماز چھوڑ کر، روزہ چھوڑ کر، زکوٰۃ نہ ادا کر کے بھی ہم مسلمان ہی رہیں گے، اور انشاء اللہ فتویٰ بھی دارالافتاء سے ہمارے مسلمان رہنے ہی کا ملے گا اور ہم بھی اس کی جرأت نہیں کر سکتے کہ ایسے مسلمانوں کو مسلمان نہ کہیں مگر بہرحال اسلام کو اور اللہ و رسول کو جو مسلمان مطلوب ہیں وہ تو ہم ان جزئیات کو چھوڑ کر نہیں ہو سکتے اگر معیاری مسلمان بننا ہے تو جزئیات پر جمود و تصلب کو اختیار کرنا پڑے گا۔

یہ دانشور قسم کے لوگ اور یہ روشن خیال و روشن فکر علماء جب جزئیات و فرعیات میں عدم تصلب و عدم جمود اختیار کرنے کی بات کرتے ہیں اور علماء کو مشورہ دیتے ہیں کہ اس جمود و تصلب سے باز رہنا ہی اسلام کی بات اور مسلمان کی شان ہے، تو یہ درحقیقت ان تمام فقہاء و محدثین کو بے وقوف اور احمق سمجھتے ہیں جنھوں نے مسائل فقہیہ کے بیان میں جزئیات سے تعرض کیا ہے، اور اپنے کو ان فقہاء و محدثین سے زیادہ اسلام اور مسلمانوں کا خیرخواہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں جنھوں نے فقہی و شرعی جزئیات کا دفتر تیار کیا ہے۔

اگر جزئیات کی شریعت میں کوئی اہمیت نہ ہوتی تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک ایک حدیث سے کئی کئی جزئی مسئلے آخر کیوں مستنبط کرتے، اور حدیث کی کتابوں میں جزئی مسائل پر ابواب کیوں باندھے جاتے، فقہاء ان جزئیات کی ترتیب و تدوین کیوں کرتے۔

حدیث و فقہ کی کتابوں سے اگر آپ کو دلچسپی نہیں ہے تو جانے دیجیے قرآن کھولئے اور دیکھئے کہ اس میں صرف عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت، جزا و سزا، حشر و نشر وغیرہ ہی اصول کا ذکر ہے یا اس میں جزئیات کا بیان بھی ہے، اور جزئیات کا بیان زیادہ ہے کہ کلیات اور اصول کا، دانشوروں کو تو خیر قرآن سے کیا مطلب مگر ہمارے روشن فکر علماء بھی کیا اس سے ناواقف ہیں؟

جزئیات و فرعیات سے عدم تعرض اور ان کے اختیار کرنے میں اور برتنے میں عدم تصلب اور عدم جمود کی بات، وحی شیطان ہے اور اسلام کے مزاج سے اس کا کوئی تعلق نہیں،

اور اس طرح دین کے ایک بہت بڑے حصہ سے مسلمانوں کا رخ پھیرنے کی ایک نہایت ناروا حرکت ہے۔

اس قسم کی دعوت سراسر غیر اسلامی ہے، اور یہ دین کی بات ہے اسلام اور معیاری مسلمان وہی ہوگا جو اصول و کلیات اور دین کے جزئیات سے سب سے گہری وابستگی رکھے گا، اور عقیدہ و عمل ہر اعتبار سے وہ پختہ اور بہت پختہ ہو۔

دین میں تصلب و جمود مطلوب شرعی ہے، اور استرخاء (ڈھیلاپن) مذموم ہے، اسلئے دعوت تو دی جائے گی دین میں تصلب و جمود ہی کے اختیار کرنے کی خواہ دانشوروں اور روشن خیالوں کو یہ دعوت پسند ہو یا ناپسند، ہمیں مرضی خدا دیکھنی ہے نہ کہ یہ دیکھنا ہے کہ ہمارا دانشور طبقہ کیا پسند کرتا ہے اور کیا ناپسند کرتا ہے۔

البتہ جو چیز مذموم ہے وہ فکر و نظر کے اختلاف میں حد سے آگے بڑھ جانا اور دینی و شرعی اختلاف کو اپنی ناک کا مسئلہ بنا لینا اور اس کی بنیاد پر دوسروں کو گمراہ قرار دینا اور ان کے اکابر کو سب و شتم کرنا ہے، اختلاف تو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے اور نہ اسلام کی تاریخ میں کوئی دور ایسا گذرا ہے کہ فکر و نظر کا اختلاف ختم ہو گیا ہو، مگر اس اختلاف کے باوجود بھی اسلام کی تاریخ میں اس کی مثالیں موجود ہیں کہ مسلمانوں کے مختلف طبقات فقہی و نظری اختلاف کے باوجود بھی شیر و شکر ہو کر رہے ہیں، اور ان کے درمیان ایک دوسرے کا احترام بھی ملحوظ رہا ہے، ضرورت ہے اس فضا کو قائم کرنے کی بات کی جائے اور اس کی دعوت دی جائے، اور اتحاد و احترام کی اس فضا کا قائم ہونا امر محال بھی نہیں ہے، یہ فضا قائم ہو سکتی ہے، بشرطیکہ دوسروں کو اپنے فکر و نظر اور اپنے منہج و مشرب پر ایسا جمود و اصرار نہ ہو کہ جو اس سے اختلاف کرے وہ دین سے باہر قرار پائے، توسع اور فکر کی بلندی، اگر اس خاص جہت میں ہو جائے تو مسلمانوں کی زندگی میں اتحاد پیدا ہو سکتا ہے اور وہ مشترکہ مسائل میں ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہو کر امت مسلمہ کی کشتی کے ناخدا بن سکتے ہیں اور اس طرح ہماری بہت سی دینی و ملی، سیاسی و سماجی مشکلوں کا حل نکل سکتا ہے۔

———

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

نبوی ہدایات

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہدیہ دے کر اسے واپس لینے والا ایسا ہے جیسے کوئی قے کرے اور دوبارہ اسے چاٹ لے، اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ایسا ہے جیسے کتا قے کرے اور اسے چاٹ لے۔

(بخاری)

مسلمانوں کو آپس میں ہدیہ دینے اور لینے کا حکم ہے، حدیث میں آتا ہے کہ اس سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور کینہ کپٹ سے دلوں کی صفائی ہوتی ہے، علماء نے لکھا ہے کہ کسی سے اگر تعلقات بگڑے ہوں تو تعلقات میں خوشگواری لانے کے لئے دو چیزوں کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ سلام کرنے کا اور ہدیہ دینے کا۔

ہدیہ انسان کی طرف سے تبرع ہوتا ہے، اور اس کی شرافت کا پتہ دیتا ہے، ہدیہ دینے والا ہدیہ دینے کو احسان نہ سمجھے بلکہ اپنا اخلاقی فریضہ سمجھے۔

ہدیہ دے کر واپس لینا نہایت مکروہ حرکت ہے، جو آدمی کی خست طبع کو بتلاتی ہے اگرچہ ہدیہ دے کر واپس لینے کے بعد انسان اس کا مالک ہو جاتا ہے مگر یہ حرکت اتنی گندی اور شریعت میں ایسی مبغوض ہے کہ اللہ کے رسول نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص ایسا ہے کہ قے کرے اور اسے دوبارہ چاٹ لے بلکہ آپ نے اس کو کتے سے مثال دی ہے کہ گویا وہ اس کتا کی طرح ہے کہ قے کرتا ہے اور اسے چاٹ لیتا ہے۔

بہت سے علماء کا مسلک یہ ہے کہ ہدیہ دے کر واپس لینا حرام ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے، اسی وجہ سے وہ فرماتے ہیں کہ لا یحل لاحد ان یہب ہبۃ ثم یعود فیہا یعنی کسی کیلئے حلال نہیں ہے کہ ہدیہ دے کر اسے واپس لے۔

ہدیہ دینا اور لینا مسلمانوں ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ مشرکوں اور کافروں کو بھی ہدیہ دیا جا سکتا ہے اور ان کا ہدیہ قبول بھی کیا جا سکتا ہے، البتہ کافروں سے ہدیہ لیتے وقت اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ وہ چیز ہماری شریعت میں حرام نہ ہو۔

ہدیہ دینے لینے میں اس کا لحاظ ضروری ہے کہ ہدیہ دینے اور لینے والے کی نیت بھی صاف اور خالص ہو، اور اس سے کوئی غرض وابستہ نہ ہو، ورنہ پھر یہ ایک طرح کی رشوت ہوگی اور ایسا ہدیہ لینا جائز نہ ہوگا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے تھے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہدیہ ہدیہ تھا اور اب وہ رشوت ہو گیا ہے اس زمانہ میں خصوصاً حکام کو ہدیہ کے نام پر جو کچھ پیش کیا جاتا ہے اس میں عموماً رشوت کا معنی پایا جاتا ہے اس وجہ سے علماء نے حکام کو دیئے جانے والے ہدیہ کو ہدیہ نہیں سمجھا ہے، بہرحال ہدیہ دینے اور لینے والا خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ اس ہدیہ سے اس کا مقصد کیا ہے، اگر مقصد ناجائز ہے اور نیت میں کھوٹ ہے تو ناجائز ہوگا اور اگر مقصد جائز ہے تو جائز ہوگا۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے دو پڑوسی ہیں، میں ان میں سے کس کو ہدیہ کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا دروازہ تمہارے دروازہ سے زیادہ قریب ہو (بخاری)

ہدیہ کرنے میں اگر اللہ کی رضا مقصود ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کو پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے، اپنے فیصلہ اور میلان سے ہدیہ کرنا مناسب نہیں ہے، مثلاً اس کا خیال ہو کہ اگر رشتہ دار ہوں تو پہلے ان کو مقدم کیا جائے، دو پڑوسی ہوں تو جو قریب تر ہے اسکو مقدم رکھا جائے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پڑوس میں دو رہنے والے ہیں مگر ایک سے بگاڑ ہے تو آدمی اسکو نظر انداز کر دیتا ہے، جب کہ ہدیہ کا مقصد ہی بگاڑ کو ختم کرنا اور بناؤ پیدا کرنا ہوتا ہے، شریعت کی ہدایت یہ ہے کہ جو پڑوسی قریب تر ہو اس کو ہدیہ میں مقدم رکھا جائے اور گنجائش اتنی ہو کہ دونوں کو تھوڑا تھوڑا دے دیا جائے تو یہ سب سے بہتر ہے۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول کرتے تھے اور ہدیہ دینے والے کو اس کا بدلہ دیا کرتے تھے۔ (بخاری)

ہدیہ قبول کرنا جیسا کہ معلوم ہوا سنت ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی معمول تھا کہ جو کوئی ہدیہ پیش کرتا آپ اسے اسی وقت اپنی طرف سے خود بھی خود دے دیتے تھے، گو ایسا کرنا واجب نہیں ہے مگر اخلاق و محبت کا یہی تقاضا ہے خصوصاً اگر ہدیہ پیش کرنے والا غریب ہے اور قبول کرنے والا امیر ہے تو امیر آدمی کو چاہئے کہ ہدیہ پیش کرنے والے کو کچھ بطور ہدیہ ضرور دے۔

(۴) آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعدلوا بین اولادکم فی العطیۃ یعنی عطیہ دینے میں تمام اولاد کے ساتھ برابری کا معاملہ کرو۔

یہ بہت اہم نبوی ہدایت ہے، اس زمانہ میں عام طور پر اس پر عمل نہیں ہو رہا ہے جس سے خاندان میں جھگڑا فساد بڑھ رہا ہے، اور بھائی بھائی کا دشمن ہو رہا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ ماں باپ کو تمام اولاد سے یکساں محبت نہیں ہوتی ہے اور نہ تمام اولاد ماں باپ کی یکساں فرماں بردار ہوتی ہے، مگر بحیثیت اولاد ہونے کے ماں باپ کے لئے تمام اولاد برابر ہے، اور ماں باپ کے حقوق میں تمام اولاد برابری کا حق رکھتی ہے اس لئے یہ جائز نہیں ہے کہ ماں باپ کسی اولاد کے ساتھ لینے دینے میں کوئی ایسا امتیازی معاملہ کریں جس سے دوسری اولاد کا حق مارا جائے۔

بعض جاہل ماں باپ کسی اولاد پر خفا ہوتے ہیں تو اس کو عاق کر دیتے ہیں یعنی اپنے مال اور جائداد سے اس کو محروم کرنے کا فیصلہ کر دیتے ہیں، یہ بالکل جہالت اور حماقت کی بات ہے، اس طرح

عاق کرنے سے اولاد کا حق ساقط نہیں ہوتا، اور اس کا حق مار کر دوسری اولاد کو دینا جائز نہیں ہے۔

یہاں اس کا بھی خیال رکھئے کہ ایک تو ہے ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کی میراث کی شرعی تقسیم، اس کا مفصل بیان خود قرآن میں ہے، اور اس میں یہ بھی ہے کہ لڑکوں کا حق لڑکیوں سے دوگنا اور زیادہ ہوتا ہے، مگر اگر ماں باپ اپنی زندگی میں اپنی اولاد کو کچھ کم دیں گے تو اس وقت لڑکی اور لڑکوں کے درمیان کمی بیشی کی یہ تقسیم نہیں چلے گی، اس وقت تو لڑکے اور لڑکیوں کو برابر ہی دینا ہوگا، ورنہ بچیوں کے ساتھ ماں باپ کی طرف سے زیادتی قرار پائے گی۔ امام بخاری فرماتے ہیں۔ اذا اعطیٰ بعض ولدہ شیئا لم یجز حتی یعدل بینھم و یعطی الآخر مثلہ۔ یعنی اگر آدمی نے اپنے بعض اولاد کو کچھ دیا (اور بعض کو نہیں دیا) تو یہ جائز نہیں ہے تا آنکہ سب کو برابر برابر نہ دے، اولاد کا اطلاق مذکر اولاد اور مؤنث اولاد دونوں پر ہوتا ہے، اس وجہ سے ماں باپ کے عطایا کی تقسیم میں بچے اور بچیاں برابر کے شریک ہوں گے۔

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو کھانے کے لئے گوشت پیش کیا گیا۔ اور یہ کہا گیا کہ بریرہ (جو حضرت عائشہ کی باندی تھیں) پر اسے صدقہ کیا گیا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بریرہ کے لئے تو صدقہ تھا اور ہمارے لئے (بریرہ کی طرف سے یہ) ہدیہ ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صدقہ کا مال کھانا جائز نہیں تھا، البتہ ہدیہ آپ قبول فرماتے تھے اور اگر وہ از قسم کھانا ہوتا تو اسے کھاتے بھی تھے۔

اس حدیث شریف سے ایک بہت اہم فقہی مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر کسی فقیر کو کوئی چیز صدقہ کی جائے اور اس نے اسے قبول کر لیا اور اس کا مالک ہوگیا تو اب اگر اسی چیز کو وہ فقیر بطور ہدیہ کسی مالدار یا ایسے آدمی کو دیتا ہے جس کو صدقہ کا کھانا جائز نہیں تو یہ ہدیہ اس کے لئے جائز ہے، اور امیر آدمی بلا کراہت اس کو استعمال کر سکتا ہے، اسی کو فقہاء کہتے ہیں کہ ملکیت کی تبدیلی سے حکم میں تبدیلی ہو جاتی ہے۔

غرباء اور فقراء کے ہدایا قبول کرنے سے آدمی کو تکبر نہیں کرنا چاہئے، بعض لوگ ان کا

جاتا نہیں کرتے اور صرف مالداروں کے ہدیہ ہی کو ہدیہ سمجھتے ہیں، ہدیہ قبول کرنے کی ہدایت میں ایک راز یہ بھی ہے کہ اس سے انسان کے کبر و غرور کا علاج ہوتا ہے اور اس میں تواضع کی صفت پیدا ہوتی ہے۔

(۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ اگر مجھے بکری کا کھر بھی ہدیہ میں پیش کیا جائے تو میں اسے قبول کروں گا۔

اس حدیث میں اس کا ارشاد ہے کہ ہدیہ خواہ کم ہو یا زیادہ بیش قیمت ہو یا کم قیمت اسے حقیر اور معمولی سمجھ کر رد نہیں کرنا چاہئے، ہدایا کا مقصد انسان کی دولت میں اضافہ کرنا نہیں ہوتا ہے، بلکہ ہدیہ سے اپنے تعلق اور اپنی محبت کا اظہار ہوتا ہے، دینے والے کا خلوص دیکھنا چاہئے اگر خلوص سے کوئی ہدیہ دے رہا ہے تو اسے قبول کرنے کا حکم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت تھی، خواہ ہدیہ کی مقدار اور کیفیت معمولی ہی کیوں نہ ہو۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد اجمل مفتاحی

نور الدین نور اللہ الاعظمی

یہ بیچارے سلفیت کے مارے

ماہنامہ شمارہ نمبر ۲ جلد نمبر ۱ میں ایک خط کے جواب میں مولانا غازی پوری مدظلہ نے اس مسئلہ پر کہ امامت کا حقدار کون ہے اقرأ یا اعلم بالکتاب والسنة نہایت مدلل گفتگو کر کے یہ بتلایا تھا کہ جن حضرات ائمہ فقہ وحدیث کا یہ مذہب ہے کہ کتاب وسنت کا عالم مجرد قرآن زیادہ پڑھنے والے یا زیادہ یاد رکھنے والے سے زیادہ امامت کے لئے اولی اور احق ہے، ان کا مذہب جمہور فقہاء امت کا ہے اور یہی مذہب امام بخاری اور امام ابن تیمیہ کا بھی ہے۔

دوسرا مسئلہ اس مضمون میں یہ تھا کہ فقہ کی کتابوں میں ثم الاکبر رأسا الاصغر عضوا کو لے کر غیر مقلدین جو فقہائے احناف کے خلاف فحش کلامی کرتے ہیں وہ ان کی شرارت اور تلبیس ہے ورنہ فقہاء نے اس عبارت کی جو تشریح کی ہے غیر مقلدین کی بات سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

مولانا غازی پوری کی گفتگو اتنی مدلل تھی کہ عام طور پر اہل علم نے اس مضمون کو سراہا تھا اور غیر مقلدین کی طرف سے بھی خاموشی تھی، مگر اب سال بھر کے بعد بلکہ اس سے بھی دو چار ماہ زیادہ مدت گزر جانے کے بعد پھر اسی بحث کو اشاعت السنہ دہلی میں چھیڑا گیا ہے، گویا

مضمون نگار ثابت کرنا چاہتا ہے کہ غیر مقلد آں باشد کہ چپ نہ شود

یہ صاحب جو ماشاء اللہ پی ایچ ڈی والے ڈاکٹر ہی ہوں گے محض زبان میں مضمون نگاری کرتے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی پرورش اور نشوونما کسی بہت خاص طبقہ میں ہوئی ہے۔ ان کے تحریر کا انداز یہ ہے:

(۱) "غازیپوری نے جس انداز سے اس پر ردعمل ظاہر کیا ہے، وہ اس کی جہالت وحماقت کی واضح علامت ہے" (۱)

(۲) دوسرا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"یہ مکروفریب اور جھوٹ حنفی جاہلوں کے لئے تو ٹھیک ہے لیکن ان مذکورہ حدیثوں سے واقف افراد کے اس شیطانی استدلال پر لاحول ولا قوۃ پڑھنے کیلئے مجبور ہیں"

(۳) تیسرا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"یہ مقلدین جو حدیث رسول کے مقابلہ میں اپنے آبائی مذہب کو ثابت کرنے کے لیے صرف کذب وفریب سے کام لے رہے ہیں، ایک جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے سیکڑوں جھوٹ بول رہے ہیں .... واقعہ یہ ہے کہ غازیپوری اصول کرخی کا صد در صد پابند ہے، وہ صحابہ کرام کے واقعات اور حدیثوں سے غلط مطلب و نتیجہ اخذ کرکے حنفیت کی زبردست خدمت کر رہا ہے" (۲)

---

(۱) غازیپوری صاحب نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا ہے بلکہ فقہائے کرام نے جو عبارت کا مطلب بیان کیا ہے اور جسکو غیر مقلدین یا تو سمجھ نہیں پا رہے ہیں یا سمجھ کر تلبیس سے کام لے رہے ہیں، اسکو واضح کر دیا ہے۔

(۲) جی نہیں، صرف حنفیت کی نہیں بلکہ امام مالک، امام شافعی امام بخاری اور علامہ ابن تیمیہ کے مذہب کی بھی اسلئے کہ جو مذہب احناف کا ہے وہی ان ائمہ فقہ وحدیث کا بھی ہے، اور غیر مقلدین اسی وجہ سے آتش زیر پا ہیں کہ وہ اس مسئلہ میں جمہور سے کٹے ہوئے ہیں حتی کہ امام بخاری سے بھی ان کا اختلاف ہے۔

مضمون نگار کی زبان و بیان کے یہ تین نمونے ہم سے سفارش کر رہے ہیں کہ ہم موصوف کو انسانی سماج کے ایک خاص ماحول کی پیداوار سمجھ کر نظر انداز کر دیں، ہمیں معلوم ہے کہ آج کی غیر مقلدیت وسلفیت کی معراج ان کا یہی طرز تحریر ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ دلائل ان کا ساتھ نہیں دے رہے ہیں اور جب آدمی دلیل سے بات نہیں کر پاتا تو بد زبانی کر کے میدان مارنے کی کوشش کرتا ہے۔

مسلم شریف کی جس روایت میں ہے کہ اقرأ کو امامت کے لئے مقدم کیا جائے گا تو مضمون نگار نے اپنی سال گزشتہ کی پہلی تحریر میں اقرأ کا صرف وہ مطلب بیان کیا تھا ان کا کہنا تھا کہ :

۔ جسے قرآن پڑھنے کا علم زیادہ ہوگا یا قرآن زیادہ یاد ہوگا اسے امامت کے لئے منتخب کیا جائے گا، پھر جو عالم دین ہوگا وہ امامت کا حقدار ہوگا۔

اقرأ کا موصوف نے جو یہ مطلب بیان کیا تھا اس پر مولانا غازی پوری نے ان کی گرفت کرتے ہوئے کہا تھا کہ

۔ اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ اقرأ کی یہ تفسیر کتاب وسنت کی روشنی میں ہے یا موصوف کی اپنی رائے ہے، اگر کتاب وسنت کی روشنی میں یہ تفسیر ہے تو اس کا حوالہ دیں اور اگر یہ ان کی یا کسی اور کی رائے ہے تو حدیث کے کسی لفظ کا اپنی رائے سے مطلب بیان کرنا غیر مقلدین کے نزدیک کہاں سے جائز ہو گیا ہے دین میں رائے سے کوئی بات کہنا تو غیر مقلدین کے نزدیک حرام ہے یہ کام تو مقلدین کرتے ہیں۔

مولانا غازی پوری کی اس زبردست گرفت پر مضمون نگار پی ایچ ڈی صاحب آتش زیر پا ہو گئے اور ناپ شناپ بکنے لگے اور اس طرح انھوں نے ثابت کر دیا کہ وہ بہت شریف خاندان کے فرد ہیں، مضمون نگار نے اول فول تو خوب بکا مگر مولانا غازی پوری نے جو گرفت کی تھی اس کے پھندے سے وہ باہر نہ ہو سکا، اور کسی حوالے سے اس نے اپنے اقرأ کے

مطلب کو مدلل نہیں کیا۔

مضمون نگار ایسا حواس باختہ ہے کہ اس کو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

مولانا غازی پوری نے بتلایا تھا کہ اقرأ کا مفہوم شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے بیان کی روشنی میں کتاب وسنت کا زیادہ عالم ہے، اور چونکہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام کی امامت کے لئے منتخب کیا تھا جو صحابہ کرام میں اعلم تھے اقرأ حضرت ابی بن کعب کو کہا جاتا تھا، ان کو امامت کے لئے مقدم نہیں کیا گیا، جو اس بات کی صریح دلیل ہے کہ اعلم بالکتاب والسنۃ ہی کو امامت میں اول درجہ پر رکھا جائے گا، اس لئے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل جاکے لئے اس باب میں آخری فیصلہ ہے کہ فقہائے کرام میں سے مثلاً امام ابوحنیفہ امام شافعی اور امام مالک اور محدثین میں سے حضرت امام بخاری اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ وغیرہ کا مذہب ہی اولیٰ بالصواب وبالحق ہے۔

مولانا غازی پوری کی یہ بات اتنی مضبوط تھی کہ اس کا جواب پی ایچ ڈی صاحب سے تو ہو نہیں سکا البتہ لایعنی اور غیر متعلق باتوں سے عوام کو بہلانے کی کوشش ضرور کی اور قلم وزبان کا ایسا گلدستہ سجایا کہ علم وادب نے کہا کہ دہائی اور شرافت نے کہا کہ ارے بابا ہم قصور وار معاف کرو۔

مگر مولانا غازی پوری کی پکڑ سے مضمون نگار صاحب ایسا بدحواس ہوئے کہ ان کو یہ بھی یاد نہیں رہا کہ انھوں نے مسلم کی حدیث میں اقرأ کا معنی صرف دو بیان کیا تھا یعنی قرآن پڑھنے کا علم زیادہ رکھنے والا اور قرآن کا زیادہ یاد رکھنے والا، اور انھوں نے اس مضمون میں اقرأ کا معنی اب دو کے بجائے ہمارے گجراہٹ میں تین بیان کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ:

معلوم ہوا کہ اقرأ میں یہ تینوں مفہوم شامل ہیں قرآن زیادہ اچھا پڑھنے والا، قرآن کا زیادہ یاد رکھنے والا اور قرآن کے احکام معانی کا عالم۔

اب پی ایچ ڈی مضمون نگار صاحب سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ وہ پی ایچ ڈی صاحب

جب آپ خود فرما رہے ہیں کہ مسلم شریف میں اقرأ کے مفہوم میں قرآن کے احکام و معانی کا عالم بھی ہے تو پھر حنفیہ یا شافعیہ یا مالکیہ کا یہ کہنا کہ امامت میں عالم بالکتاب والسنہ کو مقدم کیا جائے گا۔ حدیث مسلم شریف کے خلاف کہاں ہوا، یہ تو عین مسلم شریف کی حدیث پر عمل ہوا، تو پھر آپ کے شور و غوغا کی حقیقت کیا رہی۔

مضمون نگار صاحب مولانا غازی پوری کی گرفتوں سے حواس باختہ ہیں اس وجہ سے ان کا سارا زور مولانا کو برا بھلا کہنے پر لگا ہوا ہے فرماتے ہیں کہ غازی پوری نے

"اقرأ کا خود ساختہ اور غلط مطلب بیان کر کے عوام کو دھوکہ دیا ہے تاکہ اپنے خانہ ساز تقلیدی مذہب کی آبرو قائم رکھ سکے"

حالانکہ غازی پوری صاحب نے اقرأ کا وہی تیسرا مطلب بیان کیا ہے جو پی ایچ ڈی صاحب نے بیان کیا ہے، اگر یہ خانہ ساز مطلب ہے تو مہربان من پی ایچ ڈی صاحب آپ نے بھی وہی حرکت کی ہے جو غازی پوری صاحب نے کی ہے تو کیا ہم بھی آپ ہی کی زبان میں گفتگو کریں، کر سکتے ہیں مگر نہیں کریں گے، اس لئے کہ ہمیں معلوم ہے کہ آپ مولانا غازی پوری صاحب کے مدلل مضمون سے حواس باختہ ہو کر عقل کھو چکے ہیں اس لئے آپ معذور و مجبور ہیں اور معذوروں پر رحم کیا جاتا ہے، اس لئے ہم آپ کو چھوڑے دیتے ہیں۔

حضرات ناظرین اقرأ کا جو مفہوم مولانا غازی پوری نے بیان کیا تھا وہ ان کا خود ساختہ نہیں تھا بلکہ امام ابن تیمیہ سے انھوں نے نقل کیا تھا، امام تیمیہ نے مسلم والی حدیث نقل کر کے اقرأ کا یہ مطلب بیان کیا ہے، فامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بتقدیم الافضل بالعلم بالکتاب یعنی اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ امر فرمایا کہ جو کتاب اللہ کا زیادہ عالم ہو اس کو امامت میں مقدم کیا جائے۔

نیز مولانا غازی پوری کے سامنے آنحضور کے حکم سے حضرت ابوبکر کا صحابہ کرام کی امامت فرمانا بھی تھا، جو خود اس بات کی بہت پختہ دلیل ہے کہ مسلم شریف کی حدیث میں اقرأ کا کیا مفہوم ہے۔

موصوف پی ایچ ڈی مضمون نگار صاحب نے شریف زادیوں کی زبان میں بات کرنے کی کوشش تو ضرور کی ہے مگر ان باتوں کا وہ کوئی جواب نہ دے سکے بلکہ ان کو یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ خود بھی وہی کہہ گئے جو مولانا غازی پوری کہہ رہے ہیں۔

مولانا غازی پوری نے اپنے مضمون میں بتلایا تھا کہ مجرد اقرأ پر اعلم بالکتاب والسنۃ کو امامت میں مقدم کرنے کا مذہب صرف احناف کا نہیں ہے بلکہ یہی مذہب امام شافعی اور امام مالک کا بھی ہے، اور یہی مذہب امام ابن تیمیہ کا بھی ہے تو اس کا جواب شریفوں کے لب ولہجہ میں جو پی ایچ ڈی صاحب نے دیا ہے جس میں ان کی سلفیت شباب پر ہے، وہ نذر قارئین ہے، فرماتے ہیں سلفی پی ایچ ڈی صاحب۔

> غازی پوری نے کس قدر مکر وفریب اور کذب بیانی سے کام لیا ہے آگے اس کی تحریر کا اگلا حصہ ملاحظہ فرمائیں وہ چند اوٹ پٹانگ حوالوں سے شافعی مسلک والوں اور مالکیہ کو بھی اپنا ہم نوا قرار دیتا ہے، لیکن یہ کسی حدیث کی روشنی میں نہیں بلکہ چند فقہی کتابوں کی ادھوری عبارت سے اسکی شیطانی جرأت یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ وہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کو بھی اپنا ہم مسلک قرار دیتا ہے۔

ناظرین کرام آپ مضمون نگار کے اسلوب ولہجہ پر تعجب نہ کریں ان بیچاروں کا مبلغ علم وحوصلہ وہمت بس اسی قدر ہے کہ جب بحث وگفتگو کے میدان میں عاجز ہو جاتے ہیں تو شریفوں کی زبان میں گفتگو کرنے لگتے ہیں۔

اس عبارت میں صاحب مضمون نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جو مسلک احناف کا ہے وہ مسلک شوافع وموالک کا نہیں ہے، اور غازی پوری صاحب نے یہ کہہ کر کہ جو مسلک احناف کا ہے وہی امام مالک اور امام شافعی کا ہے کذب بیانی کی ہے۔

اگر مضمون نگار عقل وہوش میں رہ کر بات کرتے تو ان کو دلائل سے ثابت کرنا چاہئے تھا کہ امام مالک اور امام شافعی کا وہ مذہب نہیں ہے جو احناف کا ہے، مگر مضمون نگار صاحب نے

صرف ادب و انشاء کا گلدستہ سجایا ہے، اور شریفوں والی لاٹھیاں سے کام نکالنا چاہا ہے۔

مولانا غازی پوری مدظلہ کے ٹھوس دلائل کے سامنے یہ شخص اپنے کو مجبور و بے بس پا رہا ہے مگر اپنے عجز کا اعتراف کرنے کے بجائے بدزبانی و بدکلامی میں اپنے پہلوانی دکھا رہا ہے۔[1] اور اس کی اہل علم کے شان میں جرأت و گستاخی کا عالم یہ ہے کہ فتح الباری اور علامہ حافظ ابن عبدالبر کی مشہور زمانہ کتاب الکافی کو اور فتاوی ابن تیمیہ جیسی خالص علمی کتابوں کو اوٹ پٹانگ بتلاتا ہے، مولانا غازی پوری نے جو کچھ کہا ہے وہ انہیں کتابوں کے حوالہ سے کہا ہے، چونکہ مضمون نگار نے اس جگہ پر حد سے زیادہ سلفیت اور شرافت کی زبان میں گفتگو کی ہے اس وجہ سے ہم ناظرین کی عبرت کے لئے مولانا غازی پوری کا پورا کلام نقل کرتے ہیں تاکہ یہ اندازہ لگایا جا سکے کہ سلفیت کے نام پر کیسے کیسے شریف لوگ پیدا ہو گئے ہیں اور ان شریفوں کا دیانت و امانت اور سچائی اور راست بازی سے کتنا تعلق ہوتا ہے۔ مولانا غازی پوری لکھا فرماتے ہیں:

> امامت میں اعلم کو مقدم کیا جائے یا اقرأ کو سلف دونوں طرف گئے ہیں، ائمہ فقہ و حدیث میں جو مذہب حنفیہ کا ہے یعنی مجرد اقرأ کے مقابلہ میں اعلم باحکام الشرع کو امامت کے لئے مقدم کیا جائے گا یہی مذہب امام شافعی اور امام مالک کا بھی ہے۔ فتح الباری میں ہے:
>
> قال النووی قال اصحابنا الافقہ مقدم علی الاقرأ یعنی امام نووی فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کا کہنا یہ ہے کہ عالم شریعت کو اقرأ پر مقدم کیا جائے گا۔ فتح الباری ص۱۷۱
>
> حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے الکافی مالکیہ کی مشہور کتاب ہے

---

[1] ایک آدمی نے اپنے دوست سے پوچھا کہ سلفی اور سلفیت کی تعریف کیا ہے، دوست نے کہا کہ آجکل سلفی اس کو کہتے ہیں جو سب سے زیادہ بدزبان ہو اور اہل علم کی شان میں گستاخ ہو، ماشاء اللہ دہلی کے مضامین پڑھنے کے بعد مذکورہ بالا سلفی اور سلفیت کی تعریف کی تصدیق ہوتی ہے۔

اس کی جلد اول صفحہ ۲۴ میں اس کی تصریح ہے اور جو مذہب ان تینوں ائمہ کرام یعنی امام ابو حنیفہ امام مالک اور امام شافعی کا ہے یہی مذہب شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا بھی ہے۔ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

فاذا کان الرجلان من اھل الدیانۃ فایھما کان اعلم بالکتاب والسنۃ وجب تقدیمہ علی الاخر متقینا۔

(فتاوی ص ۳۳/۲۴)

یعنی اگر دو آدمی ہوں اور دونوں دیندار ہوں تو ان میں سے کتاب وسنت کے واقف کار کو مقدم کرنا متعین طور پر واجب ہے۔

اور جو مذہب ائمہ ثلاثہ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا ہے وہی مذہب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے، امام بخاری بخاری شریف میں فرماتے ہیں۔ باب اھل العلم والفضل احق بالامامۃ یعنی اس کا بیان کہ علم وفضل والے امامت کے زیادہ حقدار ہیں۔

یہ مولانا غازی پوری کا مسئلہ سے متعلق سنجیدہ اور باوقار کلام ہے، مولانا غازی پوری نے جو کچھ کہا ہے حوالہ سے کہا ہے بلا حوالہ ان کی کوئی بات نہیں ہے اور پوری بات کہی ہے کہیں سے کاٹ چھانٹ بھی نہیں کی ہے۔ اور جن حوالوں سے گفتگو کی ہے وہ اتنے پختہ ہیں کہ سلفیت ان حوالوں کے سامنے دم توڑتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ اور مضمون نگار صاحب مارے غصہ کے پائجامے سے باہر ہوئے جا رہے ہیں۔

مضمون نگار صاحب کو فتاوی ابن تیمیہ کی بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ مولانا غازیپوری صاحب نے کیسے استدلال کیا ہے، مگر ایک معمولی فہم رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب ابن تیمیہ نے یہ کہا کہ دو صاحب تقویٰ آدمیوں کی موجودگی میں ان میں سے اعلم کو مقدم کیا جائے گا تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک امامت کا مستحق اعلم باحکام الشرع ہوگا ورنہ وہ یہ فرماتے کہ جب دو دیندار مسلمان ہوں تو جو زیادہ قرآن پڑھنے والا یا جو زیادہ قرآن یاد رکھنے والا

ہوگا اس کو مقدم کیا جائے گا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ پر مضمون نگار صاحب سلفیت اور شرافت کی زبان میں فرماتے ہیں:

"اس سے بھی زیادہ شیطانی حرکت ملاحظہ کریں کہ اس نے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا ہم مسلک قرار دیا ہے۔"

اور یہ بات غیر مقلدین کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمہ کسی مسئلہ میں حنفیہ کی موافقت کریں[1] ناظرین نے ملاحظہ فرمایا کہ مولانا غازی پوری صاحب نے بخاری شریف میں امام بخاری نے جو باب باندھا ہے اس سے استدلال کیا ہے، مگر دوسرے غیر مقلدین کی شرافت بھی کسی صحیح بات کو کہاں قبول کریں۔

موصوف مضمون نگار نے اپنے سابقہ مضمون میں اقرأ کا دو معنی بیان کیا تھا قرآن زیادہ اچھا پڑھنے والا اور قرآن زیادہ یاد رکھنے والا، مولانا غازی پوری نے پوچھا تھا کہ یہ دونوں معنی آپ نے اپنے طور پر بیان کیا ہے یا کتاب و سنت کی روشنی اگر کتاب و سنت کی روشنی میں بیان کیا ہے تو اس کا حوالہ دیجئے، پھر مولانا نے کہا تھا کہ اقرأ کا معنی قرآن کا زیادہ پڑھنے والا لیں تو ہوسکتا ہے مثلاً ایک شخص قرآن کی تلاوت پانچ پارہ کرتا ہے اور دوسرا دو پارہ کرتا ہے تو اس پانچ پارہ پڑھنے والے کو اگرچہ وہ احکام شرع سے واقف نہ ہو دو پارہ پڑھنے والے پر مقدم کرنے سے کون سی چیز مانع ہے، جب کہ اقرأ کا وہ مصداق بن رہا ہے، تو اس کا جواب پی ایچ ڈی مضمون نگار نے سلفیت اور شرافت

---

(۱) یہ غیر مقلدین جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کا دم بھرتے ہیں جہاں امام بخاری نے ان کے خود ساختہ مذہب کے خلاف کوئی بات کہی بس یہ امام بخاری کے پیچھے بھی ہاتھ دھوکر پڑجاتے ہیں، مثلاً امام بخاری نے بخاری شریف میں حدیث کی روشنی میں یہ بتلایا ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے ہوگا تو اس پر مولانا عبدالرحمن مبارکپوری فرماتے ہیں کہ امام بخاری کا یہ کہنا کسی مرفوع صحیح اور صریح حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔

کی زبان میں جو دیا ہے وہ یہ ہے۔

"یہ ہے امام کرخی کے اصول کے مطابق حدیث رسول کی تاویل اور اسے

توڑنے مڑوڑنے کا مقلدانہ فنکاری کا شاہکار دراصل ان ہی تاویلات

اور شیطانی تلبیسات سے مقلدوں کا سارا کاروبار چل رہا ہے"

ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ مولانا غازی پوری نے غیر مقلدوں سے صرف ایک سوال کیا ہے نہ حدیث

کی تاویل کی ہے اور نہ حدیث کا مطلب بیان کیا ہے بلکہ صرف یہ پوچھا ہے کہ اقتلؓ کا یہ معنی

بھی ہوسکتا ہے تو آپ غیر مقلدین اس معنی سے کیوں گریزاں ہیں، اس کا جواب دینا چاہئے تھا

مگر مضمون نگار مولانا غازی پوری کی اس گرفت سے اتنا پریشان ہوا کہ اپنے خاص ماحول

کی زبان میں مولانا غازی پوری اور تمام مقلدین کے بارے میں جو منہ میں آیا بک گیا۔

یہ مضمون نگار صاحب گذشتہ دو برس سے مختلف پرچوں میں اسی زبان میں قلم

و قرطاس کا شغل اپنائے ہوئے ہیں، مگر زمزم میں مولانا غازی پوری صاحب نے ان کی علمی

صلاحیت و خاندانی شرافت کا اندازہ لگاتے ہوئے ان کو گھاس نہیں ڈالا ابھی یہ مضمون نگار

صاحب بڑے چراغ پا ہیں کہ ڈاکٹر رضاء اللہ مبارکپوری کو تو مولانا غازی پوری گھاس ڈالا

کرتے ہیں ہمیں کیوں نہیں گھاس ڈالتے یہ شکایت بار بار انھوں نے اپنے دوستوں سے کی ہے'

اور اس کا رد عمل ان پر اتنا شدید ہوا ہے کہ وہ سراپا غضب اور سراپا شرافت بن گئے ہیں،

کم ظرف و کم حوصلہ لوگ اس کی شدید خواہش رکھتے ہیں کہ ان کی باتوں کا رد یا اثباتا ضرور

نوٹس لیا جائے اور جب ایسا نہیں ہوتا ہے تو وہ اپنے مخالف کے لئے سراپا شرافت بن جاتے ہیں۔

مولانا غازی پوری کے خط کے جواب میں ایک اور مسئلہ پر گفتگو تھی وہ یہ کہ فقہ کی کتابوں

میں امامت کی ترتیب میں یہ بھی لکھا ہے جس کا سر بڑا ہو اور جس کے عضو چھوٹے ہوں اس

کو امامت میں حسب ترتیب مقدم کیا جائے گا۔ مضمون نگار نے اس مسئلہ کو لے کر

نہایت درجہ فحش فقہ اور فقہاء کے خلاف گفتگو کی تھی، مولانا غازی پوری نے فقہ کی

کتابوں کو سامنے رکھ کر بتلایا تھا کہ یہاں عضو سے مراد مخصوص شرمگاہ نہیں ہے جیسا کہ

غیر مقلدین سمجھتے ہیں بلکہ اس سے مراد بدن کے بقیہ اعضاء ہیں، فقہ اور حدیث میں کہیں بھی عضو بول کر مرد کی مخصوص شرمگاہ مراد نہیں لی گئی ہے (۱) مولانا غازی پوری کی بات سلجھی ہوئی اور مدلل تھی مگر جن کا مزاج گندہ ہو وہ گندگی ہی کو پسند کرتے ہیں اور مضمون نگار صاحب کو اب بھی یہ اصرار ہے کہ نہیں صاحب یہاں عضو سے مراد عضو مخصوص یعنی مرد کی شرمگاہ ہی ہے۔

اب مضمون نگار صاحب کو کون بتلائے کہ حنفی فقہ کی کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے اس کی فقہائے احناف جو تشریح کریں گے وہی معتبر ہوگی، آپ کو یہ حق نہیں ہے کہ حنفی فقہ کی کتابوں کی عبارتوں کا خود سے مطلب تراشیں اور پھر بد زبانی کی دوکان سجائیں، مولانا نے لکھا تھا کہ:

> در مختار کی عبارت سمجھنے کا سلیقہ ہوتا تو خود اسی جگہ اس کی شرح میں نظر آتا کہ جس نے عضو سے مخصوص شرمگاہ سمجھا ہے اس نے غلط سمجھا ہے، عبارت کا مطلب ہرگز وہ نہیں ہے جو مضمون نگار کے ذہن میں ان کی کج فکری اور خباثت نفس کی وجہ سے جم گیا ہے، اس عبارت کا حاصل صرف اتنا ہے کہ چونکہ حدیث میں موجود لوگوں میں بہتر افراد کو امام بنانے کا حکم موجود ہے اور بہتر اوصاف میں سے ایک وصف آدمی کا عقل و فہم اور تناسب اعضاء میں ممتاز ہونا بھی ہے اس وجہ سے اگر مختلف جہات سے لوگ برابر ہوں تو یہ بھی دیکھا جائے گا کہ عقل و فہم اور تناسب اعضاء کے لحاظ سے کون بڑھ کر ہے

مولانا نے اپنی اس بات کو ردالمحتار کے حوالہ سے ثابت کیا تھا اور حاشیہ میں ردالمحتار کی عبارت

---

(۱) مضمون نگار نے نہایت ڈھٹائی سے لکھا ہے کہ فقہ میں عضو بول کر عضو مخصوص شرمگاہ مراد لی گئی ہے، اور فقہ کی اسی عبارت کو پیش کیا ہے جس پر گفتگو ہو رہی ہے کہ دیکھو فلاں نے عضو مخصوص ہی مراد لیا ہے، یہ ان کی عقلمندی اور علم و فقہ کی انتہا ہے کہ جو عبارت مابہ النزاع ہے اسی کو اپنی دلیل بنا کر کے پیش کر رہے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ کسی غیر مقلد کے بس میں نہیں ہے کہ فقہ و حدیث کی کسی عبارت میں عضو سے مراد مخصوص شرمگاہ کو ثابت کرے۔

نقل کی تھی، مگر مضمون نگار صاحب ان تمام باتوں سے صرف نظر کر کے بس مرغی کی ایک ٹانگ پر اڑے ہیں اور گفتگو اس قدر فحش کر رہے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا جواب کیا دیا جائے۔

احناف فقہا تو صاف صاف لکھتے ہیں کہ وقد نقل عن بعضهم فی هذا المقام مالا یلیق ان تذکر فضلاعن ان یکتب یعنی بعض لوگوں نے اس مقام پہ وہ بات کہی ہے جس کا ذکر کرنا بھی مناسب نہیں چہ جائیکہ اس کو لکھا جائے۔

بحرالرائق میں ہے کہ لیتظر بالمراد بالعضو وقد قیل فی تفسیرہ مالاینبغی ان یذکر۔ (صـ ۳۹ / ۱) یعنی غور کرو عضو سے کیا مراد ہے یہاں اس کی تفسیر میں بعض ایسی بات کہی گئی ہے جس کا ذکر کرنا بھی مناسب نہیں ہے۔

یعنی فقہائے احناف تو صاف انکار کر رہے ہیں کہ یہاں عضو سے مراد جن لوگوں نے شرم گاہ سمجھا ہے ان کی بات قابل ذکر ہی نہیں ہے، مگر ہمارے مضمون نگار صاحب فقہائے احناف کے مطلب کے برخلاف وہی مطلب لینے پر مصر ہیں جس کا یہ فقہاء انکار کرتے ہیں، اب اس ہٹ دھرمی کا کیا علاج، میں ناظرین سے گذارش کروں گا کہ زمزم جلد نمبر ۱ کا شمارہ نمبر ۴ حاصل کر کے اس بحث کو خود دیکھ کر فیصلہ کر لیں کہ مضمون نگار کس قدر جہالت کا شکار ہیں، فقہاء کرام کی بات سمجھنے کا انہیں سلیقہ نہیں اور فقہ حنفی کے خلاف بدزبانی پہ اترے ہوئے ہیں۔

افسوس آج کی سلفیت کا طرۂ امتیاز ائمہ دین واکابر دین اور فقہائے احناف کے خلاف صرف سب وشتم ہی رہ گیا ہے، یہ بیچارے اس زعم سے دین کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں، مگر شاید انکو معلوم نہیں ہے کہ جس راہ پر وہ چل رہے ہیں یہ راہ بڑی پُرخطر ہے، اور ان کا انجام نہایت بھیانک ہے اور وہ یہ کہ تم اکابر واسلاف دشمنی میں ایمان ہی سے محروم ہو جاؤ گے۔

ابھی ابھی ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ اب کچھ سلفی لوگ حافظ ابن حجر کو ان کے اشعری ہونے کی بنا پر رحمۃ اللہ علیہ کہنا بھی جائز نہیں سمجھتے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ پر بھی ہاتھ صاف کر رہے ہیں کہ انھوں نے فتاوی میں تصوف پر جو کلام کیا ہے وہ کتاب وسنت کے خلاف ہے اور خرافاتی کلام ہے یہاں تک سننے میں آیا ہے کہ فتاوی سے تصوف والی جلد کو الگ کر دیا گیا ہے واللہ اعلم بالصواب، اب جب حافظ ابن حجر اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ بھی اسلام سے باہر کئے جا رہے ہیں تو سلفی اب بھلا کس کو بخشیں گے۔

خط اور اس کا جواب

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا فتویٰ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شان گھٹانے والا، یا بدترین جاہل ہے یا زندیق ہے یا منافق ہے

محترم المقام حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

نظام آباد آندھرا پردیش کے علاقہ میں بعض غیر مقلدین حضرات اختلافی مسائل پر گفتگو کرتے رہتے ہیں، آج کل انھوں نے ایک نیا شوشہ یہ پیدا کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نماز کی بہت سی چیز کو بھول گئے تھے، رفع یدین کرنا آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت متواترہ تھی مگر حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس سنت کو بھلا دیا تھا، یہ لوگ تحفۃ الاحوذی ترمذی کی شرح کا حوالہ دیتے ہیں براہ کرم آپ اس بارے میں ہمیں صحیح معلومات فراہم کریں۔

محمد اسحق شیخ عطاء اللہ
نظام آباد، مقیم حال کریم نگر
آندھرا پردیش

نامہ نام!

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خدام میں سے آپ کا شمار ہوتا ہے، علم وفقہ میں آپ کا مقام حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے برابر کا تھا، اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے چند ہی صحابہ کا نام لیکر ان کی اقتدا اور پیروی کا

حکم دیا ہے ان میں سے ایک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

بخاری شریف میں ہے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا تھا کہ تم لوگ قرآن کریم کی تعلیم چار آدمیوں سے حاصل کیا کرو، ان میں پہلا نام آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا لیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ ابن مسعود کو اہم معاملہ میں شریک رکھتے اور ان سے مشورہ لیتے، کوفہ والوں کی تعلیم کے لئے بطور خاص ان کو بھیجا تھا اور کوفہ والوں سے کہا تھا کہ ابن مسعود علم کا بھرا ہوا پیالہ ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود سابقین اولین میں سے ہیں، جن کی اتباع واقتدار کرنے والوں کو قرآن پاک میں جنتی ہونے کی بشارت دی گئی ہے، اور رضوان خداوندی کا انھیں مژدہ سنایا گیا ہے، آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ نماز میں اصحاب عقل و فہم مجھ سے قریب رہیں، انھیں میں حضرت عبداللہ بن مسعود بھی تھے۔

ایسے جلیل القدر اور صاحب فضل و کمال اور فقیہ صحابی کے بارے میں یہ کہنا کہ انھوں نے نماز کی بہت سی چیزوں کو بھلا دیا تھا اور رفع یدین جو سنت متواترہ عمل تھا اس کو بھی بھول گئے تھے، یہ شیعی ذہنیت کا کرشمہ ہے اور انتہائی درجہ جہالت کی بات ہے، صحابہ کرام کے بارے میں اس قسم کی باتیں رافضی قسم کے لوگ کرتے ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نہایت متعصب اور لاپرواہ غیر مقلد عالم تھے انھوں نے رفع یدین کے مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ رافضیوں والی بات نقل کی ہے، رفع یدین کرنے اور نہ کرنے کا مسئلہ اتنا اہم نہیں ہے مگر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں غیر مقلدین کا یہ تبصرہ ایسا عمل ہے کہ اس سے ان کے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے، اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔

رفع یدین کے مسئلہ میں مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے بہت اچھل کود مچائی ہے مگر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فیصلہ کے بعد کہ وبہ یقول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وهو قول سفیان واهل الکوفة۔ (ترمذی)

یعنی رفع یدین نہ کرنا ہی اہل علم صحابہ کرام اور تابعین کی اکثریت کا قول ہے اور یہی سفیان ثوری اور تمام اہل کوفہ کا مذہب ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اس اعلان حق کے بعد مولانا عبدالرحمٰن غیر مقلد صاحب کی اس مسئلہ میں تمام دھما چوکڑی کی حقیقت اہل علم پر عیاں ہے الا یہ کہ اب غیر مقلدین یہ بھی کہیں کہ یہ تمام صحابہ و تابعین بھی زندگی بھر رفع یدین کو بھولے رہے اور یہی بھول والی نماز زندگی بھر پڑھتے رہے۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب نے اپنے ہی جیسوں بدعقیدہ و بدعمل لوگوں کی تقلید میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شان میں نماز میں بھول جانے والی یہ گستاخانہ بات کہی ہے، یعنی مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کی یہ بات خود ان کی اپنی تحقیق نہیں ہے بلکہ دوسروں کی تقلید میں انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی شان میں گستاخی کا یہ شاندار کارنامہ انجام دیا ہے۔ اللہ انھیں معاف فرمائے حضرت عبداللہ بن مسعود کی شان تو بہت عظیم ہے کسی ادنیٰ درجہ کے صحابی کے بارے میں اس قسم کی بات گستاخی ہی شمار ہوگی اور اس کا انجام نہایت بھیانک ہے۔

چونکہ یہ بات بہت اچھالی گئی ہے اور اب بھی اچھالی جارہی ہے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی شان میں گستاخیوں کا یہ سلسلہ مسلسل جاری ہے اس لئے ہم یہاں حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی بات ان کے فتاویٰ سے سوال و جواب کے ساتھ اور اصل عربی عبارت کے ساتھ نقل کرتے ہیں تاکہ اہل حق پر یہ واضح ہو جائے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا سلسلہ کہاں سے جڑا ہوا ہے، سوال و جواب کے ساتھ فتاویٰ شیخ الاسلام کے جلد چہارم ص۳۵۰ کی عبارت ملاحظہ ہو:

وسئل عن جماعة اجتمعوا على امور متنوعة فى الفساد ومنهم من اذا قيل فى عليه احاديث النبى صلى الله عليه وسلم التى يكون راويها

عبدالله بن مسعود ، او قيل له ، هٰذا مذهب عبدالله بن مسعود شرع في تنقيصه واخذ يقدح فيه ، ويجعله ضعيف الرواية ، ويزعم انه كان بين الصحابة منقوصًا حتى ان بعضهم لم يثبت في المصاحف قراءته ، وانه كان يحذف من القرآن المعوذتين ۔ ؟

سوال کا حاصل یہ ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جب ان کو وہ حدیث سنائی جاتی ہے جس کے روایت کرنے والے حضرت عبداللہ بن مسعود ہوتے ہیں یا ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا مذہب ہے تو وہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی تنقیص کرنے لگتے ہیں اور ان کی برائی میں لگ جاتے ہیں ، اور ان کو کمزور روایت والا قرار دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام میں ان کا درجہ بہت کم تھا ، اور بعض تو ان سے اتنے بگاڑ ہیں کہ اپنے قرآن میں ان کی قرأت روا نہیں رکھتے اور ایک اعتراض ان کا یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے اپنے قرآن سے معوذتین کو حذف کر دیا تھا ، تو ایسے لوگوں کے بارے میں آپ کا فتویٰ کیا ہے ؟

اس کا جواب شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے تفصیل سے دیا ہے ، اصل عبارت کے ساتھ ان کا جواب ملاحظہ فرمائیں ۔

فاجاب رحمه الله	فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود
ابن مسعود رضي الله عنه من	رضی اللہ عنہ جلیل القدر اور اکابر صحابہ سے
اجلاء الصحابة واكابرهم	تھے ان کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ
حتى كان يقول فيه عمر بن	فرماتے تھے کہ وہ علم سے بھرا ہوا پیالہ ہیں
الخطاب كنيف ملئ علمًا	اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ
وقال ابو موسى ما كنا نعد	فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود
عبدالله بن مسعود الا من اهل	کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اس کثرت
بيت رسول الله صلى الله عليه وسلم	سے آنا جانا تھا کہ ہم ان کو رسول اللہ صلی اللہ

من كثرة ما نرى دخوله وخروجه
وقال صلى الله عليه وسلم اذنك
ان ترفع الحجاب، وان تسمع
بسوادي حتى انهاك وفي السنن
اقتدوا باللذين من بعدي ابي بكر
وعمر وتمسكوا بهدي ابن ام عبد
وفي الصحيح من سره
ان يقرأ القرآن غضا كما انزل
فليقرأ على قراءة ابن ام عبد
ولما فتح العراق بعثه عليهم
ليعلمهم الكتاب والسنة فهو
اعلم الصحابة الذين بعثهم
الى العراق وقال فيه ابو موسى
لا تسألوني عن شئ ما دام هذا
الحبر فيكم، وكان ابن مسعود
يقول، لو اعلم ان احدا اعلم
بكتاب الله مني تبلغه الابل
لأتيته۔

وهو احد الثلاثة الذين
سماهم معاذ بن جبل عند
موته لما بكى مالك ابن يخامر
السكسكي فقال له معاذ بن جبل

علیہ وسلم کے گھر والوں میں کا ایک فرد سمجھتے
تھے ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ کے بارے میں آنحضور کا فرمان تھا کہ
تمہیں گھر میں آنے کیلئے اجازت لینے کی
ضرورت نہیں ہے تم پردہ اٹھا کر اندر
آجاؤ، یہی تمہاری اجازت ہے، اور جب
تک میں منع نہ کروں تم میری راز دارانہ گفتگو
سن سکتے ہو۔

اور سنن میں ہے کہ میرے بعد ابوبکر اور
عمر کی پیروی کرو اور عبداللہ بن مسعود کے
طور و طریق کو لازم پکڑو۔

اور صحیح روایت میں ہے کہ جسے یہ اچھا
لگے کہ قرآن کو جیسا نازل ہوا تھا ویسا ہی
تر و تازہ پڑھے تو عبداللہ بن مسعود کی
قرأت پر پڑھے۔

اور جب عراق فتح ہوا تو آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو ان
کے پاس بھیجا کہ وہ عراق والوں کو کتاب و
سنت کی تعلیم دیں پس ابن مسعود رضی اللہ
عنہ ان تمام صحابہ کرام میں جن کو آپ نے عراق
بھیجا تھا کتاب و سنت کے سب سے بڑے
عالم تھے۔

مایبکیک؟ فقال! واللہ
ما ابکی علی رحم بینی وبینک
ولا علی دنیا اصیبها منک
ولکن ابکی علی العلم والایمان
الذین کنت اتعلمهما منک
فقال: ان العلم والایمان
مکانهما من ابتغاهما وجدهما
اطلب العلم عند اربعة فان
اعیاک هولاء فسائر اهل الارض
اعجز فسمّی ابن مسعود وابی
ابن کعب وعبد اللہ بن سلام
واظن الرابع ابا الدرداء
وسئل علی عن علماء الناس
فقال واحد بالعراق ابن مسعود۔
وابن مسعود من طبقة
عمر وعلی وابی ومعاذ وهو
من الطبقة الاولی من علماء
الصحابة:
فمن قدح فیه او قال:
هو ضعیف الروایة فهو من
جنس الرافضیة الذین یقدحون
فی ابی بکر وعمر وعثمان وذلک

حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں حضرت
ابو موسیٰ اشعری فرماتے تھے کہ اے لوگو جب تک
ابن مسعود جیسا بڑا عالم تمہارے اندر موجود ہے
مجھ سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے خود ابن
مسعود رضی اللہ عنہ کا اپنے بارے میں ارشاد تھا کہ
اگر مجھے معلوم ہوتا کہ کتاب اللہ کا مجھ سے زیادہ
جاننے والا کوئی عالم ہے تو میں اس سے سیکھنے کے
لئے دور سے دور تک کا سفر کرتا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ان تین صحابہ میں سے
ایک ہیں جن کا نام حضرت معاذ نے اپنی موت کے
وقت لیا تھا جب مالک بن یخامر سکسکی ان کے پاس
بیٹھے رو رہے تھے حضرت معاذ نے ان سے پوچھا کہ تم
کیوں رو رہے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ میں آپ سے
رشتہ داری کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں یا آپ سے
مجھے کچھ ملتا تھا (اور اب وہ نہیں ملے گا) بلکہ آپ سے
جو علم اور ایمان کی بات میں سیکھتا تھا وہ اب کس سے
سیکھوں گا۔ تو حضرت معاذ نے فرمایا کہ علم اور ایمان
اپنی جگہ پر رہیں گے اور جو طلب کریگا وہ پائیگا تم میرے
بعد علم چار کے پاس سے حاصل کرنا اگر ان سے تم نہیں پا
سکو تو پھر دنیا والوں میں سے کسی سے بھی نہیں ملے گا۔ پھر
آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب اور
عبداللہ بن سلام کا نام لیا اور چوتھا نام غالباً

يدل على افراط جهله بالصحابة او زندقته ونفاقه۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا بیا تھا۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں علما کون ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ایک ہی عراق میں ابن مسعود ہیں۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عمر حضرت علی اور حضرت معاذ کے طبقہ کے ہیں اور علما صحابہ میں طبقہ اولیٰ کے آدمی ہیں۔
پس جو ان کے بارے میں بدگوئی کرتا ہے یا یہ کہتا ہے کہ وہ ضعیف الروایہ ہیں تو وہ رافضیوں کے قبیل کا آدمی ہے، جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں بدگوئی کرتے ہیں
حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں بدگوئی کرنا صحابہ کرام کے متعلق حد درجہ جہالت کی دلیل ہے یا اسکے زندیق اور منافق ہونے کی دلیل ہے۔

محمد اجمل مقامی

ان تمام لوگوں کو جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شان میں بدگوئی کرتے ہیں یا ان کی شان گھٹانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں ان کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس جواب کی روشنی میں خود اپنے بارے میں فیصلہ کر لینا چاہیے کہ وہ کیا ہیں اور ان کا تعلق کس گروہ اور کس جماعت سے ہے۔

محمد ابو بکر غازی پوری

محمد اجمل مفتاحی

خط اور اس کا جواب

موحد، اہل قرآن، اہلحدیث اور جماعتِ اسلامی نام رکھنے کے بارے میں سوال کا جواب

محترم حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری مدظلہٗ

سلام مسنون، مزاج گرامی!

زمزم کے ذریعہ ہم نے کافی فائدہ اٹھایا ہے، آپ کی تحریریں الحمدللہ تسلی بخش ہوتی ہیں، خطوط کے جوابات پڑھ کر عامر عثمانی مرحوم یاد آجاتے ہیں۔

زمزم کے ذریعہ اختلافی مسائل کافی نکھر گئے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت کے ساتھ باقی رکھے، میرے ذہن میں بھی ایک سوال ہے امید ہے کہ اس کا شافی جواب دیں گے۔

بعض گروہ اور فرقے اپنا نام موحد رکھتے ہیں، کچھ لوگ اپنے کو اہلحدیث کہتے ہیں، کسی نے اپنا نام اہل قرآن رکھ لیا ہے، کوئی کہتا ہے کہ ہم لوگ جماعت اسلامی کے آدمی ہیں، اس قسم کے ناموں کا وجود اسلاف میں بھی رہا ہے یا نہیں، اور یہ نام رکھنے جائز ہیں یا ناجائز، براہ کرم اپنے خیال سے آگاہ کریں۔

شمس الدین سوراتی مالیگاؤں

زمزم!

زمانہ خیرالقرون اور اس کے بعد کے ادوار میں ان ناموں کا مسلمانوں میں کبھی وجود نہیں رہا ہے، ان ناموں کے رکھنے میں ایک بہت بڑا مغالطہ ہے اور عام مسلمانوں کے ساتھ سوء ظنی کا احتمال ہے، اس وجہ سے ان ناموں کا بحیثیت فرقہ و جماعت اختیار کرنا مناسب نہیں ہے۔

اگر کوئی فرقہ اپنا نام موحد رکھتا ہے تو گویا وہ دوسروں کو یہ مغالطہ دیتا ہے کہ صرف

یہی فرقہ اصحاب توحید کا ہے اور بقیہ سارے مسلمان معاذ اللہ توحید سے کٹے ہوئے ہیں۔
اگر کوئی اپنے کو اہل قرآن کہتا ہے اور بحیثیت جماعت اسی نام سے اپنے کو متعارف کراتا ہے تو گویا وہ یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ قرآن کا ماننے والا صرف اسی کا فرقہ ہے بقیہ سارے مسلمان قرآن سے بے تعلق ہیں۔
اسی طرح کوئی فرقہ بحیثیت فرقہ اپنے کو اہلحدیث کہتا ہے اور اسی نام کو اپنا شعار قرار دیتا ہے تو گویا وہ عام مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی پیدا کرتا ہے کہ ان کا عمل حدیث پر نہیں ہے، حدیث کا ماننے والا صرف یہی فرقہ ہے اور یہ سب سے بڑا جھوٹ ہے۔
جماعت اسلامی نام رکھنے کے بارے میں بھی یہی کہا جائے گا کہ اس میں اس کا ایما ہے کہ صرف یہی جماعت مسلمانوں کی ہے اور اسلام والی ہے بقیہ مسلمانوں کی تمام جماعتوں کا رشتہ اسلام سے کٹا ہوا ہے، اس وجہ سے یہ نام رکھنا بھی مستحسن اور مرغوب فیہ نہیں ہے، صحیح الاسلام و صحیح العقیدہ مسلمانوں کو ہر زمانہ میں صرف اہلسنت والجماعت کہا گیا ہے۔
اللہ کے نزدیک جو بھی اسلام کے بنیادی عقیدہ پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ سب مومن اور موحد ہیں، اور جن کا عمل بھی کتاب و سنت پر ہے وہ سب کے سب اہل قرآن اور اہلحدیث ہیں، اور کفر و شرک سے بچنے اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دینے والے تمام مسلمانوں کا تعلق جماعت اسلامی سے ہے۔
پس کسی مسلمان جماعت کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی اپنا ایسا نام رکھے اور اسکو اپنا شعار قرار دے جس سے دوسرے مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمی اور بدگمانی پیدا ہو۔
اسلاف میں بحیثیت فرقہ و جماعت ان ناموں کا وجود نہیں ملتا۔ اللہ کے رسول نے اہل السنۃ تمام مسلمانوں کو قرار دیا، قرآن نے اپنے تمام ماننے والے کو مسلمان کہا ہے، اور حدیث پر جو بھی عمل کرنے والا ہے وہ اہلحدیث ہے، جو بھی صرف خدا کو خدا مانے وہ موحد ہے۔
مسلمانوں میں جب فرقہ بندیاں شروع ہوئیں اور فرقے پر فرقے پیدا ہونے لگے، تو اہلسنت والجماعت کے بالمقابل کسی گمراہ جماعت نے اپنا نام اصحاب توحید و عدل رکھا، کسی نے

اپنا نام موحد رکھا، اور کسی گمراہ جماعت نے اپنا نام اہل قرآن رکھا اور کسی گمراہ جماعت نے اپنا نام اہلحدیث رکھا۔

اسلاف کے زمانہ میں کچھ نام طبقاتی تھے، مثلاً جن کا شغل تفسیر سے تھا اس کو اہل تفسیر کہا جاتا تھا کسی کا شغل حدیث سے رہا تو اس کو اہل حدیث اور اصحاب حدیث کہا جاتا تھا کسی کا شغل کلام سے رہا تو اس کا نام اہل کلام رکھا گیا اور کسی کا جذبہ تصوف سے تھا تو اس کو اہل تصوف کہا گیا، کوئی نحو وادب سے دلچسپی رکھتا تھا تو اس کو اصحاب نحو و اہل ادب کہا جاتا تھا یہ سارے نام علمی طبقہ کے تھے، بحیثیت فرقہ و جماعت ان ناموں سے مسلمان اپنے کو نہیں پہچنواتے تھے تمام صحیح العقیدہ مسلمانوں کو اہلسنت والجماعت ہی کہا جاتا تھا، اہلسنت والجماعت سے کٹے ہوئے فرقوں نے اپنا الگ الگ امتیازی نام اپنے اپنے عقیدوں اور خیالات کے اعتبار سے رکھا، اور یہی وجہ ہے کہ یہ نام اہل بدعت اور اہل ضلالت کی علامت قرار پائے۔

معتزلہ نے اپنا نام اصحاب العدل والتوحید رکھا تو یہی نام ان کے اہلسنت سے خارج ہونے کی علامت بن گیا۔

ایک فرقہ نے یہ دعویٰ کیا کہ بس وہی حضرت علی کا اور اہلبیت کا ماننے والا ہے تو اس نے اپنا نام شیعہ رکھا، شیعہ کے معنی جماعت کے ہوتے ہیں یعنی اس فرقہ کا یہ زعم و دعویٰ تھا کہ بس اسی کا تعلق جماعت علی رضی اللہ عنہ سے ہے، تو یہی شیعہ نام اس فرقہ کی گمراہی کی علامت قرار پا گیا

اسلامی تاریخ میں ایک شخص ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ گزرا ہے اس کی ایک گمراہانہ کتاب کا نام ۔ المرشدۃ ہے، اس نے اپنے کچھ متبعین پیدا کر لئے تھے اور اپنی جماعت کا نام موحد رکھا تھا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وذکر ناسبب تسمیتہ لاصحابہ بالموحدین، فان ھذا مما انکرہ المسلمون اذ جمیع امۃ	یعنی اس شخص نے اپنے لوگوں کا نام موحد کیوں رکھا ہم نے اسکو تفصیل سے بیان کیا ہے مسلمانوں نے اس کے اپنی جماعت کا موحد

بقیہ صفحہ پر

خط اور اس کا جواب

کیا جماعت کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا بدعت ہے؟

مکرمی و محترمی حضرت مولانا زید مجدکم

نماز باجماعت کے بعد احناف کی مساجد میں اجتماعی دعا مانگی جاتی ہے، غیر مقلدین اس پر نکیر کرتے ہیں اور اس کو بدعت بتلاتے ہیں، براہ کرم اس بارے میں صحیح بات سے مطلع فرمائیں۔

والسلام محمد نعیم اللہ قاسمی
آزاد میڈیکل اسکول بہوراجستان

محترم! غیر مقلدین حضرات کے یہاں کسی چیز کو بدعت قرار دینا بہت آسان ہے، تراویح کی بیس رکعت ان حضرات کے یہاں بدعت ہے، حالانکہ بقول ابن تیمیہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے حضرت ابی بن کعب نے صحابہ و مہاجرین کو بیس ہی رکعت تراویح پڑھائی تھی اور کسی نے اس کو بدعت نہیں سمجھا، نہ کسی نے اس پر انکار کیا، پورے عالم اسلام میں عہد صحابہ سے لے کر غیر مقلدین کے وجود سے پہلے تک کوئی ایک آدمی ایسا نہیں تھا جس نے بیس رکعت تراویح کو بدعت کہا ہو، مگر جب غیر مقلد عالم مولانا محمد حسین بٹالوی دور برطانیہ میں پیدا ہوئے تو سب سے پہلے انھوں نے ہی پنجاب کے اندر غیر علاقہ میں بیس رکعت تراویح کے بدعت ہونے کا اعلان کیا، اور پھر ہندوستان کے غیر مقلدوں نے اس مولانا محمد حسین بٹالوی کی تقلید کی انھوں نے صحابہ کرام کی سنت کو بری نگاہ سے دیکھا اور محمد حسین بٹالوی کے محدث اور بدعتی قول و اعلان کو سنت اور دین سمجھ کر قبول کرلیا، ان کی گمراہی کا عالم یہ ہے کہ حضرت عمر اور صحابہ کرام کی سنت پر ان کو عمل کرنا برا معلوم ہوتا ہے اور محمد حسین بٹالوی پنجابی کی سنت کو یہ اپنا معمول بنائے ہوئے ہیں، محمد حسین

جو فرمائیں وہ سنت، صحابہ کرام جو کریں وہ بدعت، سبحان اللہ۔

اسی طرح غیر مقلدین جمعہ میں حضرت عثمان کی اذان کو بدعت قرار دیتے ہیں حالانکہ حضرت عثمان سے لیکر اسلام کی پوری تاریخ میں اس اذان کو شیعوں کے سوا کسی نے بدعت نہیں کہا اور تمام مسلمان کا اس پر عمل ہے، مگر حضرت عثمان کی اس سنت کو غیر مقلدین نے شیعوں کی طرح بدعت قرار دیا۔

جمعہ کے خطبہ میں خلفائے راشدین کا ذکر بھی غیر مقلدین کے یہاں بدعت ہے، حالانکہ دنیائے اسلام کی تمام مساجد میں خیر القرون ہی کے زمانے سے خلفائے راشدین کا ذکر جمعہ کے خطبہ میں ہوتا چلا آیا ہے، اور کسی نے اسکو بدعت نہیں کہا۔

یہ غیر مقلدین صحابہ کرام و تابعین عظام، فقہاء و محدثین سے زیادہ اپنے کو کتاب و سنت کا متبع، دیندار اور سنت و بدعت میں فرق کرنے والا سمجھتے ہیں۔

نماز باجماعت کے بعد ہاتھ اٹھاکر دعا کرنے کا بھی یہی معاملہ ہے، ہمارے علم میں یہ نہیں ہے کہ کسی عالم، کسی فقیہ، کسی محدث نے اسکو بدعت کہا ہو، مگر غیر مقلدین کا اس دور کا طبقہ جس پر اباحیت وابن بازیت کی چھاپ ہے، نماز باجماعت کے بعد امام اور مقتدی کے دعا کرنے کے عمل کو بدعت بتلا رہا ہے، حالانکہ مسلمانوں کا اس پر تواتر عمل ہے، اور تواتر عملی اسلام میں خود مستقل ایک حجت ہے، اگر اس پر کوئی اور دلیل شرعی نہ ہوتی تو خود یہ تواتر عملی اس عمل کی مشروعیت کی دلیل بین ہوتا، اور اس کی روشنی میں اس پر انکار جائز نہ ہوتا۔

جبکہ صورت حال یہ ہے کہ اس تواتر عملی کے علاوہ بھی نماز کے بعد دعا کرنے پر خواہ انفراداً خواہ اجتماعاً مستقل احادیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی دلیلیں موجود ہیں۔

دعا کے بارے میں آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا عام معمول یہ تھا۔

کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ بحذاء صدرہ اذا دعا ثم یمسح بھا وجھہ (مصنف عبدالرزاق ج۲)	یعنی رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے تو اپنے ہاتھ سینے کے مقابل تک اٹھاتے پھر چہرہ پر ہاتھ پھیر لیتے۔

معلوم ہوا کہ دعا میں مسنون طریقہ یہی ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے۔ اور اب یہ بھی جان لیجئے کہ نماز کے بعد دعا کرنے کی احادیث میں ترغیب آئی ہے کہ یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ اس وقت پر پروردگار بندہ کی دعا قبول کرتا ہے، ترمذی شریف میں حضرت ابو امامہ کی روایت ہے۔

قیل ای الدعاء اسمع یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سے وقت کی دعا اللہ کے یہاں زیادہ سنی جاتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جوف اللیل الاخیر ودبر الصلوٰۃ المکتوبات، یعنی آخر شب کی دعا اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا اللہ کے یہاں سنی جاتی ہے۔

متعدد حدیثوں سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد دعا کرتے تھے (۱) مثلاً ابوداؤد اور نسائی میں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز بعد یہ دعا فرماتے تھے۔

اللّٰھم ربنا ورب کل شئی الخ۔

اور نسائی شریف میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر یہ دعا کرتے تھے اللّٰھم اصلح لی دینی الخ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں تو صاف صاف ہے کہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ بعد ما سلم وھو مستقبل القبلۃ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رخ ہو کر دعا مانگی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی

---

(۱) اور اوپر کی حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ دعا کرنے میں آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے۔ اسلئے نماز بعد بھی آپ کا یہی معمول سمجھا جائے گا کہ آپ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے الا یہ کہ کوئی صاحب یہ ثابت کر دیں کہ نماز بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں کرتے تھے اور انشاء اللہ یہ ثابت کرنا کسی بھی غیر مقلد کے بس کی بات نہیں ہے۔

نماز ہی میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا۔

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لم یکن یرفع یدیہ حتی یفرغ من صلوتہٖ۔ یعنی اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں مانگا کرتے تھے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول نماز بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا تھا۔

حضرت اسود عامری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی، تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا اور تھوڑا سا رخ موڑا اور پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ (۱)

ان احادیث میں آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ نماز باجماعت بعد دعا کرنے کی آپ نے ترغیب بھی دی ہے اور خود آپ کا معمول بھی یہی تھا کہ آپ نماز سے فارغ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے تو جو عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو اس پر بدعت ہونے کا حکم لگانا یا اس پر انکار کرنا یہ دین کی بات ہوگی یا بددینی کی؟ آپ خود فیصلہ فرمالیں۔

موجودہ دور کے غیر مقلدین جن پر سلفیت اور ابن بازیت کی چھاپ پڑ گئی ہے وہی نماز کے بعد اجتماعی دعا کے انکاری ہیں، ورنہ غیر مقلدین کے اکابر میں اس کا چرچا نہیں تھا اور نہ ان کی کسی کتاب میں یہ لکھا مسئلہ ہے کہ نماز بعد امام اور مقتدی کا ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت عمل ہے۔ غیر مقلدین کا موجودہ طبقہ ہی اس کا انکاری ہے اور اس کو بدعت قرار دیتا ہے اور وہ بھی احادیث اور سلف کے معمول کی روشنی میں نہیں، بلکہ ابن قیم کی تقلید میں بلکہ بہت سے بیچارے تو ابن قیم کو جانتے بھی نہیں، انھوں نے تو یہ دیکھا کہ سعودیہ میں ابن باز نے اور البانی نے نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو بدعت سمجھتے ہیں بس ان کے لئے اب کسی تحقیق کی ضرورت نہیں رہی، البانیوں اور ابن بازیوں کی تقلید میں یہ مست و سرشار ہو گئے، اور ایک سنت عمل کو بدعت ہونے کا

---

(۱) تحفۃ الاحوذی جلد اول ص۲۴۵ و ص۲۴۶ میں احادیث کے حوالے دیکھ لئے جائیں۔

وہ شور مچایا کر توبہ بھلی۔

بہرحال ابن قیم نے اس کا انکار کیا ہے وہ اپنی کتاب زادالمعاد میں فرماتے ہیں کہ

"نماز سے سلام پھیرنے کے بعد امام یا مقتدی کا قبلہ رخ ہو کر دعا کرنا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نہیں تھا۔"

لیکن ابن قیم کی اس بات کو حافظ ابن حجر نے رد کر دیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ

ما ادعاہ من النفی مطلقا مردود فقد ثبت عن معاذ بن جبل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ یا معاذ واللہ انی لاحبک فلا تدع دبر کل صلوٰۃ ان تقول اللّٰھم اعنی علی ذکرک وشکرک الخ۔

یعنی ابن قیم کا نماز بعد دعا کا مطلقاً انکار کرنا مردود ہے، اسلئے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے حضرت معاذ سے فرمایا کہ معاذ میں تم سے محبت کرتا ہوں (میری یہ بات بطور خاص سنو) تم کسی نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا کبھی نہ چھوڑنا اللّٰھم اعنی علی ذکرک وشکرک الخ مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کا بھی یہی مذہب ہے کہ نماز بعد دعا امام اور مقتدی دونوں کے لئے سنت ہے، فرماتے ہیں:

قلت لا ریب فی ثبوت الدعاء بعد الانصراف من الصلوٰۃ المکتوبۃ عن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قولاً وفعلاً وقد ذکرہ ابن القیم ایضا فی زاد المعاد	یعنی میں کہتا ہوں کہ کوئی شک نہیں کہ فرض نماز سے فراغت کے بعد آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے قولاً وفعلاً دعا ثابت ہے اور اس کو خود ابن قیم نے ذکر کیا ہے۔

پھر ابن قیم کے نماز بعد دعا کے انکار پر تعجب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فقولہ اما الدعاء بعد السلام من الصلوٰۃ مستقبل القبلۃ او المامومین	یعنی پس ابن قیم کا یہ کہنا جبکہ خود انکے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز بعد آپ نے دعا

فلم یکن من هدیہ صلی اللہ علیہ لا ادری ما معنا و ما مراد کا۔

فرمائی اور صحابہ کرام کو بھی اس کی ترغیب دی) نماز بعد مستقبل قبلہ ہو کر امام یا مقتدی کا دعا کرنا آنحضور کا طریقہ نہیں تھا مجھے نہیں معلوم کہ اس کا کیا مطلب ہے اور ابن قیم کی اس سے کیا مراد ہے۔

معلوم ہوا کہ موجودہ دور سے پہلے علمائے غیر مقلدین نے بھی نماز بعد امام اور مقتدی کی دعا پر کبھی انکار نہیں کیا تھا، اور ان کے یہاں بھی دعا ہی کرنے کا معمول تھا۔

بعض غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ کہیں سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے نماز بعد اجتماعی دعا کی ہو، یہ ان کی محض بکواس ہے اور محض شان غیر مقلدیت کا اظہار ہے، جب آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک نہیں متعدد حدیثوں سے ثابت ہے کہ آپ نماز بعد دعا فرماتے تھے اور صحابہ کرام کو آپ نے اس کی ترغیب بھی دی، اور یہ بھی فرمایا کہ فرض نماز کے بعد اللہ کے یہاں دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے، تو کیا ان تمام باتوں کے ثبوت کے بعد بھی کوئی یہ گمان کر سکتا ہے کہ صحابہ کرام کا عمل اس پر نہ رہا ہوگا یا صحابہ کرام آنحضور کو قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھائے ہوئے دعا کرتے دیکھیں اور خود نہ دعا مانگیں اور نہ ہاتھ اٹھائیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پر آمین نہ کہیں؟ یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جو مقام صحابہ و مقام نبوت سے ناواقف ہو، اور جس کے کان میں آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام کے عشق و محبت کی داستان نہ پڑی ہو ذرا سوچو تو سہی کیا یہ ممکن ہے اور کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آنحضور امام ہوں، بعد نماز دعا کے لئے ہاتھ اٹھائیں اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقتدی صحابہ کرام آپ کی اتباع اور اقتدا نہ کریں، اور وہ کسی دوسرے ذکر و اذکار میں مشغول ہوں، یہ بات کسی صاحب فہم و بصیرت کی نہیں ہو سکتی۔

بہر حال مندرجہ بالا حقائق و بیان کی روشنی میں یہ کہنا بالکل درست ہے کہ

(۱) فرض نماز بعد دعا کرنا مستحب اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی ترغیب ثابت ہے۔

(۲) دعا ہاتھ اٹھا کر مانگنا ہی اولیٰ اور افضل ہے اور دعا میں ہاتھ اٹھانا آداب دعا میں سے ہے۔

(۳) نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے نماز بعد دعا مانگنا ثابت ہے۔

(۴) کسی ایک حدیث میں نماز بعد دعا مانگنے کی ممانعت نہیں ہے۔

(۵) ان حقائق کے واضح ہو جانے کے بعد کسی کا یہ کہنا کہ نماز با جماعت بعد امام اور مقتدی کا دعا مانگنا بدعت ہے، نہایت جہالت کی بات ہے۔

(۶) اکابر غیر مقلدین نے بھی نماز کے بعد امام اور مقتدی کے دعا کرنے کو مستحب جانا ہے۔

(۷) جو لوگ نماز با جماعت کے بعد امام اور مقتدی کی دعا کو بدعت کہتے ہیں ان کا یہ کہنا کتاب وسنت کی روشنی میں نہیں ہے، بلکہ ابن قیم کی تقلید میں ہے۔

(۸) ابن قیم کا زاد المعاد میں خود کلام متعارض ہے، اور اسی بنا پر مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری کو ان کے کلام سے تعجب ہوا اور ان کے کلام کے تعارض کو دفع کرنے کے لئے ان کے کلام کی تاویل کرنی پڑی۔

آپ کی بات کا جواب ہو گیا۔

اب ذرا آپ میری طرف سے ان غیر مقلدین سے پوچھئے کہ جو نماز کے بعد دعا کرنے کو بدعت قرار دیتے ہیں کہ تمہارا کیا عمل ہے، تم نماز بعد اٹھ کر چلے جاتے ہو یا بیٹھ کر کچھ پڑھتے بھی ہو؟ اگر سلام پھیرتے ہی چلے جاتے ہو تو اس کی کیا دلیل ہے؟ اگر تم نماز سے فارغ ہو کر کچھ پڑھتے ہو، تو اجتماعی طریقہ پر پڑھتے ہو یا انفرادی طریقہ پر؟ اگر اجتماعی طریقہ پر پڑھتے ہو تو اجتماعی دعا بدعت ہو اور تمہارا یہ اجتماعی ذکر و اذکار بدعت نہ ہو اس کی کیا دلیل ہے؟ اگر نماز کے بعد ذکر و اذکار ثابت ہے تو کیا دعا ثابت نہیں ہے؟ ایک عمل تو بدعت ہو اور دوسرا عمل سنت ہو، آخر یہ کیا ماجرا ہے؟ کیا آنحضورؐ نے کسی حدیث میں منع کیا ہے کہ نماز بعد دعا مت مانگا کرو اگر منع کیا ہے تو براہ کرم اس حدیث کا اتہ پتہ بتلاؤ۔

اخیر میں یہ بھی سن لیجئے کہ نماز بعد دعا کرنے کا مسئلہ حنفیہ کے یہاں فرض اور واجب نہیں ہے یہ بھی غلو ہے کہ جو نماز بعد دعا نہ کرے اور چلا جائے اس کو بری نگاہ سے دیکھا جائے۔ نماز کے بعد اجتماعاً یا انفراداً دعا کرنا بہتر اور مستحب ہے، اس سے زیادہ اس کا حکم نہیں ہے۔

والسلام محمد ابوبکر غازی پوری

(نوٹ) جو غیر مقلدین نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو بدعت قرار دیتے ہیں وہ ان تمام احادیث کا انکار کرتے ہیں جس سے نماز بعد دعا کا ثبوت ہوتا ہے، اور انکار کی بنا دیہ ہوتی ہے کہ ان کے یہاں یہ احادیث ضعیف ہیں مگر یہ ان غیر مقلدین کا حد سے زیادہ شوق انکار حدیث ہے، ورنہ بعض روایات صحیح بھی ہیں، پھر اگر متعدد روایات ضعیف بھی ہوں تو ان سے استدلال درست ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ فتاویٰ نذیریہ وغیرہ میں بھی نماز کے بعد دعا کرنے کو مستحب بتلایا گیا ہے۔

اور حنفیہ کے خلاف تو یہ بالکل ہی چل نہیں سکتی اسلئے کہ ہمارے یہاں تو ضعیف حدیث اگر ایک بھی ہو تو اس پر عمل کیا جا سکتا ہے، چہ جائیکہ کسی مسئلہ میں ضعیف حدیث ایک نہیں کئی ہوں اور اگر کسی مسئلہ میں ضعیف کے ساتھ صحیح حدیث بھی ہو جیسا کہ اس مسئلہ دعا میں ضعیف حدیثوں کے ساتھ صحیح حدیث بھی ہے تو اس پر عمل کرنا اور بھی اولیٰ اور افضل ہوگا۔ اور اس کا انکار کرنا قطعاً درست نہ ہوگا۔

ص ۳۳ کا بقیہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم موحد ولا یخلد فی النار من اہل التوحید احد۔ (فتاویٰ ص ۲۸۶ / ۱۱۲)

نام رکھنے کو ناپسند کیا اور اس پر نکیر کی اس وجہ سے کہ تمام امت محمدیہ موحد ہے اور اہل توحید کا کوئی شخص جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ نہیں رہے گا۔

معلوم ہوا کہ کسی جماعت کا اس قسم کا نام رکھنا مسلمانوں میں پسندیدہ عمل نہیں تھا اور یہ کہ اس قسم کے نام اہلسنت سے خارج گمراہ فرقہ رکھتے تھے اور ان ناموں کے ذریعہ ذہنی آسودگی حاصل کرتے تھے، جیسا کہ آج بھی بہت سے فرقے اور جماعتیں اس طرح کا عام مسلمانوں سے امتیازی نام رکھ کر ذہنی آسودگی حاصل کر رہی ہیں۔

محمد ابوبکر غازی پوری

محمد اجمل مفتاحی

خط اور اس کا جواب

دارالعلوم دیوبند میں ختم بخاری شریف

مکرمی مولانا محمد ابوبکر غازی پوری صاحب زید مجدھم

سلام مسنون!

متواتر طریقے سے ہم نے سنا ہے کہ دیوبند کے دارالعلوم میں بخاری شریف کا ختم ہوتا ہے اور دیوبندیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اس سے مصیبت دفع ہوتی ہے اور حاجتیں پوری ہوتی ہیں، کیا یہ اسلاف کا طریقہ تھا یا کتاب و سنت سے اس کا ثبوت ہے۔

زبیر احمد سلفی بستی

زمزم! دیوبندیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مصیبتوں کا ٹالنے والا اور حاجتوں کا پورا کرنے والا صرف اللہ ہے، اللہ کے سوا نہ کوئی مصیبتوں کو ٹال سکتا ہے اور نہ کوئی بندوں کی قضاء حاجات کر سکتا ہے۔

البتہ جس طرح شفا دینا کام اللہ کا ہے مگر بعض امراض میں تجربہ بتلاتا ہے کہ فلاں دوا یا فلاں طریقہ اختیار کیا جائے تو شفا ہو جاتی ہے، تو ایسے ذرائع کا استعمال کرنا شرعاً ممنوع نہیں ہے بشرطیکہ اس میں کسی امر حرام کا ارتکاب نہ کرنا پڑے، مثلاً تجربہ بتلاتا ہے کہ صبح کی چہل قدمی صحت کیلئے مفید ہے، قرآن و حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے، لیکن اگر آدمی صبح کی تفریح کرتا ہے تو اس کا یہ عمل کتاب و سنت کے خلاف نہیں قرار پائیگا ذرائع اور وسائل کا اختیار کرنا خود شریعت کا حکم ہے، حدیث میں حکم ہے کہ رات کو سوتے

تو چراغ بجھا دو، ایسی چھت پر سونے سے منع کیا گیا ہے جس پر منڈیر نہ ہو، حکم یہ ہے کہ بستر جھاڑ کر سوؤ، یہ سب حفاظت کے ذرائع اور وسائل ہیں، جائز ذریعہ اور جائز وسیلہ اختیار کرنے سے شریعت میں منع نہیں کیا گیا ہے اسی طرح تجربات سے فائدہ اٹھانے سے بھی منع نہیں کیا گیا ہے، غزوہ خندق میں حضرت سلمان فارسی کے تجربہ سے خود اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فائدہ اٹھایا تھا۔

اگر یہ بات آپ کے ذہن میں آتی ہے تو پھر سنئے کہ بخاری شریف کے ختم کا بھی یہی معاملہ ہے کہ مشائخ اور بزرگان دین کو اس کا تجربہ ہوا ہے کہ بخاری شریف کے ختم سے اور اس کو پڑھنے سے مصیبتیں ٹلتی ہیں، حاجتیں پوری ہوتی ہیں، آفات سے حفاظت ہوتی ہے، امراض سے شفا ملتی ہے، تو اگر کوئی مشائخ کے اس تجربہ سے فائدہ اٹھاتا ہے تو اس میں عقیدہ کی بات کہاں سے آگئی، کیا بخاری شریف کا پڑھنا فی نفسہ حرام ہے کہ اس کو بطور ذریعہ اور وسیلہ نہیں پڑھا جا سکتا ہے، سلفیت نے ذہن و دماغ کو ایسا خراب کر دیا ہے کہ سلفیوں کو یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ جائز اور ناجائز کی حدود کیا ہیں، ان کو ہر کام شرک ہی نظر آتا ہے، اور کیڑے نکالنا ان کا شیوہ بن گیا ہے۔

آپ تو ایسا پوچھ رہے ہیں کہ ختم بخاری کا عمل دیوبندیوں ہی کی ایجاد ہے، برادرم ذرا آپ اپنے اکابر کی بھی کتابوں کا مطالعہ کیجئے وہ تو اس بارے میں دیوبندیوں سے بھی بہت آگے ہیں۔

مولانا عبدالرحمن مبارکپوری کا نام تو آپ نے سنا ہوگا، یہ آپ کی جماعت کے امام المحدثین تھے اور بہت پکے غیر مقلد سوعد تھے انھوں نے تحفۃ الاحوذی کے مقدمہ طبع بیروت کے صفحہ ۹۰، ۹۲ میں جو دیوبندی لوگ کرتے ہیں اور جو دیوبند کے دارالعلوم میں ہوتا ہے اس کو بہت پھیلا کر کے لکھا ہے۔ اور مختلف علماء کے اقوال سے ثابت کیا ہے کہ بخاری شریف کے ختم سے مرادیں پوری ہوتی ہیں، پریشانی اور مصیبت ٹلتی ہے مرض سے شفا ملتی ہے اور جس نیت اور جس غرض سے بخاری شریف کو پڑھا جائے وہ غرض پوری ہوتی ہے، مولانا مبارکپوری

کی تمام عبارتوں کو نقل کرنا بڑا طویل کام ہے، مگر اس کی ایک عبارت کا ترجمہ سن لیں اور اصل عبارت کو صفحہ ۹۲ پر دیکھ لیں، لکھتے ہیں۔

> " میں کہتا ہوں کہ بہت سے علماء نے اس زمانہ میں امراض سے شفاء کے لئے مصیبتوں کو ٹالنے کے لئے اور مقصود کو حاصل ہونے کے لئے بخاری پڑھنے کو اور اس کا ختم کرنے کو جائز رکھا ہے، لوگ اجتماعی طریقہ پر کوئی پہلا جزء اور کوئی دوسرا جزء، کوئی تیسرا پڑھ کر اس کا ختم کرتے ہیں اور مریضوں کی شفاء کے لئے یا مصیبتوں کو ٹالنے کے لئے یا حصول مقاصد کے لئے دعا کرتے ہیں۔"

اور مشہور غیر مقلد عالم مولانا حافظ محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ اپنی کتاب علماء الاسلام میں لکھتے ہیں:

> " اس کتاب (بخاری) کی جلالت شان اور قدر و منزلت اور کثرت فوائد اور لطائف اور نکات علمیہ کے ذکر سے علماء ذی شان کے سینے مسرور اور زبانیں تر ہیں حتیٰ کہ حوادث و مصائب کے وقت اس کا ختم مشائخ کا مجرب معمول ہے، چنانچہ ابن ابی جمرہؒ کہتے ہیں۔ ان صحیح البخاری ما قرئ فی شدۃ الا فرجت ولا رکب بہ فی مرکب الا نجت یعنی بیشک صحیح بخاری کسی مصیبت و سختی کے وقت پڑھی نہیں گئی مگر وہ سختی دور ہو گئی اور اس کو ساتھ لے کر کسی جہاز و کشتی پر سواری نہیں کی گئی مگر وہ جہاز و کشتی ہلاکت سے بچ گئے۔" (ص ۱۳۹)

مولانا نواب صدیق حسن خان کو تو ہر غیر مقلد جانتا ہے، وہ تو جماعت غیر مقلدین کے مجددین میں شمار ہوتے ہیں، ان کا فرمان ملاحظہ فرمائیں، اپنی کتاب "کتاب التعویذات" میں یہ عنوان قائم کرتے ہیں۔

ختم صحیح بخاری برائے دفع جملہ نوازل (مصائب)

پھر اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں ،

"اس کتاب کا ختم کرنا واسطے شفا بیمار ، وحفظاً آفات وحوادث زمانہ کے
بطور رقیہ جائز ہے اس میں کسی کا خلاف منجملہ اہل علم کے معلوم نہیں بلکہ منفعت
اس کی قراءت وختم کے واسطے دفع آفات وحصول سلامت کے مجرب ہے
ولہذا جب سے یہ کتاب تالیف ہوئی ہے ہر قرن میں اہل علم نے سا تھ
اس کے توسل کیا ہے ، اور کس طرح نہ کرتے کہ بعد کتاب اللہ کے یہ کتب(۱)
اصح کتب اسلام ہے ، روئے زمین پر اس کا قاری ومتوسل ومعتقد وعامل ،
ہر چیز برکت کے لائق ہے اور جو شخص اس نعمت سے حرمان نصیب ہے
وہ خیر کثیر سے محروم ہے" (ص۱۲ طبع لاہور)

کہئے زبیر سلفی صاحب آپ کے نواب صاحب تو بخاری شریف سے توسل کو بھی جائز کہتے ہیں کیا
کبھی سنا ہے یا کہیں پڑھا ہے کہ کسی دیوبندی نے بخاری شریف سے توسل اختیار کرنے کا
پیغام دیا ہو ،

آپ لوگوں کا عجیب حال ہے کہ جو بات خود آپ کے علماء لکھتے ہیں اور جس کو صحیح سمجھتے
ہیں آپ لوگ اس سے جاہل ہوتے ہیں اور انہیں باتوں کو لے کر علماء دیوبند اور دیوبندیوں
پر اعتراض کرتے ہیں اور جب نکال کر ان باتوں کو آپ کے مذہب کی کتابوں سے سامنے کر دیا
جاتا ہے تو آپ لوگ چپ سادھ لیتے ہیں ، اور اپنے علماء کے بارے میں ایک لفظ کچھ کہنے
کو تیار نہیں ہوتے ، کیا اظہار حق اسی کا نام ہے ، اور کتاب وسنت کی چیکار صرف علماء
دیوبند اور مقلدین ہی کے لئے ہے ۔

آپ کے یہاں توسل جائز ، غیر اللہ کو پکارنا جائز ، غیر اللہ سے مدد جائز ، یا شیخ
عبدالقادر یا علاء کا نعرہ لگانا جائز ، یہ تمام شرکیہ امور جائز مگر پھر بھی آپ لوگ سلفی کے

---

(۱) نواب وحید الزماں ہدیۃ المہدی میں لکھتے ہیں ، اسی طرح غلبہ محبت یا استغراق کی کیفیت

سلفی، کتنی مضبوط ہے آپ لوگوں کی سلفیت، اور کتنا مضبوط ہے آپ لوگوں کی توحید کا قلعہ۔

میرا خیال ہے کہ دیوبند اور دارالعلوم میں کیا ہو رہا ہے اور کیا ہوتا ہے اس کا جائزہ لینے سے پہلے اور اس کی نشاندہی کرنے سے پہلے آپ لوگ اپنے کو شرک کی آلودگیوں سے پاک کرلیں۔ اور اپنے اکابر کے بارے میں دو ٹوک فیصلہ کرلیں کہ وہ آپ ہی جیسے سلفی لوگوں کی طرح غیر مقلد موحد تھے یا آپ سلفیوں کا مذہب اور آپ کے اکابر کا مذہب الگ تھا، اگر الگ تھا تو اس کا آپ لوگ کھل کر کے اعلان کریں، ورنہ دوسروں پر آوازہ کسنا اور چھینٹا اڑانا اور بلا وجہ کا اعتراض کرنا چھوڑ دیں کہ یہ شریفوں کا کام نہیں ہے۔

اندکے با تو گفتم ورنہ سخن بسیار است

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

محمد اجمل مفتاحی

یعنی اللہ کے سوا کسی کو پکارا اور غائب کو حاضر کے درجہ میں سمجھا مثلاً یا رسول اللہ، یا حیدر، یا علی یا مدار یا سالار یا محبوب اور یا غوث جیسے الفاظ کہے ... یا ان امور میں غیر اللہ سے مدد طلب کی جن پر اللہ کے نیک بندے قادر ہوتے ہیں تو یہ اور اس طرح کی دوسری چیزیں آدمی کو خارج از اسلام نہیں کرتی ہیں۔ سبحان اللہ قربان جائیے اس سلفیت پر۔ (نورالدین نوراللہ الاعظمی)

محمد اجمل مقامی

طاشیرازی

خمارِ سلفیت

نماز کی چار قسم

بیٹا ۔ ابا جی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ ابا جی نماز کی کتنی قسمیں ہیں ؟

باپ ۔ نماز کی تو ایک ہی قسم ہے ، نماز کی کئی قسمیں نہیں ہوتی ہیں

بیٹا ۔ ابا جی ، آپ یہ کہہ رہے ہیں اور ہمارے سلفی جیع سالف حفظہ اللہ یعنی قابل مطلق سلمہ اللہ المعروف بہ پی ایچ ڈی رضا اللہ فرماتے ہیں کہ نماز کی چار قسمیں ہیں، ایک حنفی نماز ہوتی ہے ، دوسری نماز شافعی ہوتی ہے ، تیسری مالکی ہوتی ہے اور چوتھی حنبلی ہوتی ہے ۔ (ترجمان اہلحدیث ۲۰ر جنوری [illegible])

باپ ۔ بیٹا ، یہ ہمارے پی ایچ ڈی صاحب پی ایچ ڈی ہونے کے باوجود بھی جاہل مطلق ہیں اگر ان کی یہ بات مان لی جائے کہ نماز کا طریقہ الگ الگ ہونے سے نماز کی حقیقت بھی الگ الگ ہو جاتی ہے تو قرآن کو ایک قرآن کے بجائے سات قرآن ماننا پڑے گا دس قرآن ماننا ہوگا ، اس لئے ، قرآن سات اور دس قرأت سے پڑھا جاتا ہے ، لب و لہجہ اور قرأت کی ادائیگی کے الگ الگ ہونے کی وجہ سے کسی نے آج تک قرآن

کو متعدد اور الگ الگ قرأت والا کئی قرآن نہیں کہا ہے، اسی طرح سے قرآن الگ الگ خط میں بھی لکھا جاتا ہے دیکھو ہندوستان والوں کا قرآن الگ رسم الخط پر ہے اور سعودیہ سے جو قرآن چھپ رہا ہے اس کا رسم الخط الگ ہے، تو کیا رسم الخط کے الگ ہونے سے یہ کہا جائے گا کہ سعودیہ کا قرآن الگ ہے اور ہندوستان والوں کا قرآن الگ ہے۔

بیٹا۔ ابا جی، بات آپ کی بالکل سمجھ میں آگئی ہے، سلفی جمع سالف صاحب یعنی پی ایچ ڈی رضاء اللہ صاحب ہم سلفیوں کو فریب میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں، اور ایک نماز کو کئی نماز بتلا کر حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی تمام مسلمانوں پر زبردست حملہ کرنا چاہتے ہیں۔

باپ۔ جی بیٹا، پی ایچ ڈی رضاء اللہ نے بڑی خطرناک چال چلی ہے، ایک حنفی پوچھ سکتا ہے کہ میاں پی ایچ ڈی صاحب آپ نے پانچویں نماز کا ذکر کیوں نہیں کیا اور وہ ہے سلفی نماز، یعنی غیر مقلدین کی نماز نہ امام احمد والی ہے نہ امام شافعی والی ہے نہ امام مالک والی ہے اور نہ امام ابوحنیفہ والی ہے۔

بیٹا۔ ابا جی، جب ہم لوگوں کی سلفی نماز نہ امام احمد والی ہے نہ امام شافعی والی ہے نہ امام مالک والی ہے اور نہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ والی ہے تو ہماری یہ پانچویں نماز کیا شوکانی والی ہے یا میاں جی نذیر حسین والی ہے؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

غیر مقلدین کی نماز اہلسنت والجماعت سے الگ ہے

بیٹا۔ ابا جی۔

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ ابا جی ہم لوگوں کی نماز اہلسنت والجماعت کی نماز سے الگ کیوں ہے؟

باپ۔ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ ہم اہلحدیث لوگوں کی نماز اہلسنت والجماعت سے الگ ہے؟

بیٹا۔ ابا جی جب ہم اپنے علماء کی کتابیں پڑھتے ہیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہماری نماز اہلسنت والجماعت سے الگ ہے، دیکھئے کسی مذہب میں یہ نہیں ہے کہ عورتوں مردوں کی نماز ایک ہی جیسے ہوگی، مگر ہم لوگ کہتے ہیں کہ عورتوں اور مردوں کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے جیسے مرد نماز پڑھیں عورتیں بھی اسی طرح سے نماز پڑھیں گی،
اور ابا جی کسی مذہب میں یہ نہیں ہے کہ عورتیں بھی نماز کے لئے اذان دیں گی ہمارے مذہب میں انکو اذان دینی واجب ہے، ابا جی اہلسنت کے کسی مذہب میں نہیں ہے کہ جو آدمی رکوع میں شریک ہو اس کی وہ رکعت شمار نہ ہوگی مگر ہم غیر مقلدین کے مذہب میں یہ ہے کہ جو رکوع میں امام کو پائے اس کی یہ رکعت شمار نہ ہوگی، اور ابا جی کسی مذہب میں یہ نہیں ہے کہ غیر بالغ یعنی بچہ کی امامت بالغوں کے لئے فرض نماز میں درست ہوگی مگر ہم غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ بلغ کی امامت نا بالغ کر سکتا ہے۔

باپ۔ بیٹا، ہم لوگوں کا مذہب حدیث والا ہے۔

بیٹا۔ تو کیا ابا جی، امام احمد، امام شافعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب حدیث والا نہیں ہے؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

چاروں مذہب حق نہیں ہیں

بیٹا۔ ابا جی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ ابا جی چاروں تقلیدی مذاہب حق ہیں کہ نا حق؟

باپ۔ ہمارے علماء تو یہی کہتے ہیں کہ چاروں مذاہب حق نہیں ہیں صرف ہم غیر مقلدین کا مذہب حق ہے۔

بیٹا۔ ابا جی ہم لوگ ایسا کیوں کہتے ہیں، ہم جماعت غیر مقلدین کے وجود سے پہلے ہی کسی

محدث نے ان چاروں مذہبوں کو ناحق بتلایا ہے!

باپ ۔ بیٹا ہم لوگ یہ نہیں دیکھتے ہیں کہ پہلے کے لوگوں نے کیا کیا ہے اور کیا نہیں کیا ہے بلکہ ہم خود تحقیق کرتے ہیں، جب ہم نے تحقیق کیا تو ہم کو ان چاروں مذاہب کے ناحق ہونے کا پتہ چل گیا۔

بیٹا ۔ اباجی، ہماری یہ تحقیق انگریزی دور سے پہلے کی ہے کہ انگریزوں کے آنے کے بعد کی ہے!

باپ ۔ بیٹا ہم غیر مقلدوں کا وجود تو انگریزی دور کے بعد ہی کا ہے اس وجہ سے ہماری یہ تحقیق بھی انگریزی دور کے بعد ہی کی ہے۔

بیٹا ۔ اباجی، ہم نے کیسے تحقیق کی کہ یہ چاروں مذاہب ناحق ہیں۔

باپ ۔ بیٹا ان میں بڑا اختلاف ہے، ایک مذہب والے کچھ کہتے ہیں اور دوسرے مذہب والے کچھ کہتے ہیں، اس وجہ سے یہ چاروں مذاہب حق کیسے ہو سکتے ہیں۔

بیٹا ۔ اباجی تب تو ساتوں قرأت جو متواتر اور مشہور ہیں وہ بھی سب غلط ہونی چاہئیں، اس لئے کہ ایک قرأت میں قرآن کسی طرح سے پڑھا جاتا ہے، اور دوسری قرأت میں کسی طرح اور تیسری میں کسی طرح سے اور چوتھی قرأت میں کسی طرح سے اور پانچویں میں کسی طرح سے اور چھٹی قرأت میں کسی طرح سے اور ساتویں قرأت میں کسی طرح سے تو ان تمام ساتوں قرأتوں کو غلط اور ناحق کہنا چاہیے۔

باپ ۔ بیٹا، میں نے اس پہلو سے غور نہیں کیا ہے۔

بیٹا ۔ تو اباجی ذرا آپ غور کر لیجئے گا اور ایک بات پر اور غور کر لیجئے گا۔

باپ ۔ وہ کیا ہے بیٹا۔

بیٹا ۔ اباجی ہم لوگ جو نماز پڑھتے ہیں، اس میں رفع یدین کرتے ہیں، اباجی، ہمارے علماء نماز کے رفع یدین کے بارے میں الگ باتیں کہتے ہیں، میاں صاحب شیخ الکل فی الکل فرماتے ہیں کہ رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں سنت ہے (فتاویٰ نذیریہ) اور مولانا عبدالستار صاحب اس کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں (فتاویٰ ستاریہ) اور ہمارے مولانا

خالدگرجاکھی اس کو سنت متواترہ کہتے ہیں (صلوٰۃ النبی) اور قرۃ العینین رسالہ میں رفع یدین کرنے کو واجب لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ رفع یدین کو چھوڑنے سے نماز بھی باطل ہو جائے گی۔ (ص ۱۹)

ابا جی ہمارے مذہب میں صرف اس ایک ہی مسئلہ میں طرح طرح کی باتیں کہی گئی ہیں، بتلائیے ابا جی ان باتوں میں سے کون حق ہے اور کون ناحق ہے؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

بھولے مت بنئے پی ایچ ڈی صاحب

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی ہمارے پی ایچ ڈی رضاء اللہ صاحب نے حنفیت کے خلاف بڑا زبردست معرکہ قائم کر رکھا ہے، عربی و اردو کے کئی کئی پرچوں میں حنفیت پر ان کی زبردست بمباری جاری ہے، اور دیوبندیوں کو تو وہ زندہ ہی دفن کرنے کا تہیہ کر چکے ہیں۔

باپ۔ جی بیٹا، پی ایچ ڈی رضاء اللہ حفظہ اللہ ہماری جماعت کے قابلِ فخر سپوت ہیں، ہم لوگوں نے ان کو آگے کر رکھا ہے۔

بیٹا۔ اباجی، ہماری جماعت اہلحدیث والوں نے انھیں کو آگے کیوں کر رکھا ہے، کسی اور کو کیوں نہیں؟

باپ۔ اصل میں ان کو بات کہنے کا اچھا ڈھنگ ہے، وہ حنفیوں اور دیوبندیوں کے خلاف زہر بھی اس طرح اگلتے ہیں کہ دوسرے یہ سمجھیں کہ وہ بڑے بھولے اور مظلوم ہیں اور تنگ آمد بجنگ آمد کا مظاہرہ کر رہے ہیں، اس طرح وہ اپنے کو اور اپنی جماعت کو بچاتے بھی رہتے ہیں، دیکھو انھوں نے ترجمان دہلی ۲۰ر جنوری میں ایک مضمون کا سلسلہ شروع کیا ہے، جس کا عنوان ہے، "اپنے ہی مذہب سے جہالت کا پرچار کیجئے"

اس مضمون کے آغاز ہی میں مذاہب اربعہ کے تمام مقلدین کی نمازوں کو انھوں نے بڑے اچھے ڈھنگ سے باطل قرار دیا ہے اور پھر قلم کا رخ غیر مقلد ہونے کے ناطے بطور خاص حنفیوں کی طرف پھیر دیا ہے۔ اور اس کا آغاز اس تمہیدی عبارت سے کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"اس قسم کے مسائل سے تعرض ہمارا کوئی محبوب و پسندیدہ مشغلہ نہیں ہے جیسا کہ ہمیں بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اس کے لئے ہم اپنے آپ کو بعض مقلدین کی بیرو دستیوں کے سامنے مجبور پاتے ہیں"

دیکھو کیسا مظلومانہ، معصومانہ اور بھولے انسان والا انداز ہے۔ یہ انداز بھلا ہماری جماعت کے دوسروں کو کہاں نصیب، اسی لئے ہم لوگوں نے احناف کے خلاف ہر طرح کی تقریر و تحریر کے لئے ان کو آگے کر دیا ہے۔

بیٹا۔ ابا جی، تو رضاء اللہ صاحب پی ایچ ڈی اسی مجبوری میں سلفیت کا تعارف والا مضمون لکھ رہے ہیں جس کی ۲۲ قسطیں آچکی ہیں اور کیا رضاء اللہ پی ایچ ڈی بشمول اخو السیئۃ والا مضمون صوت الامۃ جامعہ سلفیہ بنارس کے ترجمان پرچہ میں اسی مجبوری کے تحت لکھ رہے ہیں جس کی ۱۱ - ۱۲ قسطیں آچکی ہیں اور کیا ترجمان اہلحدیث اور اشاعۃ السنۃ دہلی میں کئی کئی قسطوں والا مضمون اسی مجبوری کے عالم میں لکھ رہے ہیں؟

باپ۔ بیٹا، ان کو ہم لوگوں نے پڑھایا ہی ہے کہ اے پی ایچ ڈی رضاء اللہ تم ظاہر یہی کرو کہ تم حنفیوں اور دیوبندیوں کے خلاف قلم مجبور ہو کر چلا رہے ہو، تاکہ لوگ تم کو نشانۂ ملامت نہ بنائیں، ورنہ وہ تو لکھ رہے ہیں پورے ذوق و شوق اور انشراح اور طبعی جوش کے ساتھ۔

بیٹا۔ تو ابا جی ان کا یہ کہنا کہ وہ لکھنے پر مجبور کر دیئے گئے ہیں منافقانہ بات ہے،

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

محمد اجمل مفتاحی

جہالت یا فریب

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی حدیث شاذ اور غیر شاذ بھی ہوتی ہے ؟

باپ - جی بیٹا، حدیث شاذ پر عمل نہیں کیا جاتا اور غیر شاذ پر محدثین کا عمل بھی ہوتا ہے، حدیث کی یہ دونوں قسمیں حدیث کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔

بیٹا - اور اباجی قرآن کی قرأتیں بھی دو قسم کی ہیں شاذ اور غیر شاذ

باپ - جی بیٹا۔ قرآن کی قرأت کی بھی دو قسمیں ہیں ایک شاذ اور ایک غیر شاذ، شاذ قرأت متروک ہوتی ہے اور غیر شاذ جو قرأتیں ہوتی ہیں ان کے مطابق قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے۔

بیٹا - اباجی، فقہاء کے اقوال بھی دو قسم کے ہوتے ہیں شاذ اور غیر شاذ؟

باپ - جی بیٹا، فقہ کی کتابوں میں بھی دو قسم کا قول ملتا ہے، ایک شاذ جس پر فتویٰ نہیں دیا جاتا اور ایک غیر شاذ جس پر عام طور پر فتویٰ دیا جاتا ہے، اس کو فقہاء کی اصطلاح میں مفتی بہ قول اور غیر مفتی بہ قول کہا جاتا ہے، یعنی جس پر فتویٰ دیا جاتا ہے وہ مفتی یا در غیر شاذ قول ہوتا ہے اور جس پر فتویٰ نہیں دیا جاتا وہ غیر مفتی بہ اور شاذ قول کہلاتا ہے۔

اسی طرح مفسرین کی تفسیروں کا بھی حال ہے، تفسیروں میں بعض اقوال شاذ ہوتے ہیں اور بعض غیر شاذ، شاذ قول کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور غیر شاذ اور مشہور قول کو لیا جاتا ہے۔

بیٹا - اباجی، تو اگر کوئی پی ایچ ڈی یا غیر پی ایچ ڈی شاذ حدیثوں کو لے کر حدیث کی کتابوں یا محدثین پر اعتراض کرے، یا کوئی پی ایچ ڈی یا غیر پی ایچ ڈی شاذ قرأت کو لے کر قرآن پر یا قاریوں پر اعتراض کرے، یا کوئی پی ایچ ڈی یا غیر پی ایچ ڈی شاذ تفسیری اقوال کو لے کر مفسرین یا قرآن پر اعتراض کرے یا کوئی پی ایچ ڈی یا غیر پی ایچ ڈی فقہاء کے

غیر مفتیٰ بہ اقوال کولے کر فقہا اور فقہیا ارکے خلاف بدزبانی کرے تو یہ اس کی جہالت ہوگی یا اس کا زبردست فریب آخر اس حرکت کا کیا نام دیا جائے گا۔

باپ ۔ بیٹا، آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو؟

بیٹا ۔ اباجی ہمارے غیر مقلدین علما ر احناف کی کتابوں سے شاذ قول نقل کرکے اس پر اعتراض کرتے ہیں، یعنی ان کا اعتراض غیر مفتیٰ بہ اقوال پر ہوتا ہے، مثلاً دیکھئے پی ایچ ڈی رضاء اللہ صاحب نے ترجمان دہلی ۱۶ر جنوری میں اسی قسم کی حرکت کی ہے۔ ان کا اعتراض ہے کہ احناف کے یہاں فارسی زبان میں قرآن کی تلاوت کرنا نماز میں جائز ہے، حالانکہ وہ خود ہدایہ کی عبارت نقل کرتے ہیں اور اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں:

"اصل مسئلہ (یعنی قرأت قرآن) میں صاحبین کے قول کے جانب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا رجوع بیان کیا جاتا ہے، صاحبین کے قول پر اعتماد اور فتویٰ ہے"

اباجی جب پی ایچ ڈی رضاء اللہ صاحب خود ہدایہ کی عبارت نقل کر رہے ہیں جس میں یہ وضاحت ہے کہ امام صاحب کا اس قول سے رجوع ثابت ہے اور احناف کے یہاں صاحبین ہی کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے تو ایسی بات پر اعتراض کرنا جو شاذ اور غیر مفتیٰ بہ ہے، ان کی صریح جہالت یا بددیانتی یا فریب نہیں ہے؟

باپ ۔ ذرا پی ایچ ڈی حفظہ اللہ کا نام آہستہ لو انہیں جیسے پی ایچ ڈیوں سے ہماری جماعت کا بھرم قائم ہے، بیٹا، جب مسئلہ احناف کا ہو تو ہمارے مذہب سلفیت یعنی غیر مقلدیت میں سب کچھ جائز ہوتا ہے، تھوڑا سا فریب بھی، تھوڑی سی جہالت بھی اور تھوڑی سی بددیانتی بھی۔

بیٹا ۔ ایسا کیوں ہوتا ہے اباجی

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

پی ایچ ڈی رضاء اللہ صاحب ذرا ادھر بھی توجہ دیں

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی، آج شیخ جمن حفظہ اللہ کی ناک پڑھی ہے۔ شیخ طوطا حفظہ اللہ سے بحث میں ان کی کرکری ہو گئی۔

باپ۔ شیخ جمن اور شیخ طوطا دونوں پکے اہلحدیث ہیں، تو بحث کس بات پر ہوئی؟

بیٹا۔ اباجی شیخ جمن ترجمان اہلحدیث دہلی ۲۰ جنوری والا لیکر شیخ طوطا کے پاس پہنچے اور انھوں نے شیخ سلفی جمیع سالف حفظہ اللہ کا مضمون سنایا جس میں لکھا تھا کہ امام ابوحنیفہ کے یہاں فارسی میں نماز کی قرأت کرنا جائز ہے اور یہی دعائیں وغیرہ غیر عربی میں پڑھنا جائز ہے۔

باپ۔ بیٹا شیخ سلفی جمیع سالف حفظہ اللہ کا یہ مضمون بڑا زوردار ہے شیخ طوطا تو پکے اہلحدیث ہیں، پڑھے لکھے آدمی ہیں، جامعہ سلفیہ کے قدیم فارغین میں سے ہیں، وہ تو یہ مضمون پڑھ کر بھڑک گئے ہوں گے؟

بیٹا۔ اباجی شیخ طوطا کا پڑھا لکھا ہونا ہی تو مصیبت بن گیا، ہمارے یہاں پی ایچ ڈی جی کا مضمون جاہل تو پڑھ کر بھڑک جاتے ہیں مگر پڑھے لکھے لوگ تو ان کا مضمون پڑھ کر بھڑک جاتے ہیں، شیخ طوطا بھی بھڑک گئے اور شیخ جمن کو خوب خوب سنائی شیخ طوطا نے کہا کہ حنفیوں پر اعتراض کرنے سے پہلے پی ایچ ڈی رضاء اللہ سلفی جمیع سالف کو چاہیے کہ اپنے گھر کی کتابوں کو دیکھ لیا کریں پھر انھوں نے شیخ جمن کے سامنے فقہ اہلحدیث کی مشہور کتاب نزل الابرار سامنے رکھ کر یہ مسئلہ پڑھا

وکذا لو قرأ بالفارسیۃ لا تصح صلوتہ الا اذا کان

عاجزا عن النظم العربی ص ۸۵ / ۱۳۰

یعنی اگر کسی نے فارسی زبان میں قرآن کی تلاوت کی تو اس کی نماز درست نہ ہوگی لیکن وہ اگر عربی پڑھنے پر قادر نہیں ہے تو فارسی زبان میں نماز درست ہوجائے گی۔

شیخ طوطا نے کہا کہ اگر امام ابوحنیفہ کا مسئلہ غلط ہے تو ہم لوگوں والا یہ مسئلہ کس حدیث سے ثابت ہے، کیا کسی حدیث سے ثابت کیا جاسکتا ہے کہ آنحضورؐ نے کسی کو غیر عربی زبان میں کسی بھی حالت میں قرأت کرنے کی اجازت دی ہے۔ ہمارا یہ مسئلہ تو خود ہی حدیث کے خلاف ہے، ہم حنفیہ پر کس منہ سے اعتراض کرتے ہیں ——— شیخ طوطا نے نزل الابرار کی یہ عبارت بھی شیخ کو سنائی۔

اما الاذان، والخطبة وسائر الاذکار التی شرعت خارج الصلوٰة کالایمان والتلبیة والسلام والتسمیة عند الذبح والشہادة ورد السلام وتشمیت العاطس ونحوها فتجوز بغیر العربیة ولو قادرًا علیہا۔ ص۱۲

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ عربی زبان پر قدرت کے باوجود اذان خطبہ حج میں تلبیہ (یعنی لبیک اللّٰھم لبیک آخر تک) ذبح کے وقت بسم اللہ سلام کا جواب دینا، چھینکنے والے کا جواب دینا یہ سب غیر عربی زبان میں بھی جائز ہے۔

شیخ طوطا نے فرمایا کہ پی ایچ ڈی رضا راشد کو پہلے اپنے گھر میں جھانک لینا چاہیے ہم لوگ تو خالص اہلحدیث ہیں ہمارا عمل تو خالص حدیث پر ہونا چاہیے، کسی حدیث میں ہے کہ اذان دینا، ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا، اور حج میں لبیک لبیک کہنا وغیرہ غیر عربی زبان میں عربی پر قدرت رکھتے ہوئے بھی جائز ہے۔

پھر شیخ طوطا نے کہا ہے کہ دیکھو ہماری فقہ اہلحدیث والی کتاب میں لکھا ہے

ولو قرأ فی الصلوٰة بالعربیة ما یکفی لصحتہا احسن سورة

الفاتحة ثم قرأ شيئا من بالفارسية او قرأ التوراة

والانجيل والزبور لا تفسد صلوته۔ (ص ۱۲۰)

یعنی اگر سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد اگر کوئی شخص فارسی زبان میں قرآن پڑھے

تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

یعنی ہم لوگوں کا مسلک یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ تمام سورتوں کو فارسی میں

پڑھا جا سکتا ہے، بلکہ فارسی میں قرآن کی جگہ نماز میں تورات، انجیل، زبور کو بھی

پڑھا جا سکتا ہے۔

شیخ طوطا شیخ جمن سے پوچھنے لگے ذرا پی ایچ ڈی رضا اللہ کسی حدیث سے

ثابت کر دیں کہ اللہ کے رسول نے اس طرح نماز پڑھ کر کے دکھلائی ہو یا اس طرح کی نماز

پڑھنے کا حکم دیا ہو۔

اور شیخ طوطا نے کہا کہ اسی حفظ اہلحدیث والی کتاب میں یہ مسئلہ بھی لکھا ہے۔

فلو صلی عریانا ومعہ ثوب صحت صلوتہ (ص ۱۲۰)

یعنی (ہم اہلحدیثوں کا مذہب یہ ہے کہ) اگر کوئی شخص ننگے ہو کر نماز پڑھے حالانکہ

کپڑا اس کے پاس موجود ہے تب بھی اس کی نماز درست ہو جائے گی۔

شیخ طوطا نے حفظ اہلحدیث والا یہ مسئلہ سنا کر شیخ جمن کی ناک زور سے رگڑی

کہ تم۔ حفظہ اللہ، قسم کے لوگ احناف کے خلاف سچ جھوٹ جو منہ میں آتا ہے

کہتے چلے جاتے ہو اور تمہیں خود اپنے گھر کی خبر نہیں ہے کہ تم لوگوں کی نماز کا نقشہ کیا ہے

شیخ طوطا نے شیخ جمن حفظہ اللہ کی ناک زور سے رگڑ کر کے پوچھا بتلاؤ کس حدیث

میں ہے کہ کپڑا ساتھ میں رکھتے ہوئے بھی اگر کوئی ننگا ہو کر نماز پڑھے تو اس کی نماز

درست ہو جائے گی۔

ابا جی یہ نزل الابرار کتاب کس کی لکھی ہے؟

باپ۔ بیٹا یہ ہماری جماعت کے بہت بڑے عالم کی کتاب ہے، ہماری جماعت والے اس

کتاب کی بڑی تعریف کرتے ہیں اس کتاب کو ہمارے بہت بڑے مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی نے اپنے پریس میں چھپوایا تھا۔

بیٹا۔ اباجی جب ہماری کتابوں میں اس قسم کے کتاب وسنت کے خلاف خود ہی مسائل موجود ہیں تو ہم اہلحدیث لوگ حنفیوں کے خلاف کیوں اچھل کود چلاتے رہتے ہیں۔

باپ۔ بیٹا اپنے مذہب کی حفاظت اور اس کی بقاء کے لئے اس طرح کی اچھل کود بہت ضروری ہے۔

بیٹا۔ اباجی کیا یہ بھی آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

غیر مقلدین کی سلفیانہ ڈپلومیسی

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی نماز میں ادھر ادھر دیکھنا یا بہت زیادہ بدن کو حرکت دینا جائز ہے یا ناجائز؟

باپ۔ بیٹا نماز میں خشوع وخضوع ضروری ہے۔ ہر کام خشوع وخضوع کے خلاف ہو وہ ناجائز ہے۔ نماز میں ادھر ادھر دیکھنا یا بدن کو بہت حرکت دینا خشوع وخضوع کے خلاف ہے۔ اس لئے نماز میں اس طرح کا عمل جائز نہ ہوگا۔

بیٹا۔ لیکن اگر کسی نے یہ حرکت کر ہی دی تو کیا اس کی نماز صحیح نہ ہوگی، یا اس کو نماز دھرانی ہوگی؟

باپ۔ بیٹا اتنے عمل سے نماز باطل نہیں ہوگی، اس کی نماز درست ہوگی دھرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

بیٹا۔ اباجی یہ آپ اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں یا یہی شرعی مسئلہ ہے!

باپ۔ نہیں بیٹا یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں، یہ شریعت کا فیصلہ ہے

تم جامعہ سلفیہ والوں سے فتویٰ لو ان کا جواب بھی یہی ہوگا۔

بیٹا۔ اگر کسی کے پاس کپڑا نہ ہو تو وہ ننگا نماز پڑھے یا کیا کرے؟

باپ۔ بیٹا، ایسے میں ننگا ہی ہوکر نماز پڑھ لینا چاہیئے۔ نماز کا چھوڑنا درست نہیں۔

بیٹا۔ ابا جی یہ بھی شریعت ہی کا حکم ہے؟

باپ۔ جی بیٹا، یہ بھی شریعت کا حکم ہے، جامعہ سلفیہ والے اسی کا فتویٰ دیں گے۔

بیٹا۔ ابا جی اگر آدمی کا وضو باقی نہیں رہتا ہے، مسلسل ہوا خارج ہو رہی ہے یا پیشاب کا قطرہ آرہا ہے تو وہ نماز کیسے پڑھے گا؟

باپ۔ اسی حالت میں وہ نماز پڑھے گا، بار بار وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف ایک دفعہ وضو کافی ہوگا۔

بیٹا۔ ابا جی یہی شریعت کا فیصلہ ہے؟

باپ۔ جی بیٹا، جامعہ سلفیہ والے بھی یہی فتویٰ دیں گے۔

بیٹا۔ ابا جی تو یہ بتلائیے کہ اگر کوئی بدتمیز یہ کہے کہ غیر مقلدین کے یہاں یعنی ہم اہلحدیثوں کے یہاں ننگے ہوکر نماز پڑھنا جائز ہے، بلا وضو نماز پڑھنا جائز ہے، اہلحدیثوں کے یہاں بدن ہلا ہلا کر اور ادھر ادھر دیکھ کر نماز پڑھنا جائز ہے اور اسکو ہمارے خلاف پروپیگنڈہ کا ذریعہ بنائے تو اس کی یہ حرکت شریفانہ ہوگی یا غیر شریفانہ؟

باپ۔ بیٹا یہ نہایت کمینی حرکت ہوگی، اور ہمارے خلاف جو اس قسم کا پروپیگنڈہ کرے گا وہ کوئی جاہل ہی ہوگا، ہمارے یہاں کوئی نماز کا یہ اصل طریقہ تو ہے نہیں کہ بلا وضو نماز پڑھی جائے یا بدن ہلا ہلا کر نماز پڑھی جائے، لیکن اگر کوئی اپنی جہالت سے نماز میں بدن ہلاتا ہے، یا کسی عذر کی وجہ سے بلا وضو نماز پڑھتا ہے یا کپڑا نہ ملنے کی شکل میں ننگے ہوکر نماز پڑھتا ہے، تو اس کی نماز کے باطل ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی یہ کہنے لگے کہ غیر مقلدین کے مذہب میں ننگے ہوکر اور بلا وضو نماز جائز ہے، اور ہمارے یہاں نماز کا یہی طریقہ ہے۔

بیٹا ۔ ابا جی ، یہ ہمارے علماء جن میں پی ایچ ڈی رضاء اللہ بھی ہیں احناف کی کتابوں سے اسی قسم کی باتیں نقل کر کے کہتے ہیں کہ دیکھو حنفی مذہب میں نماز کا یہ طریقہ ہے ، ان کی یہ حرکت جائز ہے ، یا اس کا نام کچھ اور ہوگا ؟

باپ ۔ بیٹا ۔ احناف کی تمام فقہ کی کتابوں میں باب صفۃ الصلوٰۃ ہے ، اس باب میں احناف کے یہاں جو اصل نماز کا طریقہ ہے ، وہ بیان کیا گیا ہے ، اسلئے احناف کی نماز کیسی ہوتی ہے اس کا بیان اگر کسی کو دیکھنا ہو تو اس باب کو پڑھ لے ۔

بیٹا ۔ تو ابا جی ہمارے تمام علماء احناف کی نماز کا طریقہ اسی باب سے بیان کرنے کے بجائے ادھر ادھر سے کیوں بیان کرتے ہیں ، کیا ان کو فقہ کی کتابوں میں باب صفۃ الصلوٰۃ نظر نہیں آتا ۔

باپ ۔ بیٹا ، یہ ہم غیر مقلدین علماء کی سوچی سمجھی ایک خاص قسم کی ڈپلومیسی ہے ، مقصد اس کا یہ ہے کہ لوگوں کو حنفی مذہب سے بدظن کر کے سلفیت کی دعوت کو عام کیا جائے کبھی کبھی کوئی بڑا مقصد حاصل کرنے کے لئے اس طرح کی ڈپلومیسی اختیار کرنی پڑتی ہے ۔ یہ بھی دین کا کام ہے ۔

بیٹا ۔ ابا جی ، بلا اس ڈپلومیسی کے سلفیت کا پرچار نہیں ہو سکتا ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

پی ایچ ڈی صاحب کی لیاقت کی داد دیجئے

بیٹا ۔ ابا جی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ ابا جی صوفی زبیر بلند کی پونچھ پکڑے پی ایچ ڈی سلفی جیسے سالف کی تلاش میں ہیں ، اور پی ایچ ڈی صاحب نظر سے غائب ہیں ۔

باپ ۔ بیٹا صوفی زبیر پی ایچ ڈی سلفی جیسے سالف کے بڑے معتقد ہیں ، کسی خاص بات

کی انھیں تلاش ہوگی ، اس وجہ سے پی ایچ ڈی صاحب کی تلاش میں ہیں۔

بیٹا ۔ اباجی صوفی زہیر یہ پہلے پی ایچ ڈی سلفی جیع سالف کے معتقد تھے مگر جب سے سلفی جیع سالف نے محدث پرچہ میں سلفیت کا تعارف کرانا شروع کیا ہے ، صوفی زہیر یہ کا اعتقاد ختم ہوگیا ہے ، اب تو وہ کہتے ہیں کہ یہ پی ایچ ڈی ڈگڈگا بجائے اور بندر نچائے ۔

باپ ۔ بیٹا سلفیت کے تعارف میں پی ایچ ڈی صاحب نے کیا لکھ دیا ہے کہ صوفی زہیر یہ حفظہ اللہ سلفی جیع سالف سے ایسے بدک گئے ۔

بیٹا ۔ اباجی ، یہ مضمون بڑا دلچسپ ہے ، مگر صوفی زہیر یہ کو اس پر دو وجہ سے اعتراض ہے ، وہ کہتے ہیں کہ کیا ہماری سلفیت شیطان کی آنت ہے کہ ۲۱ طویل قسطوں کے باوجود بھی اس کا تعارف مکمل نہیں ہو پایا ہے ، سلفیت کے تعارف کے پردہ میں سلفی جیع سالف اکابر احناف اور فقہ حنفی کے خلاف اپنے دل کا بخار نکال رہے ہیں۔

دوسرا اعتراض ان کا یہ ہے کہ یہ مضمون پی ایچ ڈی صاحب کی جہالت کو آشکارا کر رہا ہے وہ کہتے ہیں ہماری جماعت اہلحدیث کی زبردست رسوائی ہو رہی ہے کہ ہمارے پی ایچ ڈی اور مرکزی جامعہ کے استاذ ایسے ہی جاہل ہوتے ہیں جیسے سلفیت کے تعارف والے حفظہ اللہ ہیں۔

باپ ۔ بیٹا صوفی زہیر یہ ہمارے پی ایچ ڈی سلفی جیع سالف سے یونہی بدگمان ہیں ، یا پی ایچ ڈی صاحب کی جہالت کے ان کے پاس کچھ نمونے بھی ہیں ؟

بیٹا ۔ اباجی صوفی صاحب حفظہ اللہ کے پاس پی ایچ ڈی صاحب کی جہالت کے پچاسوں نمونے ہیں مثلاً وہ شہتیر کو مونث استعمال کرتے ہیں ، فرماتے ہیں ۔

جنھیں اپنی آنکھوں کی شہتیر تو نظر نہیں آتی (محدث اگست ص۵۰)

خیر یہ تو کوئی خاص بات نہیں ہے ، ان کی جہالت کا شاہکار تو ان کا محدث کے

اسی شمارہ میں یہ کلام ہے، فرماتے ہیں۔

"شخصیت پرستی کے اس مقام سے مولانا عامر عثمانی (رحمہ اللہ غفرلہ) جیسا جہاں دیدہ شخص بھی لکھتا ہے۔

فقہ کے بہتیرے مسائل ایسے ہوتے ہیں جو صرف بادی النظر ہی میں نہیں بلکہ تھوڑے غور وفکر اور نقد ونظر کے بعد بھی قرآن وسنت کے خلاف محسوس ہوتے ہیں، لیکن جب زیادہ امعان نظر اور تفحص اور تحقیق وتدقیق سے کام لیا جائے تو عین حق ثابت ہوتے ہیں"

مولانا عامر عثمانی کے اس کلام پر تبصرہ کر کے چیلنج کے انداز میں پی ایچ ڈی حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر عامر صاحب اس دعویٰ میں سچے ہیں، تو ان باتوں کو امعان نظر اور تحقیق وتدقیق کے بعد کتاب وسنت سے ثابت کردیں، یا غازیپوری صاحب کی شورائی مجلس ثابت کرے۔ مثلاً

(۱) الدر المختار کی تالیف رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے کی گئی ہے۔

(۲) تنویر الابصار کے مصنف کے منہ میں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک ڈال دی تھی۔

(۳) ان دونوں کتابوں کی سندیں بواسطہ امام صاحب اللہ تبارک وتعالیٰ سے جا ملتی ہیں۔

(۴) امام ابوحنیفہ کے حج کی تفصیلات

(۵) آپ کا چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرنا۔

باپ ۔ بیٹا پی ایچ ڈی حفظہ اللہ صاحب کا چیلنج تو بڑا زور دار ہے، دنیائے حنفیت میں دھماکہ ہو گیا ہوگا۔

بیٹا ۔ اباجی صوفی زبیر حفظہ اللہ تو اسی چیلنج کو پی ایچ ڈی کی جہالت کا شاہکار قرار دیتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اس سلفی جیسے سالف کو واقعات وحکایات اور مسائل کے

درمیان تمیز ہی نہیں، مولانا عامر عثمانی نے فقہ کے مسائل کی بات کی تھی، اور پی ایچ
ڈی رضا اللہ مسائل کے بجائے حکایات، واقعات کو کتاب وسنت سے ثابت کرانا
چاہتے ہیں، کیا کتاب وسنت سے پی ایچ ڈی صاحب ثابت کر دیں گے کہ میاں صاحب
مجبوراً حواس باختہ ہو کر اور سب بے ہوشی میں تین تین دن تک متواتر وعظ کہتے تھے؟ یا مولانا
عبدالرحمٰن مبارکپوری کے مدرسہ احمدیہ آرہ میں پہونچنے کے بعد یہ مدرسہ ناگفتہ بہ حالات کا
شکار ہو گیا تھا؟ یا پی ایچ ڈی صاحب یہ ثابت کر دیں گے کہ امام بخاری کی آنکھ کی روشنی
ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ پھیرنے سے واپس آگئی تھی، پی ایچ ڈی حفظہ اللہ کے
بس کی بات ہو تو ان واقعات کو کتاب وسنت سے ثابت کر دیں۔(۱)

باپ۔ بیٹا صوفی زبیر کی گرفت تو بڑی زبردست ہے، واقعی پی ایچ ڈی حفظہ اللہ کا یہ
بالکل جاہلانہ چیلنج ہے۔

بیٹا۔ اباجی ایسے پی ایچ ڈی کو تو ڈگڈگی بجانے کا تماشا دکھانا چاہئے، یہ سلفیت
کا تعارف کیوں کراتے ہیں۔

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

محمد اجمل مفتاحی

---

(۱) مسائل کتاب وسنت سے ثابت ہوتے ہیں، واقعات وحکایات، تاریخ وسیر وتراجم کی
کتابوں میں ہوتے ہیں۔

مکتبۂ اثریہ غازی پور سے شائع ہونے والا دوماہی دینی و علمی مجلہ
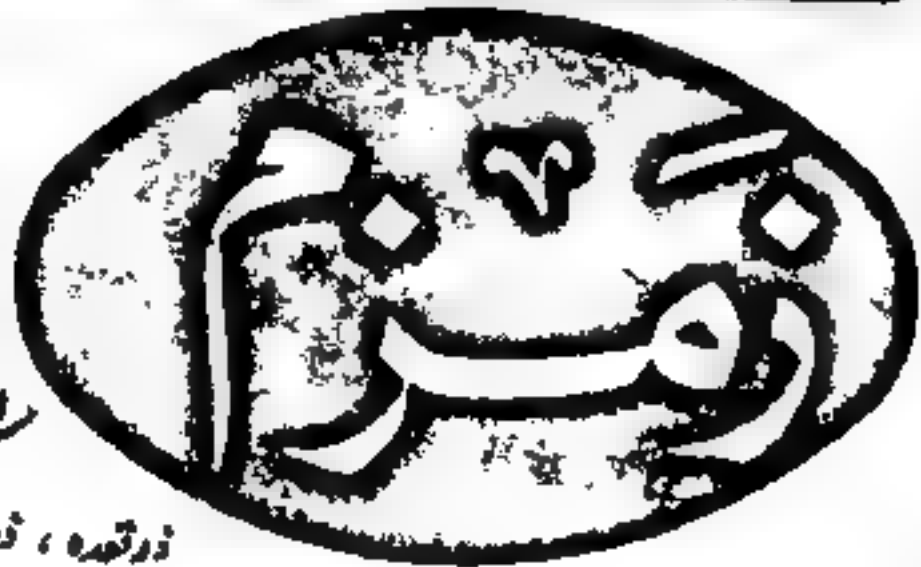
مُدیر مسئول و مُدیر التحریر

مُحمد ابوبکر غازی پوری

○

سالانہ چندہ ——— ۶۰/- روپے

پاکستان کے لئے
پاکستانی سو روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ
غیر ممالک دس ڈالر امریکی

ناشر

مَکتبۂ اثریہ

قاسمی منزل رشید واڑہ غازی پور — یوپی

پن کوڈ ۲۳۳۰۰۱ - فون نمبر ۲۲۲۵۳۳/۲۲۱۷۵ - ۰۵۴۸

محمد اجمل مفتاحی

فہرست مضامین

کتبہ
شمس الحسن محلہ کوٹ اعظمی

پاکستان حضرات زمزم کی خریداری کیلئے اس پتہ پر رابطہ قائم کریں۔

مولانا ابو محمد ایاز ملکانی جامعہ سراج العلوم عیدگاہ لودھراں پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارہ پر مجلہ زمزم اپنا تیسرا سال پورا کر رہا ہے۔ یہ محض توفیق الہٰی اور تائید الہٰی کی بات ہے کہ زمزم کا ہر شمارہ وقت پر اور پابندی سے نکلتا رہا۔ ہم بارگاہ رب العزت میں اس کی اس توفیق اور تائید پر سجدہ ریز ہیں، اور آئندہ کے لئے بھی اس کی توفیق و تائید کے طلبگار ہیں۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ مجلہ زمزم کی پذیرائی توقع سے زیادہ ہو رہی ہے، اور اس کے مضامین سے عوام اور اہل علم فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مخالفین فقہ حنفی اور علمائے مسلک دیوبند نے فقہ حنفی اور مسلک دیوبند کے خلاف جو غلط پروپیگنڈہ اور مخالفت کا طوفان کھڑا کیا تھا اس کا زور کم ہوا اور شکوک و شبہات کے بادل چھٹے اور جن اذہان میں مسلک دیوبند یا فقہ حنفی کے خلاف شکوک و شبہات پیدا ہو رہے تھے مجلہ زمزم کے مضامین سے ان کا بڑی حد تک ازالہ ہوا، اس طرح زمزم کے نکالنے کا جو بڑا مقصد تھا پورا ہو رہا ہے، ہم مجلہ زمزم کی اس کامیابی پر خداوند قدوس کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے ہیں۔

ہم اپنے ان قارئین کا بھی بطور خاص شکر ادا کرنا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں جن کا تعاون ہمیں حاصل رہا اور جن کی توجہ اور عنایت سے زمزم کی اشاعت بڑھی، ہمیں امید ہے کہ آئندہ بھی ان کا بھرپور تعاون حاصل ہوگا۔

ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ مدینہ منورہ سے خادم الحرمین الشریفین کی توجہ وعنایت سے ترجمہ قرآن کی جو اشاعت ہو رہی تھی، ہند وپاک کی بعض جماعت کی ریشہ دوانیوں سے ناجائز اگر حکومت سعودیہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اب کسی زبان میں کوئی ترجمہ یا تفسیر شائع نہ ہوگی اگر یہ اطلاع صحیح ہے (خدا کرے ایسا نہ ہو) تو کتنے افسوس کی بات ہے کہ یہ جماعت اپنے ان اقدامات سے کتنے بڑے خیر کا دروازہ بند ہونے کا سبب بنی۔

یہ اطلاع غلط تھی کہ سعودیہ میں کسی زمانہ میں بھی ترجمہ شیخ الہند کی تقسیم پہ پابندی تھی۔ طباعت ضرور موقوف تھی مگر ترجمہ شیخ الہند برابر تقسیم ہو رہا تھا اور چونکہ اب اس کی طباعت موقوف تھی اس وجہ سے بہت خاص خاص اور اہم لوگوں کو اور مخصوص مہمانوں ہی کو دیا جا رہا تھا اور اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

اس شمارہ میں مولانا نورالدین نوراللہ الاعظمی کا کئی قسطوں والا مضمون بعض احباب کی رائے سے ایک ہی دفعہ شائع کیا جا رہا ہے، اس وجہ سے بہت سے کتابت شدہ مضامین روک لئے گئے ہیں، البتہ مستقل عنوانات والے مضامین شائع کئے جا رہے ہیں۔

ہم اپنے ان قارئین سے جو خطوط کے ذریعہ سوالات بھیجتے ہیں درج ذیل گذارش کرنا چاہتے ہیں۔

زمزم میں جس موضوع سے متعلق مستقل مضامین شائع ہو چکے ہیں یا جن سوالات کا جواب دیا جا چکا ہے، براہ کرم اس کے بارے میں سوال نہ کریں۔

بعض خطوط بہت طویل ہوتے ہیں ان کا اختصار ایک مستقل کام بن جاتا ہے اسلئے خطوط مختصر لکھیں۔

اس کا اصرار ہرگز نہ کیا جائے کہ خطوط کے جوابات مدیر زمزم کے قلم ہی سے ضروری ہوں۔ سوالات کے جوابات جلد دیئے جانے کا مطالبہ نہ کیا جائے، ایک ساتھ کئی سوال سے

پرہیز کیا جائے۔
امید ہے کہ حلقۂ زمزم کے احباب ان باتوں کا خیال رکھیں گے۔

مکتبہ اثریہ

سے عربی مجلہ صوت الاسلام نام سے شائع ہوتا ہے۔ ادھر دو سال سے اس کا نظم درست نہیں رہا ہے کبھی کوئی شمارہ شائع ہوا، اور کبھی ناغہ ہو گیا۔ اب خیال ہو رہا ہے کہ اس میں باقاعدگی لائی جائے، اور پہلے ہی کی طرح اس کا ہر شمارہ وقت پر شائع ہو، ہم اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔

مجلہ صوت الاسلام کی سالانہ خریداری بھی ساٹھ روپیہ ہے اور یہ سال میں صرف چار بار شائع ہوتا ہے۔ اہل ذوق، اہل علم سے ہم اس کی سرپرستی کے خواہاں ہیں۔

یہ فقہی سیمینار

" اور اس پر طرہ یہ کہ سوال نامہ اس طرح مرتب کیا جاتا ہے کہ اس میں مفروضہ معائب و مشکلات کو اہتمام سے ذکر کر کے جواب دینے والوں کے لئے ایک راہ متعین کر دی جاتی ہے، اس کے بعد اگر دلائل اس کے خلاف بھی ہوں تب بھی جواب دینے والا ادھر متوجہ نہیں ہوتا یا اس کی اُلٹی سیدھی تاویلیں کرتا ہے۔ (الآثر شمارہ ۲ جلد ۱)

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابو بکر غازیپوری

نبوی ہدایات

(۱) بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا فرماتا ہے کہ اے آدم کی اولاد تو خرچ کر، میں تیرے اوپر خرچ کروں گا۔

اللہ کے راستہ میں محض اللہ کے لئے خرچ کرنا انتہائی خیرات و برکات کا عمل ہے اور ایسے لوگوں کے مال میں خدا کی طرف سے برکت دی جاتی ہے، جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا۔

بعض لوگ خدا کے راستہ میں خرچ کرنے سے اس لئے گریزاں ہوتے ہیں کہ ان کا مال کم ہو جائے گا، کتاب و سنت کی تصریحات ہمیں بتلاتی ہیں کہ اس طرح کا گمان محض غلط ہے اور شیطان کا وسوسہ ہے، قرآن میں اللہ کا صاف ارشاد ہے کہ اللہ صدقات کو بڑھاتا ہے یعنی صدقہ کرنے والوں کے مال میں اللہ کی طرف سے برکت دی جاتی ہے۔

ہمیں اللہ کے اس وعدہ پر کامل اذعان و یقین ہونا چاہئے، اور پورے انشراح کے ساتھ حسب توفیق راہ خدا میں خرچ کرنے سے اپنا ہاتھ روکنا نہیں چاہئے۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ راہ خدا میں خرچ کرنے سے بخل کرتے ہیں ان کے مال میں بے برکتی پیدا ہوتی ہے، اور وہ مختلف قسم کے آلام و مصائب کا شکار ہوتے ہیں، اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ مصیبتیں ٹلتی ہیں اور اگر انسان سے گناہ ہو جائے تو خرچ کرنا ان گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔

(۲) بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بیواؤں اور مسکینوں کا مددگار ہوتا ہے تو اس کا درجہ ثواب اور فضیلت میں اس کے برابر ہوتا ہے جو اللہ کے راستہ میں جہاد کرے یا جو راتوں میں تہجد پڑھے یا جو دن میں روزہ رکھے۔

بیواؤں اور مسکینوں کی سرپرستی نہایت فضیلت کی بات اور اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے، اگر بلا غرض اور خالص نیت کے ساتھ محض اللہ کی رضا کی خاطر بیواؤں اور مسکینوں کی مدد کی جائے اور ان کی ضرورتوں کے پورا کرنے کا انتظام کیا جائے تو یہ بڑے ثواب کا کام ہے، جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، حدیث میں الساعی کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ بیواؤں اور مسکینوں کی کسی طرح کی بھی اعانت جس سے ان کی ڈھارس بندھے، ثواب وطاعت ہے، اس کا انعام اللہ کے یہاں عظیم ہے۔

(۳) حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار تھا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کو تشریف لائے تھے۔ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے پاس مال ہے، کیا میں یہ وصیت کردوں کہ میرا سارا مال اللہ کے راستہ میں لگا دیا جائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایسا کرنے سے منع کر دیا، میں نے کہا، آدھے مال کی وصیت کردوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا، تو میں نے عرض کیا کہ ایک تہائی مال کی وصیت کرنے کی اجازت ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی اور فرمایا کہ ایک تہائی بہت ہے، پھر آپ نے فرمایا کہ تم اپنے ورثہ کو مالدار چھوڑ کر مرو یہ اس سے بہتر ہے کہ ان کے پاس کچھ نہ ہو اور وہ تمہارے بعد لوگوں سے سوال کرنے پر مجبور ہوں۔

اگر بیمار کی حالت ایسی ہوگئی ہے کہ یہ گمان ہو کہ وہ اسی مرض میں وفات پا جائے گا تو اس کے لئے ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے، بقیہ دو ثلث میں ورثہ کا حق متعلق ہو جاتا ہے، اس لئے شریعت کا حکم ہے کہ ایسے مریض کو راہ خیر میں اپنے مال سے صرف ایک تہائی خرچ کرنے کی اجازت ہے۔

شریعت کے احکام میں دوسروں کے حقوق کی رعایت اور ہر بات میں اعتدال ملحوظ ہوتا ہے، حدیث کے آخری حصہ میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو بیان فرمایا ہے، اللہ کے راستے میں خرچ کرنا بڑے ثواب اور فضیلت کا کام ہے، مگر اس میں بھی اس کی رعایت ضروری ہے کہ دوسروں کا حق پامال نہ ہو اور اپنے گھر والے ایسے نہ رہ جائیں کہ وہ دوسروں کے دست نگر ہوں، اور بھیک مانگنے اور سوال کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہی کی ایک قسم ہے، اسی حدیث کے آخری حصہ میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیوی کو جو لقمہ شوہر کھلاتا ہے وہ بھی صدقہ ہے اور ایک دوسری حدیث میں جو حضرت ابو مسعود انصاری کی ہے اس میں یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان جو اپنے بال بچوں پر خرچ کرتا ہے، اور اس نیت سے خرچ کرتا ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور اس پر بھی اس کو اللہ کی طرف سے اجر ملے گا۔ تو بال بچوں پر خرچ کرنا بھی از قسم صدقہ ہی ہے۔

(۴) حضرت ہند بنت عتبہ جو حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، انھوں نے آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ابو سفیان بہت کم خرچ ہیں، مجھے اتنا بھی خرچ نہیں دیتے جو میرے لئے اور بچوں کو کافی ہو تو میں بلا ان کے علم و اطلاع ان کے مال سے لے کر اپنے اوپر اور بچوں پر خرچ کرتی ہوں کیا ایسا کرنا میرے لئے جائز ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہیں اس کی اجازت ہے کہ ان کے مال سے اتنا لے لو جتنا تمہیں اور بچوں کو کفایت کرے۔

شریف بیویوں کی ایک صفت قرآن نے یہ بھی بیان کی ہے کہ وہ اپنے شوہروں کے مال کی ان کی غیبوبت میں حفاظت کرتی ہیں یعنی بلا ان کی اجازت کے اللے تللے اڑاتی نہیں ہیں شوہروں کا مال عورتوں کے ہاتھ میں امانت ہوتا ہے، بلا ان کی اجازت کے اس کا خرچ کرنا احتیاط اور تقویٰ کے منافی ہے ہاں البتہ اتنی گنجائش ہے کہ اگر شوہر کی طرف سے خرچ کی ادائیگی حدود شریعت کے مطابق بال بچوں پر نہیں کی جارہی ہے تو بیویوں کو یہ حق ہے کہ بلا شوہروں کی اجازت کے بھی ضرورت کے مطابق ان کے مال سے خرچ کرسکتی ہیں۔ مگر اس خرچ کرنے کی

اجازت بھی اتنے ہی پر ہے جس کو شریعت میں "معروف" کہا گیا ہے یعنی واقعی ضرورت کے مطابق شوہروں کی مرضی وعلم کے بغیر ان کے مال سے خرچ کرنے کی اجازت ہے، ضرورت سے زیادہ نہیں۔ اس کے لئے ان کی صریح اجازت کی ضرورت ہوگی۔

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

محدث کبیر حضرت علامہ حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی فرماتے ہیں:

"مولانا اگر یہ صحیح ہے کہ فوری طور پر کوئی اجتماعی قدم نہ اٹھایا گیا تو بہت سے (بہت زیادہ رہنے والا) طبقہ مذہب سے مایوس ہو جائیگا، تو اسی کے ساتھ ساتھ اس کا خطرہ بھی کچھ کم نہیں ہے کہ اجتماعی قدم اٹھانے کے جو نمونے سامنے آرہے ہیں وہ یقین دلا رہے ہیں کہ شریعت حقہ کا کوئی جز بھی اپنی اصلی حالت پر باقی نہ رہے گا، حتیٰ کہ محرمات قطعیہ کو بھی الضرورات تبیح المحظورات کے اصول پر مباح بنانے کی گنجائش نکال جائیگی۔"

(بحوالہ الماٰثر شمارہ ۳ جلد ۱ صفحہ ۱۶۱)

۔ فقہی سیمینار

حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی مدیر مجلہ الماٰثر مئو فرماتے ہیں:

"مجھے عرض کرنا ہے کہ ایک ایسا مسئلہ جس میں عموماً تمام صحابہ کرام کا اتفاق ہے، اکثر ائمہ متفق ہیں اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا رہا ہے، سوال نامہ جب مرتب کیا گیا تو مستفتی کا یہ ذہن پوری قوت سے بنایا گیا کہ وہ خواہی نخواہی عدم وقوع کا فیصلہ کرے، نشہ کی حالت میں طلاق کا ایسا بھیانک منظر بنایا گیا۔ جیسے اگر اس حالت کی طلاق کو نافذ مان لیا جائے تو کم عورتیں اور ان کے معصوم بچے سخت مصیبتوں کا شکار ہوں گے، پس مسلم معاشرے کو مصائب سے بچانے کیلئے مان لینا چاہئے کہ نشہ کی حالت میں دی ہوئی طلاق نہیں پڑتی۔"

(الماٰثر جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۱)

محمد اجمل مفتاحی

شمس الدین نور اللہ الاعظمی

مولانا عتیق احمد صاحب قاسمی

استاذ فقہ وحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

و رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

مذکورہ بالا نام والے مولانا صاحب کا ایک کتابچہ دیکھنے کا اتفاق ہوا ، نام کے ساتھ مولانا صاحب کی شخصیت کو اُجاگر کرنے بلکہ بے پناہ بنانے والے ضمیمہ کو دیکھ کر خصوصًا رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا ضمیمہ دیکھ کر میں مولانا صاحب کی شخصیت سے کافی متاثر ہوا ، اور خیال ہوا کہ مولانا صاحب اس کتابچہ میں اپنے بے پناہ علم و شخصیت کے ساتھ تشریف فرما ہوں گے ، اور اپنے قارئین کو فقہ کے سلسلہ کا کوئی انمول تحفہ عنایت فرمائیں گے ، جس تک فقہی سیمیناروں والوں کی نارسائی ہوتی ہے ۔ کوئی جدید فقہی مسئلہ ہوگا جس پر مولانا صاحب رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے مخصوص فقیہانہ انداز میں روشنی ڈالی ہوگی ۔

شوق و عقیدت کے ساتھ میں نے کتابچہ کو لیا ، اور چونکہ مولانا صاحب کے نام کے ساتھ لمبا چوڑا ضمیمہ بھی لگا ہوا تھا ، یعنی استاذ فقہ وحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ و رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ، اس لئے میں مولانا صاحب کی شخصیت سے مرعوب ہو چکا تھا ، تھرتھراتے ہاتھوں سے میں نے اس کا پہلا صفحہ کھولا ، کہ دیکھوں رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے عصر حاضر کی کس اہم مسئلہ کی گتھی سلجھائی ہے ، ابتدائی سطروں پر جو نظر پڑی تو وہ یہ تھیں ۔

" اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ طبیعت پر جبر کرکے اور ایک ناخوشگوار فریضہ انجام دینے

کیلئے یہ سطریں لکھنے بیٹھا ہوں "

میں چونکا کہ یہ کیا، میں نے تو سمجھا تھا کہ رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ صاحب عصر حاضر کے کسی نئے مسئلہ پر روشنی ڈالیں گے، مگر یہاں تو کوئی ناخوشگوار فریضہ انجام دینے جا رہے ہیں، خیر یہ جاننے کیلئے کہ وہ ناخوشگوار فریضہ کیا ہے جس کو انجام دینے پر رکن صاحب کو مجبور ہونا پڑا تو آئندہ کی سطروں سے معلوم ہوا کہ کچھ جاہل اور عقل و خرد سے بیگانہ لوگ جن کی نگاہیں نہ وسعت ہے اور نہ جن کا علمی افق وسیع ہے، جو عصر حاضر کے حالات اور تقاضوں سے بیگانہ ہیں، جن کو نہ اپنے جذبات پر کنٹرول ہے اور نہ زبان پر، جو جمود و تعصب کی انتہا پر ہیں، جنکی عقل کا حال یہ ہے کہ وہ فقہی سیمیناروں میں ہونے والی فقیہانہ گفتگو کی تہ تک نہیں پہنچ پاتی ہے اور نہ اس کے مغز کا اس کو پتہ چلتا ہے، کچھ اس قماش کے لوگوں نے

"مجمع الفقہ الاسلامی الہند (اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا) کے بانی حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی دامت برکاتہم صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے خلاف پروپیگنڈہ کی مہم چھیڑ رکھی ہے جو سکنے کا نام نہیں لیتی"

تو مجبور ہو کر اور لوگوں کے بار بار اصرار پر رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ صاحب کو حقائق کے اظہار اور صورت حال کی وضاحت کے لئے یہ مضمون لکھنے کا فیصلہ کرنا پڑا۔

یعنی رکن آل انڈیا الخ صاحب نے اس کتابچہ والے مضمون کو حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم پر کچھ لوگوں کی طرف سے جو ناروا حملے ہو رہے ہیں اور ان کے خلاف جو جارحانہ مہم چھیڑ رکھی ہے اس کے دفاع میں اور حضرت قاضی صاحب کی پوزیشن صاف کرنے کے لئے لکھا ہے، اب یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب اس کتابچہ کا موضوع یہ ہے تو اس کتابچہ کا نام "فقہی سیمینار حقائق اور وضاحتیں" رکن آل انڈیا الخ صاحب نے کیوں رکھا، اس کا نام تو

"حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام حقائق اور وضاحتیں"

ہونا چاہئے تھا، کیا فقہی سیمینار کا نام قاضی مجاہد الاسلام ہے یا قاضی مجاہد الاسلام کا نام فقہی سیمینار ہے، یا رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ الخ صاحب لوگوں کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں

کہ فقہی سمینار میں وہی کچھ ہوتا ہے جو مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب دامت برکاتہم چاہتے ہیں؟ ذرا رکن صاحب خود فرمائیں کہ کہیں وہ حضرت قاضی صاحب کے ساتھ نادان کی دوستی کا کردار تو نہیں نبھا رہے ہیں؟

پھر رکن آل انڈیا صاحب تو فقاہت واجتہاد کے بڑے اونچے مقام پر فائز ہیں ذرا وہ بتلائیں کہ قاضی صاحب کے خلاف بقول ان کے جو جارحانہ مہم چھیڑی ہے اور ان کی کردار کشی کی جارہی ہے، وہ حق ہے کہ ناحق، ظاہر بات ہے کہ رکن صاحب اور ہر سمجھدار آدمی یہی کہے گا کہ کسی بھی مسلمان کی کردار کشی ناجائز حرام اور ظلم ہے تو اب رکن آل انڈیا الخ صاحب بتلائیں کہ قاضی صاحب دامت برکاتہم کی پوزیشن کو صاف کرنا اگر وہ بحیثیت عارف حقیقت اپنی دینی ذمہ داری سمجھتے ہیں تو وہ ناخوشگوار فریضہ کیسے ہوا، اس سے بڑھ کر کسی عارف حقیقت کیلئے خوشگوار فریضہ کیا ہوسکتا ہے کہ اس کے قلم سے کسی بھی مسلمان چہ جائیکہ قاضی صاحب جیسی قدآور شخصیت کی پوزیشن صاف ہو جائے اور ان پر غلط لگائے جانے والے الزاموں کی تردید ہو۔

جن لوگوں کی فقاہت، علمی بصیرت، عقل وخرد کا عالم یہ ہے ان کو یہ بھی پتہ نہیں کہ کسی عالم دین کی حیثیت عرفی کو بحال کرنے کیلئے اور اس پر سے غلط الزام کو دفع کرنے کیلئے حقائق کی وضاحت خوشگوار فریضہ ہے کہ ناخوشگوار فریضہ وہ بیچارے فقہی سمیناروں میں عصر حاضر کے نازک ترین مسائل پر داد دینے اور وہاں کے فقہاء ومحدثین کے بارے میں ریمارک کرنے اور انکی تحقیقات کے خلاف اپنی تحقیق پیش کرنے کیلئے صدارت کی کرسی سنبھالے ہیں افسوس ہمارے علمی زوال کا عالم یہ ہے کہ اب ایسے لوگ بھی رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ بنتے ہیں۔

لیکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ صاحب جو آج استاذ فقہ وحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء ہیں، ندوہ میں آنے سے پہلے ان کی کیا حقیقت تھی، اس سے وہ خوب واقف ہونگے ندوہ میں آنے کے بعد شہرت وعروج اور ترقی کی منزلیں طے کرتے کرتے آج وہ اس مقام پر ہیں کہ وہ رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ہیں، مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کا کمال یہ تھا کہ

وہ چھوٹوں کو اپنی شفقت و محبت سے نوازکر اوران کے علمی کاموں کے بارے میں حوصلہ افزا کلمات کہہ کر ہمیشہ آگے بڑھاتے رہتے تھے، یہ ندوہ اور حضرت مولانا علی میاں ہی کا طفیل ہے کہ مولانا عتیق احمد بستوی صاحب ہندو بیرون ہند کی کانفرنسوں کی زینت بنتے ہیں، اور وہ اہل علم طبقہ میں معروف ومشہور ہوئے، مگر ان کی ندوہ اور حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ احسان فراموشی کا یہ عالم ہے کہ ندوہ کے خلاف اور حضرت مولانا کے خلاف نہایت جارحانہ مضامین لکھے گئے، مگر مولانا عتیق احمد صاحب نے کبھی اس کا نوٹس نہیں لیا اور اپنے ان محسنین کے دفاع میں ایک لفظ نہیں لکھا، لیکن چند لوگوں نے اگر فقہی سمیناروں کے انعقاد پر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا، اور اس وجہ سے اظہار کیا کہ ان کے خیال میں ان سمیناروں سے فقہ اسلامی کی خدمت کا تصور تو دور دور نہیں ہے بلکہ نئی نسل کے نوجوانوں میں اس سے اباحیت کو حوصلہ مل رہا ہے، قدمائے محققین کے بارے میں بدگمانیاں پیدا ہو رہی ہیں اور فقہ حنفی کے خلاف فضا تیار کی جا رہی ہے اور ایک پانچویں فقہ کا نیا ایڈیشن تیار کیا جا رہا ہے۔ تو محض اتنی سی بات پر مولانا عتیق احمد صاحب کے جذبات میں ابال آگیا اور ان کی رگ حمیت پھڑک اٹھی اور انھوں نے نہایت تند وتیز اور طنز کی زبان میں بلکہ نہایت جارحانہ اسلوب میں ایک پورا کتابچہ مرتب فرما ڈالا، مولانا محمد ابوبکر غازی پوری کے قلم وزبان کی تیزی کا شکوہ بھی آپ کو ہے اور خود عالم یہ ہے کہ اپنے باپ دادا کی عمر والوں کے خلاف آپ نے بدزبانی وبدگمانی کا ریکارڈ قائم کردیا، حتی کہ ہندوستان کی متفق علیہ و مایہ ناز شخصیت جس کی علمی عظمتوں کے سامنے عرب وعجم کے سر جھکے ہوئے ہیں اور جن کی جلالت علمی کا حضرت علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی پورا اعتراف تھا اور جن کی فقہی بصیرت پر اپنی جماعت کے تمام اکابر کو بھر پور اعتماد تھا۔ یعنی حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی پر بھی نہایت نازیبا طنز کیا۔ مولانا قاضی مجاہدالاسلام صاحب دامت برکاتہم اپنے علم وفضل کے اعتبار سے کتنی بھی بلند قامت شخصیت ہوں مگر مولانا اعظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بالمقابل ان کی کیا حیثیت ہے، کیا مولانا عتیق احمد صاحب بستوی کو بھی یہ بتلانے کی ضرورت ہے؟ تو پھر کتنی نازیبا مولانا عتیق احمد صاحب

بستوی کی یہ جسارت ہے کہ مولانا قاضی مجاہد الاسلام کی شخصیت کو زینہ بنا کر حضرت اعظمی جیسی کوہ ہمالہ شخصیت پر وہ طنز و تعریض کا تیر چلائیں اور ان کی طرف وہ بات منسوب کریں جس کا ذکر ان کی کسی تحریر میں نہیں ہے۔

بہرحال گذارش یہ کر رہا تھا کہ آخر مولانا عتیق احمد صاحب بستوی میں مولانا قاضی مجاہد الاسلام کے خلاف بعض حضرات کی تحریرات پر اتنا جوش کیوں پیدا ہوا اور ندوہ اور حضرت علی میاں رحمۃ اللہ علیہ جیسی جلیل القدر اور محبوب عند اللہ اور مقبول بین الخواص والعوام کے خلاف بکی جانے والی اور لکھی جانے والی بکواسوں پر مولانا عتیق احمد بستوی رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جذبات میں تلاطم کیوں نہیں پیدا ہوا۔ فقہی سمینار کے بانی قاضی مجاہد الاسلام صاحب سے ایسی عقیدت و محبت اور اپنے محسنین سے ایسی بے تعلقی اور کنارہ کشی اس کا جواز آخر کیا ہے؟ ندوہ جیسے عظیم اور بین الاقوامی ادارہ اور اس کے سرپرست حضرت علی میاں صاحب کے بارے میں ایک صاحب کی بکواس ملاحظہ ہو نام ہے ان کا سلطان احمد اصلاحی، اصلاحی صاحب فرماتے ہیں:

> ۔ ندوہ کا اس سے بڑا سانحہ اس کے نظام تعلیم سے حفاظت اسلام اور اشاعت اسلام کے اس رنگ و انداز کا خاتمہ ہے جس کا اس کے دور اول میں ہمیں غیر معمولی شد و مد کے ساتھ چرچا ملتا ہے۔
>
> ۔ اس کی چہار دیواری سے شائع ہونے والی کتابیں ہوں یا اس کے نمائندہ عربی و اردو اخبارات و رسائل ہندوستان کے موجودہ حالات کے پس منظر میں حفاظت اور اشاعت اسلام کے پہلو سے ان کی اہمیت و افادیت کا کسی غیر جانبدار شخص کو قائل کرنا بہت مشکل ہے۔
>
> ۔ تحقیقات و نشریات ایک ادارہ تھا جو ۔ دن میں شو، تو پہلے ہی تھا . .
>
> . . . رہی سہی کسر اس کے سربراہ اعلیٰ ہمارے مخدوم محترم صاحب دعوت و عزیمت نے پوری کر دی، جن کی پریشان نظری اور پراگندہ خیالی اس

دارالعلوم کو کسی ایک مرکز پر نہیں سمٹنے دے رہی ہے۔

(ہندوستان میں مدارس عربیہ کے مسائل)

حضرت علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں غیر مقلدین نے جنگ کا بگل بجادیا، پورے سعودی عرب اور خلیجی ممالک میں ان کے خلاف تحریک چلائی، ان کی کتابوں پر پابندی لگوائی سعودی عرب میں ان کا تعارف ۔صوفی ۔کہہ کر کرایا، ان کے خلاف من گھڑت قصے گھڑے۔[1] کویت میں ایک غیر مقلد صاحب نے ایک بڑی ضخیم کتاب لکھی، غرض ندوہ اور اس کے محترم

---

(۱) حق کران بھوتوں نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو مشرک اور زندیق تک بنایا، ایک گستاخ قلم غیر مقلد حضرت کے بارے میں لکھتا ہے۔

تظاهر بالعقيدة السلفية لكنه	یعنی ابوالحسن علی ندوی نے سلفی عقیدہ کا
مضطرب متناقض يجامع بين	دکھلاوا کیا ہے اس کے خیالات مضطرب ہیں
الضب والنون۔	وہ چھپکلی کے دو پاٹ پر سوار ہے۔ اس کے زندیق
ويكفي لزندقته ما هذى به	ہونے کے لئے وہ بات کافی ہے جو اس نے
في اجلال كتابه۔	خود مولانا روم کی عظمت کے بارے میں بکی ہے۔

(جهود علماء الحنفية)

اس کتاب میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں نہایت ناگفتہ باتیں ہیں اور نہایت رکیک حملہ کیا گیا ہے، دیکھو جلد اول ص۳ وص۳ وص۳

اشاعت السنہ دہلی میں مولانا علی میاں کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ انتہائی تکلیف دہ ہے، ایک مضمون کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

اگر کروفر، ہوائی اڑان، خطابات صدارت، انجمنوں کی رکنیت کی کثرت ہی صدی کا عظیم بننے کا سبب ہے تو پھر دورائے نہیں کہ علی میاں نے سب سے زیادہ ہوائی سفر کیا ہوگا، .... لیکن عظمت کیلئے کچھ اور اسلامی خصائص درکار ہیں تو تنقید علم اجازت دیں کہ لکھوں کہ جناب وہ صدی کے عظیم نہیں رہا۔ (مارچ، اپریل ۲۰۰۰ء)

ومعتمد قابلِ صد افتخار وقابلِ احترام سرپرست کے بارے میں ہندوستان اور ہندوستان کے باہر ان کے مخالفین اور دشمنوں نے جن کی نگاہ میں عرب دنیا میں حضرت مولانا علی میاں کی مقبولیت اور بین الاقوامی پیمانہ پر ان کی محبوبیت بری طرح کھٹکتی تھی وہ سب کچھ کیا جو ایک مخالف کرسکتا ہے، یہ صحیح ہے کہ اس سے علی میاں کی عظمت وجلالت میں ایک ذرہ برابر کی بھی کمی نہیں آئی، مگر رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ عتیق احمد بستوی صاحب نے علی میاں صاحب اور ندوہ کے ساتھ اپنی نمک خواری کا کیا ثبوت دیا؟ کیا ندوہ اور حضرت علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ان کو اتنی بھی عقیدت ومحبت نہیں تھی کہ ایک کتابچہ نہیں تو چند صفحات کا مضمون ہی ندوہ اور علی میاں کی حمایت میں لکھ دیں۔

مولانا رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کے ساتھ قاسمی کا بھی ضمیمہ لگا ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ صاحب نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی ہے، اور دارالعلوم دیوبند نے ان کو فضیلت کی سند سے حلقۂ اہلِ علم میں معتبر بنایا ہے۔

قاسمیت ایک خاص منہج فکر کا نام ہے، قاسمی وہی ہوگا جو اس خاص منہج فکر سے وابستہ ہو، دارالعلوم کے ہر فاضل کا قاسمی ہونا ضروری نہیں ہے۔ دارالعلوم میں ایک بڑی تعداد ہر زمانہ میں غیر مقلدین کی بھی رہتی ہے جو وہاں سے فارغ بھی ہوتے ہیں، آج سے بیس سال پہلے تو ان کی تعداد بہت ہوتی تھی۔ حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب کے زمانہ دارالعلوم میں یعنی چالیس بیالیس سال پہلے تو غیر مقلدین کی خاص بڑی تعداد تھی، مولانا کے ساتھ دورۂ حدیث میں کئی ایک غیر مقلد طلبہ تھے جو ان کے ساتھ ہی دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے۔

مگر چونکہ ان غیر مقلدین فضلاء کا منہج فکر اور مذہب دارالعلوم کے منہج ومذہب سے جدا تھا اس وجہ سے محض دارالعلوم سے فارغ ہونے اور وہاں تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے ان کو قاسمی نہیں کہا جاسکتا۔ غیر مقلدین فضلاء بھی اس کا لحاظ رکھتے ہیں اور وہ اپنے کو قاسمی نہیں لکھتے۔

دارالعلوم دیوبند میں شوافع بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں، مگر ہم نے کسی ایک شافعی فاضل

دارالعلوم کو نہیں پایا کہ وہ اپنے نام کے ساتھ قاسمی لکھتا ہو۔

اس لئے کہ قاسمی وہی ہوگا جس کا عمل فقہ حنفی پر ہو اور اس کے قلب میں ائمہ فقہ و حدیث خصوصاً ائمہ اربعہ کا احترام ہو۔ اور قاسمی وہ ہوگا جس کا تعلق کسی بھی منحرف جماعت کے لوگوں سے نہ ہو۔ خصوصاً وہ جماعتیں جن کی زبان اسلاف واکابر کے بارے میں دراز ہیں، جن کو صحابہ کرام معیار حق نظر نہیں آتے یا جن کو صحابہ کرام کے اقوال و اعمال حجت شرعیہ نظر نہیں آتے، اور قاسمی وہ بھی نہیں ہوگا جو منکر تقلید ہو، یا جو منکرین تقلید کی کسی بھی طرح سے بسط افزائی و حوصلہ افزائی کرتا ہو۔ اسی طرح جو اولیائے امت اور اہل تصوف کے بارے میں بد عقیدہ و بدگمان و بدزبان ہو وہ قاسمی نہیں ہوگا۔

قاسمی افراد میں دینی حمیت و غیرت بھرپور ہوتی ہے، اور وہ اپنے اکابر و اسلاف کے بارے میں بہت غیور ہوتے ہیں۔

غرض قاسمیوں میں مندرجہ بالا صفات کا پایا جانا ضروری ہے، اگر دارالعلوم کا کوئی فاضل ان صفات کا حامل نہیں ہے تو اس کا قاسمی ہونا بس رسمی ہی کہلائے گا۔

مولانا عتیق احمد صاحب بستوی قاسمی کس قسم کے قاسمی ہیں تو اس کو جاننے کیلئے ان حقائق کو سامنے رکھئے۔

آپ نے ملاحظہ کیا کہ مولانا مجاہد الاسلام بانی فقہی سیمینار و فقہ اکیڈمی کے بارے میں بعض جارحانہ تحریروں کو پڑھ کر مولانا عتیق احمد کے خون میں جوش پیدا ہوگیا، حالانکہ مولانا قاضی مجاہد صاحب کو نہ کسی نے کافر کہا اور نہ مشرک، نہ گمراہ اور نہ بدراہ۔

صرف ان کے فقہی سیمینار اور اس میں جس طرح کے مسائل اٹھائے جاتے ہیں اور جس قسم کے بعض آزاد فکر لوگ شریک ہوتے ہیں، اسی سے اختلاف ہے۔ قاضی صاحب کے علم و فضل اور ان کی ذہانت و ذکاوت کا کوئی منکر نہیں۔

مگر اس کے باوجود مولانا عتیق احمد صاحب کے جذبات میں تلاطم پیدا ہوگیا، اور ان کی حمایت میں اور اپنی جماعت کے لوگوں کے خلاف جن میں بعض ان کے اساتذہ کے صف کے

آری ہیں، نہایت دل آزار کتابچہ تیار ہوگیا۔

لیکن علمائے دیوبند و اکابر دیوبند اور پوری جماعتِ دیوبند کے خلاف ایک مہم چھیڑی گئی، غیر مقلدوں نے عرب دنیا میں علمائے دیوبند و جماعت دیوبند کے بارے میں نہایت غلط قسم کا پروپیگنڈہ کیا گیا، ان کو کافر مشرک قبوری کہا گیا، ہندوستان میں فقہ حنفی کے خلاف طوفان برپا کیا گیا، الدیوبندیہ، جہود علماء الحنفیہ، القول البلیغ فی التحذیر من جماعۃ التبلیغ اور السراج المنیر جیسی کتابیں لکھی گئیں، حتی کہ ترجمہ شیخ الہند کی طباعت رکوانے کی کوشش کی گئی، یہ سب کچھ ہوتا رہا، لیکن عتیق احمد صاحب قاسمی کی قاسمیت میں کوئی ابال نہیں آیا، اپنی جماعت اور اکابر دیوبند کے دفاع میں عتیق احمد صاحب کے قلم سے ایک سطر وجود میں نہیں آئی، اس کے باوجود ماشاء اللہ آپ قاسمی سو فی صد ہیں، اور ایسے قاسمی ہیں کہ اگر کوئی اللہ کا بندہ اپنے اکابر، اپنی جماعت اور اسلاف کی حمایت میں میدان میں آ اور تن تنہا ڈٹ گیا تو آپ اس کو بدزبان و بدگمان ہونے کا طعنہ دے رہے ہیں، اور اس کو جماعت دیوبند اور فقہ حنفی کا ٹھیکیدار بتا رہے ہیں۔

مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب بہت عظیم شخصیت کے مالک ہیں مگر کیا حضرت گنگوہی حضرت نانوتوی، حضرت شیخ الہند، حضرت تھانوی، حضرت علامہ کشمیری شیخ الاسلام حضرت مدنی سے بھی ان کا مقام اونچا ہے، قاضی صاحب بہت بڑے فقیہ ہیں مگر کیا امام اعظم، امام مالک امام شافعی امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف اور امام محمد سے ان کو کسی طرح کوئی نسبت ہے، تو آخر کیا وجہ ہے کہ قاضی صاحب کے خلاف تو عتیق احمد صاحب قاسمی اپنوں کی بھی کوئی بات سننے کیلئے تیار نہیں ہیں، اور ان کے خلاف وہ پرجوش ہو جاتے ہیں، مگر اکابر و اسلاف کی شان میں جو لوگ بدگوئی کرتے ہیں وہ ان کے خلاف چپ سادھے رہتے ہیں۔

پوری جماعت دیوبند کے بارے میں ایک سلفی لکھتا ہے،

وھذہ من البراھین الباھرۃ	اور یہ زبردست اور نا مغلوب ہونے
والسلاطین القاھرۃ علی ان	والی حجت ہے کہ دیوبندی و تبلیغی جماعت

الديوبندية والتبليغية من فرق القبورية وانهم من اهل البدع وليسوا من اهل السنة۔	قبر پرستوں کا فرقہ ہے، یہ لوگ بدعتی ہیں، اہل سنت نہیں،
ان القبورية لاسيما الديوبندية والكوثرية اعداء للتوحيد والسنة؛	یعنی قبر پرست اور خاص طور پر دیوبندی و کوثری جماعت توحید و سنت کے دشمن ہیں۔

اس طرح کی عبارتیں جہود علماء الحنفیہ کتاب میں بیسیوں ہیں اور پوری جماعت دیوبند پر اسی انداز میں حملہ کیا گیا ہے۔

حضرت نانوتوی کے بارے میں لکھا ہے،

"وہ قبر پرستوں خرافاتیوں اور صوفیہ میں سے تھا، وہ دیوبندیہ کا امام مطلق ہے۔" (ص ۱/۳ ۲)

حضرت گنگوہیؒ کے بارے میں لکھا ہے،

"وہ حنفی صوفی، نقشبندی ہے، دیوبندیوں کے بڑے اماموں میں سے ہے دیوبندیوں نے اس کے بارے میں کشف و کرامات کے عجیب عجیب قصے گھڑے ہیں، مثلاً غیب کی انہیں اطلاع تھی، کائنات میں تصرف کرتے تھے۔" ص ۲۲۸/۲۷۰

محدث مولانا خلیل سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کئی جگہ بدزبانی کی ہے ایک مثال ملاحظہ ہو،

"یہ دیوبندیوں کا امام شیخ خلیل احمد سہارنپوری ہے، بذل المجہود اور مہند کتاب کا مصنف، مہند اس کی قبوری مشرکانہ و صوفیانہ خرافاتی کتاب ہے جو تمام دیوبندیوں کے لئے باعث شرم ہے،" ص ۲۳۹/۲۷۰

مولانا تھانویؒ کے بارے میں لکھا ہے،

"وہ عبدالحق کا لڑکا ہے، دیوبندیوں کے بڑے اماموں میں سے ہے،
وہ صوفیانہ قبر پرستانہ بلکہ مشرکانہ وحدۃ الوجودی اور خرافاتی خیال
رکھتا تھا،

علامہ شاہ انور کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتا ہے،

"وہ متعصب ہلاک ہونے والا حنفی ہے، ماتریدی ہے، اگرے قسم کا
نقشبندی ہے"

مولانا مدنی علیہ الرحمۃ کے بارے میں لکھا ہے۔

"حسین احمد دیوبندیوں کے نزدیک شیخ الاسلام کہا جاتا ہے، دیوبندیوں کے
اماموں میں سے ایک ہے اور خرافاتی قبر پرست جماعت کا ایک مشہور شخص ہے
سلفی دعوت اور سلفی اماموں کے سخت دشمنوں میں ایک دشمن ہے وہ صوفیانہ
باطل باتوں اور قبوری خرافات کی دعوت دینے والا تھا اس کو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کا اہتمام تھا۔ (صفحہ ۵۲۱/ ۱۳)

جماعتِ دیوبند، اکابرِ دیوبند و اہل اللہ کے بارے میں اس طرح کی باتوں سے اس کتاب کی
تینوں جلدیں بھری پڑی ہیں۔

ذرا بتلایا جائے کہ کیا کوئی غیرت منتقاسی اپنے اکابر و اسلاف اور اپنی جماعت کے
بارے میں ان باتوں کو برداشت کر سکتا ہے، اور اگر کوئی ایسا ہی جگر والا ہے جو ان باتوں کو
سن اور پڑھ کر بھی اپنے صبر کا دامن تھامے رہ سکتا ہے تو اگر کوئی دوسرا اپنے اکابر اور
اپنی جماعت کے دفاع کیلئے اس کے خیال کے مطابق جو مناسب اور کارگر طریقہ ہو اختیار
کرے تو اس کو ٹھیکہ داری کا طعنہ دینا کیا نہایت درجہ کی کم ظرفی نہیں ہے۔

فقہ حنفی اور حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف غیر مقلدین کا طوفانِ
بدتمیزی ہر زمانہ میں اپنے عروج پر رہا ہے، تو کیا کسی حنفی کو یہ حق نہیں ہے کہ غیر مقلدین کی
ان ناگفتنیوں کے بارے میں قدم اٹھائے، اگر عتیق اور بستوی صاحب رکن آل انڈیا

مسلم پرسنل لا بورڈ کی حیثیت بہت سرسری ہو تو کیا ضروری ہے کہ دوسرے کی حیثیت بھی اتنی ہی سرسری ہو۔

ہمارے اکابر نے کیا حنفیت کے دفاع میں کچھ نہیں کیا ہے۔ اگر عتیق احمد صاحب قاسمی اس سے جاہل ہیں یا غافل ہیں تو صد درجہ افسوس کی بات ہے۔

اور پھر غیر مقلدین فرقہ کی تعدی اور ظلم کی بات تو یہ ہے کہ اب ان کا نشانہ صحابہ کرام کی ذات بھی بن رہی ہے، اصول تو ان کا پہلے بھی یہی تھا کہ نہ صحابہ کا قول حجت ہے نہ فعل حجت ہے، نہ فہم حجت ہے، اور نہ ان کا کسی بات پر اجماع حجت ہے، اسی بنیاد پر تراویح اور طلاق والے مسئلوں میں ان کا مذہب جمہور اہل سنت کے خلاف ہے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جمعہ کی اذان ثالث کے منکر ہیں مگر اب تو صاف صاف یہ بھی کہا جانے لگا ہے کہ صحابہ کرام معاذ اللہ کتاب وسنت کی صریح نصوص کی موجودگی میں کتاب وسنت کے خلاف فتویٰ دیتے تھے اور غصہ میں آکر غلط فتویٰ دیتے تھے کیا مولانا عتیق احمد صاحب بستوی رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا ایمان عقیدہ مذہب اور ان کا ضمیر یہ گوارا کرتا ہے کہ وہ صحابہ کرام کے بارے میں اس طرح کی باتیں سنیں جامعہ سلفیہ بنارس کے ایک استاذ صاحب فرماتے ہیں:

"یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ از روئے شریعت جو فعل حرام ومعصیت ہو اور جس کے کرنے کی اجازت نہ ہو ایسے کسی صحابی یا متعدد صحابہ کا لازم و واقع مان لینا دوسروں کے لئے بادلیل شرعی حجت کیونکر بن سکتا ہے۔

(تنویر الآفاق ص ۲۴۳)

کیا اس عبارت کا حاصل یہ نہیں ہے کہ صحابہ کرام از روئے شریعت جو فعل حرام ومعصیت ہوا کرتا تھا اس پر عامل اور اس کے قائل تھے، کیا کوئی غیرتمند اور باضمیر اہل سنت والجماعت کا فرد صحابہ کرام کے بارے میں اس قسم کی گندی باتوں کو سن کر خاموش رہ سکتا ہے یا اس کو خاموش رہنا چاہئے۔

خلفائے راشدین کے بارے میں اس کتاب کی اس عبارت کو رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا

اور ڈ صاحب مدظلہ ملاحظہ فرمائیں۔ فرمایا جاتا ہے۔

"ہم آگے چل کر کئی ایسی مثالیں پیش کرنے والے ہیں جن میں احکام شرعیہ ونصوص کے خلاف خلفائے راشدین کے طرز عمل کو پوری امت نے اجماعی طریقہ پر غلط قرار دے کر نصوص واحکام شرعیہ پر عمل کیا ہے۔ (ص ۲۲)

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

"اسی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی ذاتی مصلحت بینی کی بنیاد پر بعض خلفائے راشدین بعض احکام شرعیہ کے خلاف بخیال خویش اصلاح ومصلحت کی غرض سے دوسرے احکام صادر کرچکے تھے ان خلفاء کی باتوں کو علامت نے رد کردیا۔ (ص ۱۰)

اس عبارت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بطور خاص طنز ہے، اسی کتاب میں لکھا ہے۔

"موصوف عمر کی خواہش وتمنا بھی یہی تھی کہ حکم قرآنی کے مطابق ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی قرار دیں مگر لوگوں کی غلط روش روکنے کی مصلحت کے پیش نظر موصوف نے باعتراف خویش قرآنی حکم میں ترمیم کردی۔ (ص ۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عمر کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

"ان دونوں جلیل القدر صحابہ نے نصوص شرعیہ کے خلاف موقف مذکور اختیار کر لیا تھا اس لئے صرف ان دونوں صحابہ کو نصوص کی خلاف ورزی کا مرتکب قرار دیا جاسکتا ہے۔ (ص ۶۴)

ایک جگہ استاذ جامعہ سلفیہ صاحب لکھتے ہیں:

"یہی غصہ والی بات ان صحابہ کرام کے بارے کے فتاویٰ میں بھی کارفرما تھی جنھوں نے ایک وقت میں ایک سے زیادہ دی ہوئی طلاق کو واقع بتلایا (۱) ص ۲۱

---

(۱) موصوف کا موقف یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین طلاق کے تین ہونے کا فتویٰ غصہ میں دیا تھا اور جن صحابہ کرام نے تین طلاق کے تین ہونے کا فتویٰ دیا وہ سب غصہ کی بات تھی۔

صحابہ کرام وخلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بارے میں اس قسم کی باتیں سن کر کسی مسلمان کا اگر خون نہ کھولے تو اس کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہئے ، اور جو لوگ اس قسم کے فرقہ اور جماعت سے بھی وابستگی کو امت کے لئے خیر وبھلائی سمجھیں ، ان کو اپنے دماغ کا علاج کرانا چاہئے ۔ اور جو لوگ یہ سمجھیں کہ صحابہ کرام کے معاندین ومخالفین کے خلاف بھی قلم کو حرکت دینے میں مسلمانوں کی اجتماعیت کا بگاڑ ہے تو ایسے بے غیرتوں کو چلو بھر پانی میں ڈوب کر مرجانا چاہئے ایسی اجتماعیت پر ہزار بار لعنت ۔

مولانا عتیق احمد بستوی رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ امت کی بھلائی وخیر خواہی کا جذبہ غالب نہیں ہوگا ، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام کی شان میں تبرا بکنے والوں اور ائمہ دین اور فقہائے امت کے خلاف زبان درازی کرنے والوں کے خلاف کس لب ولہجہ میں گفتگو کرتے ہیں اس کا نمونہ اگر رکن آل انڈیا صاحب کو دیکھنا ہو تو صرف ان کی ایک کتاب منہاج السنہ اٹھا کر دیکھ لیں ۔

بے غیرتی وبے حسی رکھنے والوں کو ہمارا دور ہی سے سلام ہے ، مولانا محمد ابوبکر غازی پوری مدظلہ سے رکن آل انڈیا بورڈ صاحب یا اس قماش کے کسی کو بھی یہ توقع نہ رکھنی چاہئے کہ وہ کسی بھی درجہ میں صحابہ کرام کی عظمت کو داغدار کرنے والے ان کی شان میں گستاخ ، اور ائمہ دین اولیائے عظام ، فقہائے اسلام اور اسلاف امت کے بارے میں بیہودہ گوئی کرنے والوں کے ساتھ وہ کسی طرح کا نرم رویہ اختیار کریں گے انہیں آپ کی خوشنودی حاصل کرنی نہیں ہے ، ان کے سامنے اللہ اور اس کا رسول ہے ۔ اور وہ جو کچھ لکھتے ہیں پوری احساس ذمہ داری کے ساتھ لکھتے ہیں اس لئے کہ آپ یا آپ جیسے لوگوں کو خوش کرنا نہیں ہوتا ہے بلکہ خدا کی رضا مقصود ہوتی ہے ۔

مولانا عتیق احمد قاسمی سوال کرسکتے ہیں کہ اگر انھوں نے اکابر واسلاف اور فقہائے احناف اور فقہ حنفی اور صحابہ کرام کے بارے میں کسی باطل اور گمراہ فرقہ نے جو کچھ لکھا ہے دفاع نہیں کیا گیا تو کیا ہم تماشائیوں نے اس کے خلاف ڈٹ جانے کا فریضہ انجام دیا ہے ، آخر وہی کیوں ملوم ومطعون ہوں ۔ اگر انھوں نے اس کام کو انجام نہیں دیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آخر کون سا

قاسمی یا ندوی مولانا مجاہد الاسلام اور ان کی فقہ اکیڈمی اور ان کے فقہی سیمیناروں کے خلاف لکھی جانے والی تحریروں پر اس انداز سے برسا ہے اور اس نے ان کے دفاع میں کتابچہ لکھا ہے، یہ کام تو آپ نے اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے کیا ہے تو جب مولانا مجاہد الاسلام صاحب قاسمی کے لئے یہ جذبہ فراواں آپ کے اندر ابل سکتا ہے اور آپ نے ان کی طرف سے دفاع کو خدا کی رضا وخوشنودی کا ذریعہ سمجھا تو آخر صحابہ کرام، فقہائے اسلام اور اکابر دیوبند وجماعت دیوبند کے لئے آپ کے دل میں یہ جذبہ کیوں نہیں پیدا ہوا کیا آپ اگر ان حضرات کے بارے میں اور ان کے دفاع میں چار سطریں لکھ دیتے تو یہ اللہ کی رضا کا باعث نہیں تھا، یا اللہ کی رضا صرف قاضی مجاہد الاسلام صاحب بانی فقہ اکیڈمی اور بانی فقہی سیمینارز کے دفاع ہی میں ہے۔

رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی کو اس کی بڑی شکایت ہے کہ مولانا غازی پوری کا قلم بڑا جارحانہ ہے (۱) فرماتے ہیں کہ:

---

(۱) مولانا غازی پوری کا قلم جارحانہ ہے کہ غیر مقلدانہ اور معاندانہ اسکو فقہی سیمینار والے عتیق احمد بستوی جیسے مجتہدین نہیں سمجھ سکتے۔

مولانا غازی پوری کی تحریریں گواہ ہیں کہ انھوں نے اپنی ذات کے خلاف شدید سے شدید الزامات اور تحریروں کا جواب نہیں دیا، اور نہ کبھی اپنا دفاع کیا حتی کہ ان کے والد محترم کو بھی بعض غیر مقلد گستاخوں نے اپنا نشانہ بنایا لیکن مولانا نے اس پر بھی صبر سے کام لیا۔

میں مولانا عتیق احمد بستوی سے گذارش کروں گا کہ وہ مولانا کی کتابوں اور تحریروں سے اور زمزم کی فائلوں سے صرف ایک نمونہ پیش کریں کہ مولانا غازی پوری نے اپنی ذات کے خلاف لکھی جانیوالی تحریروں کا جارحانہ لب ولہجہ میں تو کجا معتدلانہ لب ولہجہ میں بھی جواب دیا ہو۔

مولانا غازی پوری کے حوصلہ ہمت اور صبر وضبط کی مولانا عتیق احمد کو ہوا بھی نہیں لگی ہے۔
ان کا قلم انھیں گستاخوں کے خلاف شمشیر بن جاتا ہے جو اکابر واسلاف اولیائے امت اور صحابہ کرام کے بارے میں لب کشائی کرتے ہیں، اور اس پر مولانا کو قطعاً کوئی شرمساری نہیں ہے، بلکہ وہ اس بات کو اپنے ایمان اور غیرت دینی کا تقاضا سمجھتے ہیں اور اس کو نجات کا ذریعہ جانتے ہیں۔

"مولانا موصوف اپنے اسلاف کی سنجیدگی اور اعتدال کی روش کو ترک کرکے
اپنی جارحانہ تحریروں کے ذریعہ خلیج کو بڑھانے اور انتشار پیدا کرنے کا کارنامہ
انجام دے رہے ہیں۔ (۱)

اس بارے میں مولانا عتیق احمد سے پہلی بات تو یہ دریافت کرنی ہے کہ مولانا غازیپوری کے اسلاف کو آپ اپنا اسلاف نہیں سمجھتے؟ کہ آپ لکھ رہے ہیں کہ "مولانا موصوف اپنے اسلاف" یہ "اپنے اسلاف" کیا ایسے گئے پڑے لوگ ہیں کہ آپ ان کو اپنا اسلاف بتلاتے ہوئے شرمارہے ہیں اور عار محسوس کر رہے ہیں۔

دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ آپ نے مولانا غازی پوری کے اسلاف کو نہ جانا ہے اور نہ پرکھا ہے۔ اور نہ ان کی مناظرانہ کتابیں آپ کی نظر سے گذری ہیں، اور نہ باطل کے اور گمراہ جماعتوں کے خلاف ان کے قلم کی تیزی کا آپ کو علم ہے، اگر آپ کو ان باتوں کا علم ہوتا

---

(۱) آجکل بے حیا، بے شرم اور بے غیرت قسم کے لوگ حالات اور زمانہ کا اقتضاء اور اس قسم کے عنوانات کا سہارا لے کر اپنی بے غیرتی و بے دینی و بے حسی پر پردہ ڈالتے ہیں، اور لوگوں کی سرخروئی حاصل کرنا چاہتے ہیں، غیر مقلدوں کو حالات اور زمانہ کے اقتضاء کا خیال نہیں وہ فقہائے اسلام کے خلاف اور اللہ والوں کے خلاف برابر اپنی کارروائی جاری رکھیں گے، شیعوں کو حالات اور زمانہ کا خیال نہیں وہ صحابہ کرام پر تبرا بکنا نہیں چھوڑیں گے، قادیانیوں کو ان باتوں کا خیال نہیں، وہ اپنی تحریک جاری رکھیں گے، کٹر ہندو اپنی تحریک سے مسلمانوں کی زندگی دوبھر کر دیں گے، یہ سارے مذاہب اور فرقہ کے لوگ اپنے خیالات و رجحانات پھیلانے کیلئے مسلسل عمل اور کوشش جاری رکھیں گے۔
البتہ عتیق احمد جیسے قماش کے لوگوں کو حالات اور زمانہ کا اقتضاء اتنا بے چین کئے رہتا ہے کہ وہ اپنی راتوں کو بستر پر کروٹ بدلتے گذار دیتے ہیں۔
اور یہ فقہی سیمینار جس سے مسلمانوں کی صف میں انتشار پیدا ہو رہا ہے، اسی حالات اور زمانے کے اقتضاء کے احساس کے پیش نظر منعقد ہوتے رہتے ہیں۔

تو شاید اتنی غلط اور خلاف واقعہ بات آپ کے قلم سے نہیں نکلتی ، باطل فرقوں کے خلاف مولانا قاضی پوری کے اسلاف کو آپ لوگوں کی سنجیدگی اور اعتدال کی ہوا بھی نہیں لگی تھی۔

مولانا قاضی پوری کے اسلاف میں سے ایک علامہ انور شاہ کشمیری بھی ہیں جن کا علم جن کا تفقہ ، جن کا ورع اور تقویٰ اور جن کی سنجیدگی و متانت جماعتِ دیوبند میں مسلم ہے۔ مگر سنجیدگی و متانت کا یہی پیکر جب قادیانیوں کے خلاف صف آرا ہوتا ہے تو اس کا قلم ذوالفقار بن جاتا ہے۔ اور اس کے قلم کی کاٹ سے قادیانیت مرغِ نیم ذبح بنی تڑپتی نظر آتی ہے ، حضرت شاہ صاحب قادیانیوں کے خلاف کس زبان اور کس لب ولہجہ میں بات کرتے ہیں اگر اس کا نمونہ دیکھنا ہو تو رکن آل انڈیا صاحب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ردّ مرزائیت و قادیانیت پر کتابوں کا مطالعہ کریں ، شاہ صاحب اپنی کتاب خاتم النبیین کے بالکل ابتدا ہی میں مرزا کے بارے میں فرماتے ہیں :

"یہ شخص علم و عمل سے کورا ہے ، عاری ہے ، فہم و تقویٰ طہارت کے فضائل سے خالی ہے ، یہ شخص عارفین کے حقائق میں سے کوئی بات بھی صحیح انداز میں نہ سمجھ سکا ، اس کا ضمیر خبط و خلط جہل مرکب ذلت و خواری سے تیار ہوا ہے۔"

حضرت شاہ صاحب سے جو لوگ واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ عام حالات میں حضرت شاہ صاحب اپنی زبان کے بارے میں کس درجہ محتاط تھے ، لیکن جب بات آگئی دین وایمان کی تو انہیں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لب ولہجہ ، آہنگ و صوت یکسر بدل گیا۔

اگر رکن آل انڈیا صاحب جیسے لوگ شاہ صاحب کے زمانہ میں ہوتے تو ان کی اس طرح کی تحریروں کو دیکھ کر ارشاد فرماتے کہ :

"موصوف اپنے اسلاف کی سنجیدگی و اعتدال کی روش کو ترک کر کے اپنی جارحانہ تحریروں کے ذریعہ خلیج کو بڑھانے اور انتشار پیدا کرنے کا کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔"

قادیانیت کے خلاف حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جلالی انداز دیکھنا ہو تو اس موضوع پر

ان کی عربی کتابیں پڑھیں، اندازہ ہوگا کہ جن کے قلوب میں ایمان کی حرارت ہوتی ہے، اور غیرت و حمیت کی تپش سے جن اللہ والوں کے دل گرم رہتے ہیں، وہ گمراہ اور باطل فرقوں کا مقابلہ کس ڈھنگ اور کس رنگ سے کرتے ہیں۔

مولانا غازی پوری کے اسلاف میں سے شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی تھے، غیر مقلدیت اور جماعت اسلامی کے بارے میں حضرت مدنی کی تحریریں گواہ ہیں کہ ہمارے جماعت کے اکابر اسلاف امت اور صحابہ کرام، فقہائے عظام، اولیاء اللہ کے بارے میں کتنے حساس باغیرت اور باحمیت تھے، ان جماعتوں کے خلاف حضرت مدنی کی تحریروں کی ایک ایک سطر ان کے جوش ایمانی کی شہادت دے رہی ہے۔

اگر جماعت اسلامی کے خلاف حضرت مدنی کی بے پناہ یلغار نہ ہوتی تو آج اس جماعت کا طوطی بولتا ہوا ہوتا اور اسلام کا ایک نیا اڈیشن ہمیں تیار ملتا۔

حضرت مدنی کے بارے میں بھی غالباً رکن آل انڈیا بورڈ صاحب فرمائیں گے۔

"موصوف نے اپنے اسلاف کی سنجیدگی اور اعتدال کی روش کو ترک کر کے اپنی جارحانہ تحریروں کے ذریعہ خلیج کو بڑھانے اور انتشار پیدا کرنے کا کارنامہ انجام دیا"

مولانا غازی پوری کے بڑوں میں سے برکۃ العصر حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ تھے معلوم نہیں عتیق احمد بستوی صاحب کو حضرت کی زیارت کا موقع ملا ہے یا نہیں، بھولا بھالا معصوم سا چہرہ، چہرہ پر تقوی کا نور کھلا ہوا، زبان ذکر و اذکار سے تروتازہ، یہ تھے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ، لیکن یہی شیخ الحدیث جب جماعت اسلامی کے خلاف قلم اٹھاتے ہیں تو ان کا قلم شمشیر برہنہ بن جاتا ہے۔

میں عتیق احمد صاحب بستوی سے گذارش کرونگا کہ براہ کرم ذرا موقع نکال کر آپ نہیں تو مولانا غازی پوری کے اکابر کی کتابوں کو غور سے پڑھیں، ان کو سمجھ میں آجائے گا کہ مولانا غازی پوری کے اکابر کی تحریروں کا رنگ اسلاف امت کا خاکہ اڑانے والوں کے خلاف کیا

ہوا کرتا تھا۔

اپنی بے غیرتی و بے حیثیتی پہ ماتم کرنے اور آنسو بہانے کے بجائے اکابر اسلاف کا نام لے کر مولانا غازی پوری کے خلاف دل کا بخار نکالا جا رہا ہے۔

مولانا عتیق بستوی نے مولانا غازی پوری کی تحریروں کو بار بار مناظراتی تحریر کا نام دیا ہے، گویا مناظرہ کا عمل کوئی ایسی بری چیز ہے جس کے وجود میں آنے سے اسلام کی اجتماعیت پارہ پارہ ہو جاتی ہے، اور اسلامی وحدت انتشار کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس طرح کی باتیں کر کے مولانا غازی پوری کے کام کی اہمیت کو گھٹانے کا مقدس فریضہ انجام دیا جاتا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے تمام اکابر یا کم از کم ان کی ایک معتد بہ تعداد مناظر تھی اور اس راستے سے انھوں نے بڑے بڑے دینی معرکے سر کئے، ہمارے اکابر و اسلاف شفاہی مناظرہ بھی کیا کرتے تھے اور تحریری مناظرہ بھی کیا کرتے تھے، حضرت نانوتوی حضرت گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حضرت تھانوی، حضرت امام اہلسنت مولانا عبدالشکور صاحب اور بعد کے لوگوں میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، یہ تمام اسلاف و اکابر فن مناظرہ کے امام تھے۔ کسی نے کم اور کسی نے زیادہ مناظرہ کر کے باطل قوتوں کو شکست فاش دی۔

کیا مولانا عتیق احمد بستوی کو اس سے انکار ہے! مناظرہ اگر ایسی ہی بے حقیقت و بے حیثیت چیز ہوتی تو درس نظامیہ میں رشیدیہ کو شامل نہ کیا جاتا جس کا موضوع ہی مناظرہ ہے۔

اصل میں بات تو یہ ہے کہ عتیق احمد بستوی فقہی سیمناروں کی زینت بنتے رہے اور آل انڈیا مسلم پرسنل بورڈ کی رکنیت سے اپنا سینہ پھلائے فخر فرماتے رہے جب کہ مولانا غازی پوری نے اپنے ذہن اپنے دماغ اپنے وقت اور اپنی علمی و فکری صلاحیتوں کو اکابر کے منہج و مسلک کے خلاف برپا کی جانے والی مہم کے مقابلہ کے لئے استعمال کیا اور ایسا استعمال کیا کہ دیوبندیت و حنفیت کے دشمن چاروں خانہ چت نظر آ رہے ہیں، مولانا غازی پوری کا

یہ وہ کارنامہ ہے جو کم از کم ہندوستان میں تنہا ان کی ذات سے انجام پایا ہے۔ اب کم ظرف وکم حوصلہ لوگ تو حسد کی آگ میں جل بھن رہے ہیں جب کہ اکابر ان کی ستائش و حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔

مولانا غازی پوری کے بارے میں مولانا عتیق احمد بستوی قاسمی کا یہ الزام کہ وہ اپنی جارحانہ تحریروں سے خلیج کو وسیع کر رہے ہیں اور انتشار پیدا کرنے کا کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔ یہ غیر مقلدین کی تحریروں سے چرایا ہوا الزام ہے، غیر مقلدین اپنی تحریروں میں یہی بکتے ہیں، وہیں سے چرا کر اب یہ الزام ایک قاسمی بھی مولانا غازی پوری پر لگا رہا ہے، گویا غیر مقلدوں کی مظلومیت و معصومیت کا درپردہ اعلان ہے اور مولانا غازی پوری کے طغیان و تمرد کا اظہار ہے۔

جو لوگ مولانا غازی پوری سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ مولانا غازی پوری کا غیر مقلدیت کا رد بطور خاص کبھی موضوع نہیں رہا ہے، دیوبندیت اور حنفیت کے خلاف محاذ تو غیر مقلدین نے کھولا۔ اور یہ کارنامہ بطور خصوص سعودیہ عرب میں غیر مقلدین بہت دنوں سے انجام دے رہے تھے۔ اور ایسی خاموشی سے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو، جب انھوں نے دیکھا کہ ہم نے سعودی عرب میں ہر محاذ کو مضبوط کر لیا ہے تو الدیوبندیہ نامی کتاب تصنیف کر ڈالی اور ابتداءً تو خاموشی سے اس کو سعودی عرب کے ہر محکمہ میں اور ہر اہم شخصیتوں کو پہونچایا گیا پھر اس کو عام طور پر تقسیم کیا گیا، اس کتاب کا اثر یہ ہوا کہ سعودیہ میں وہ تمام لوگ جو دیوبندی فکر و عقیدہ سے براہ راست واقف نہیں تھے، دیوبندیوں سے بدگمان ہو گئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ دیوبندی جماعت بھی کافروں و مشرکوں کی جماعت ہے۔

سعودیہ کے مختلف علاقوں میں اور سعودی جامعات میں بہت سے دارالعلوم کے فضلاء تھے وہ اس صورت حال سے بہت پریشان تھے۔ بہت سے فضلاء کا ابتعاث منظور تھا اسے ختم کر دیا گیا، فضلائے دارالعلوم پر سعودیہ کی زمین اتنی تنگ ہو گئی کہ بقول ان کے ان کا سر اٹھا کر چلنا مشکل ہو گیا۔

اس صورت حال کا علم جب ذمہ داران دارالعلوم دیوبند کو ہوا تو ان کو اس کا فکر پیدا ہوا کہ اس کا تدارک کیا ہو، مولانا اسعد مدنی دامت برکاتہم اور مہتمم دارالعلوم حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مدظلہ کے پاس ریاض سے دارالعلوم کے فضلاء کے بار بار اور کثرت سے خطوط آرہے تھے۔ اور ان کا مطالبہ تھا کہ جلد از جلد الدیوبندیہ کتاب کا جواب لکھا جائے، مگر اس کام کو اور خصوصاً عربی زبان میں اس کام کو انجام دینے کے لئے اور اس کتاب کا رد اس انداز کا لکھنے کے لئے کہ الدیوبندیہ کا اثر زائل ہو کوئی قاسمی فاضل نظروں کے سامنے نہ تھا۔

اسی زمانہ میں غازی پور ریاض سے گھوسی مئو کے باشندہ فاضل دارالعلوم مولانا محمد قاسم صاحب تشریف لائے۔ (یہ مولانا قمرالدین صاحب استاذ دارالعلوم کے داماد ہیں) ان کے ہاتھ میں الدیوبندیہ کتاب تھی۔ انھوں نے آکر مولانا غازیپوری کو اپنی داستان درد سنائی کہ میرا ابتعاث منظور ہو چکا تھا ساری کاروائی مکمل ہو چکی تھی۔ مگر جب آخری اسٹیج میں شعبہ ابتعاث کے مدیر کے پاس آخری دستخط کے لئے میں اپنے کاغذات لے کر گیا تو انھوں نے یہ جان کر کہ میں قاسمی ہوں، بڑے سخت لب ولہجہ میں کہا کہ تم لوگ قبوری و مشرک ہو، دشمن توحید ہو، ان کے سامنے یہی الدیوبندیہ کتاب تھی اس مدیر نے مجھے یہ کتاب دکھائی، میرا ابتعاث نامنظور کر دیا۔ اور پھر مولانا محمد قاسم نے سعودیہ میں اس الدیوبندیہ کے اثر اور قاسمی فضلاء کی پریشانیوں کی پوری داستان سنائی۔

مولانا غازیپوری فرماتے ہیں کہ میں نے جب کتاب کے عنوانات پر نظر ڈالی تو سر چکرا گیا کہ یا اللہ یہ کیا میں دیکھ رہا ہوں۔ عنوانات میں سے بعض یہ تھے (۱) التعریف بالدیوبندیہ (۲) مسئلہ وحدۃ الوجود (۳) عقیدہ تصور الشیخ (۴) مردوں سے استغاثہ (۵) زندوں کی روحوں سے استغاثہ (۶) قبر والوں سے استغاثہ (۷) مشائخ دیوبند موت وحیات کے مالک ہیں (۸) یارسول اللہ اور یا جیلانی سے ندا (۹) موت کے وقت کا علم (۱۰) سینوں میں کیا ہے اس کا علم (۱۱) بارش

کب ہوگی اس کا علم (۱۲) آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم تھا (۱۳) اشرف علی رسول اللہ کہنا دیوبندیوں کے نزدیک جائز (۱۴) کتاب وسنت کی نصوص کی تحریف غرض اس قسم کے عنوانات تھے ۔ اور ان تمام باتوں کو دیوبندیوں کی طرف منسوب کرکے جماعت دیوبند مشائخ دیوبند کو کافر ومشرک بنایا گیا تھا اور علمائے عرب کے فتاویٰ نقل کیے گئے تھے ۔ زبان اتنی گندی کہ اللہ کی پناہ ۔

یہ زمانہ وہ تھا جب مولانا غازی پوری صاحب کے والد صاحب فراش تھے اور پیشاب پیخانہ کے لئے دوسروں کے محتاج تھے ۔ مولانا غازی پوری ان کی خدمت میں شب وروز لگے ہوئے تھے ۔ مگر الدیوبندیہ کتاب کا ان پر اتنا اثر ہوا کہ انھوں نے اسی حالت میں جب کہ اپنے والد کی علالت کی وجہ سے وہ ذہنی طور پر بہت پریشان تھے قلم اٹھالیا ۔ اور بلا سابقہ کسی تیاری اور مواد کی فراہمی کے اس کتاب کا جواب لکھنا شروع کردیا ۔ اب خدا کا کرم اور اس کی مدد اور بزرگوں اور اکابر کا فیض ان کے ساتھ اس طرح شامل حال رہا کہ وہ ایک طرف اپنے والد کی خدمت میں بھی لگے ہوئے ہیں ، دوسری طرف ان کا قلم بھی چل رہا ہے ۔ اور چودہ چودہ گھنٹے مسلسل وہ لکھتے چلے جارہے ہیں ۔ اپنے کتب خانہ کی جس کتاب پر ہاتھ ڈال رہے ہیں اس میں ان کے مطلب کی بات مل ہی جارہی ہے ، اس طرح صرف تین ماہ کی قلیل مدت میں مولانا غازی پوری کے قلم سے وقفۃ مع اللامذہبیہ نام کی چار سو صفحات کی وہ کتاب وجود میں آگئی ، جس نے غیر مقلدین کی کمر توڑ دی ، اور جب وہ کتاب سعودیہ پہونچی تو فضلائے دیوبند نے اس کا شاندار استقبال کیا اور سکون کا سانس لیا ۔ اکابر نے مولانا کی محنت کو سراہا اور ان کو دعائیں دیں مبارکباد کے خطوط آئے ۔ اور چونکہ سلفیت کا فتنہ عام وبا کی شکل اختیار کررہا تھا اور ہندوپاک کے غیر مقلدین نہایت جارحانہ انداز میں دیوبندیت اور فقہ حنفی کے خلاف حملہ کررہے تھے تو مولانا نے ان کے رد وابطال کے لیے مختصر سی مدت میں کئی کتابیں لکھ ڈالیں ، اور ضرورت محسوس ہوئی کہ اس موضوع کے مسائل سے ہر وقت اور فی الفور نمٹنے کے لئے ایک پرچہ بھی ہو تو انھوں نے اپنے بل بوتے پر

ماہنامہ پرچہ بھی جاری کر دیا ۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا غازی پوری نے تنہا اپنی ذات سے ایک انجمن اور ایک اکیڈمی کا کام کیا اور جتنی مختصر مدت میں اور جتنے ہمہ گیر پیمانہ پر اور جتنا موثر کام کیا اس کا تصور بلا تائید الٰہی نہیں کیا جا سکتا۔ مولانا غازی پوری کے پاس لاکھوں کا سودی سرمایہ نہیں ہے، نہ ان کا تعلق سرمایہ دار طبقہ سے ہے، مگر اس کے باوجود اللہ نے ان سے کام لیا اور کام لے رہا ہے ۔ ان کے کام کی قدر چاہے مولانا رکن آل انڈیا کو نہ ہو مگر ہند و پاک اور عرب ملکوں میں رہنے والے اپنی جماعت کے اہل علم مولانا غازی پوری کے کام کے قدر شناس ہیں اور ان کی دعائیں برابر ان کو حاصل ہیں۔

مولانا رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ شاید اپنے کو اس مقام کا آدمی سمجھ رہے ہیں کہ کسی کام کے بارے میں ان کی پسند و ناپسند ہی معیار ہو گی، اگر وہ اس خبط میں مبتلا ہیں تو میں ایک دفعہ پھر ان سے دست بستہ گذارش کروں گا کہ مولانا عبد القدوس رومی کے نام کے ساتھ بار بار آگرہ کا نام لینے کے بجائے وہ خود اپنے دماغ کا علاج کرائیں ۔

مولانا محمد ابو بکر غازی پوری کی ایک بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ خطوط کو محفوظ نہیں رکھتے ورنہ ان کے کام اور ان کی کتابوں کی تعریف میں ہند و بیرون ہند سے سیکڑوں خطوط آئے تھے۔ ان کی روشنی میں مولانا عتیق احمد قاسمی کو بتلایا جا سکتا تھا کہ مولانا کی قدر اور ان کے کاموں کی ستائش کس کس نے کی ہے، تاہم شاید آج ہی کے دن کے لئے بعض خطوط محفوظ ہیں، ان کے کچھ اقتباس نقل کر رہا ہوں، ان خطوط کے اصل کی جب چاہیں عتیق احمد صاحب اپنے کسی آدمی کو بھیج کر تصدیق کر سکتے ہیں ۔

۲۸ صفر ۱۴۱۲ھ کا لکھا ہوا حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خط کا اقتباس ملاحظہ ہو :

۔ سب سے پہلے والد صاحب مرحوم کی وفات پر دلی تعزیت قبول کیجئے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے، انھوں نے

آپ جیسا خلف الرشید چھوڑا جوان کے لئے ان شاء اللہ باعث مسرت و
رفع درجات ہوگا، چونکہ یہ راقم بھی اس مرحلے سے گذر چکا ہے اسلئے
اس کے اثرات سے واقف ہے لیکن کان امر اللہ قدرا مقدورا۔

آپ کی فاضلانہ کتاب وقفة مع اللامذھبیہ پر نظر ڈالی تھی، اس
کا نام بھی بہت پسند آیا تھا، یہاں بعض دوسرے فاضل اساتذہ کے
مطالعہ میں ہے۔

بہتر ہے کہ آپ اصلاحی و ایجابی مسائل پر جو تعاون علی الخیر و تعاون
علی الاصلاح کے لئے معاون ہوں اور ملت میں اتحاد پیدا کریں قلم اٹھائیں۔

امید ہے کہ آپ نے ہماری کتاب اضواء[1] پر نظر ڈالی ہوگی اس کا ترجمہ
بصائر کے نام سے شائع ہوگیا ہے، خدا کرے کسی بہتر و موزوں موقع پر آپ
سے ملاقات بھی ہو۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے خط کشیدہ عبارت میں مولانا غازی پوری کو جو نصیحت
فرمائی تھی اس کے جواب میں مولانا غازی پوری نے مولانا کو لکھا کہ فتنہ بہت آگے بڑھ چکا ہے
اس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا، اس وقت، وقت کا تقاضا ہے کہ کسی مصلحت پسندی
سے کام نہ لیا جائے۔ تو مولانا کا دوسرا گرامی نامہ آیا۔

رائے بریلی

۹/۱۰/۹۰

محبی زید لطفہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط موصول ہوا مرتب وقت پر مل گیا تھا اس سے مسرت ہوئی کہ
دعوت کا نام مل گیا ہے اور آپ شریک بھی ہو سکے۔

آپ نے جس داخلی فتنہ کی طرف اشارہ کیا ہے اس میں اور شدت ہوگئی ہے
خود ہمارے خلاف ایک ضخیم کتاب عربی میں لکھی گئی ہے، ہم سے جو کچھ ہوسکا ہے

(۱) یہ کتاب تو مولانا نے غیر مقلدین کی سیفوت کے جواب میں لکھی ہے۔

اپنے انداز پر اس فتنہ کے ازالہ کے لئے کر رہے ہیں۔

آپ کے احساسات وجذبات قابل قدر ہیں اور اس سے کلی اتفاق ہے،
اسی طرح آپ اس راہ میں جو کوشش کر رہے ہیں ان کی قدر کرتا ہوں۔
آپ سے ملاقات کی خواہش واشتیاق ہے، امید ہے کہ کانفرنس کے
موقع پر آپ سے ملاقات ہوگی۔

حالات اور حالات کے تقاضوں سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کون واقف تھا مگر سلفیت کے فتنہ کی شدت اور اس کی تباہ کاری نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ جیسے سنجیدہ مزاج کو بھی مجبور کر دیا کہ وہ اپنے طور پر اس فتنہ کے ازالہ کے لئے جو کچھ کر سکتے ہیں کریں۔ اور انھوں نے مولانا غازی پوری مدظلہ کے کاموں کو بھر پور سراہا۔

آج بے غیرت وبے حمیت قسم کے لوگ حالات اور حالات کے تقاضوں کا سہارا لے کر اپنی بے غیرتی وبے حمیتی پر رواداری کی موٹی موٹی خولیں چڑھائے ہوئے متمدن ومہذب دنیا کا فرد بننے کی کوشش کرتے ہیں، اور جو کوئی مذہب ومسلک اسلاف کے ناموس وعزت اور ان کے تقدس کے دفاع میں میدان میں آجائے اس پر آوازہ کستے ہیں۔ مخالف کا وار سہنے کی طاقت نہیں ہے، میدان میں ڈٹ جانے کا دم خم نہیں ہے تو اپنی بزدلی چھپانے کے لئے دوسروں کو بھی میدان سے ہٹ جانے کی خواہش رکھتے ہیں۔

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد دوسری اہم شخصیت مولانا معین اللہ صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔

مولانا معین اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلفیت کے فتنہ سے بے چین ومضطرب تھے اس کی خطرناکی کا ان کو پورا احساس تھا، انھوں نے دار العلوم ندوۃ العلماء کے بعض فضلاء کو اس کی طرف متوجہ بھی کیا مگر ان کی جانب سے ان کو خاطر خواہ جواب نہیں ملا، جب مولانا غازی پوری کا کام ان کے سامنے آیا تو ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا، مولانا ندوی غائبانہ مولانا غازی پوری کے لئے دعا کیا کرتے تھے، انھوں نے کئی دفعہ مولانا غازی پوری سے کہا کہ وہ

تھوڑے دنوں کے لئے ندوہ آجائیں اور ان کے پاس رہ کر سلفیت کے ردو ابطال کیلئے
چھوٹے چھوٹے رسائل تیار کردیں، ندوہ میں جب غیر مقلدین نے فتنہ برپا کیا تو مولانا معین اللہ
صاحب ندوی نے مولانا غازی پوری کو بطور خاص بلایا اور ان کا کئی پروگرام کرایا، ان حقائق
کو اگر رکن آل انڈیا پرسنل لا بورڈ صاحب جاننا چاہیں تو ندوہ کے استاذ اور مولانا معین اللہ
صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کے حاضر باش قاری ریاض صاحب سے پوچھ لیں،
ان کو معلوم ہوجائے گا کہ مولانا معین اللہ ندوی صاحب کے یہاں مولانا غازی پوری کا کیا مقام
تھا، اور وہ ان کے کاموں اور کارناموں کو کس نگاہ سے دیکھتے تھے، مولانا غازی پوری
کے نام حضرت مولانا ندوی کے بعض خطوط موجود ہیں، ان سے میں مولانا رکن آل انڈیا پرسنل لا
بورڈ کی دیدۂ بصیرت واکرنے کے لئے کچھ اقتباس نقل کروں گا۔

۸ر اگست ۲۰۰۰ء کے ایک کارڈ میں لکھتے ہیں

"اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے شایان شان جزائے خیر نصیب فرمائے۔ آپ
بہت اہم اور ضروری کام انجام دے رہے ہیں، خدا کرے کچھ اہل مخلصین
بھی آپ کا ہاتھ بٹا سکیں، بہرحال یہ عاجز اہتمام سے آپ کے لئے دعا
گو ہے اور آپ سے بھی دعا کا خواہاں ہے۔

اس تاریخ سے ایک روز پہلے کا یعنی ۷ر اگست کا بھی ایک کارڈ نظر آگیا اس میں حضرت
مولانا معین اللہ صاحب لکھتے ہیں:

"آپ نے جو کتابیں حضرت مولانا مدظلہ (علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کیلئے
ارسال کی تھیں وہ مل گئی ہیں حضرت نے انہیں پڑھا اور مسرت کا اظہار کیا اور
متعلقین کو ان کتابوں کی طرف متوجہ کیا"

۲۲ر ربیع الاول ۱۴۱۸ھ کے ایک خط میں لکھتے ہیں:

"آپ نے جن جدید کتابوں کا لکھا اس سے بھی بہت مسرت ہوئی اگر یہاں کے
مذکورہ پتہ پر ارسال فرماسکیں تو ممنون ہوں گا۔ یہاں ندوہ میں بھی بلا بد

کچھ دیکھو اس سلسلہ میں غیر مقلدین چھوٹے چھوٹے پمفلٹ شائع کرتے رہتے ہیں، سخت ضرورت اس بات کی ہے کہ کوئی چھوٹا کتابچہ جو عام فہم ہو سنجیدہ ہو بیان حل جائے تو اس کی ہندی کرا کر شائع کرایا جاسکتا ہے اس لئے کہ عام طور پر یہاں کے مسلمان اردو سے بہت کم واقف ہیں۔

مولانا غازی پوری نے ندوہ میں ایک سینیر اور بہت مؤقر استاذ کو خط لکھا کہ غیر مقلدیت کا فتنہ بہت خطرناک صورت اختیار کرتا جارہا ہے، اور چونکہ میں اکابر واسلاف اور صحابہ کرام کے بارے میں بہت حساس ہوں، اس وجہ سے جب میں لکھتا ہوں تو قلم بہت تیز ہوجاتا ہے، ضرورت ہے کہ ہماری طرف سے اس نوع کے علاوہ بھی کچھ تحریریں آجائیں۔ آپ صاحب قلم اور صاحب علم ہیں، اس وجہ سے چند چھوٹے رسائل آپ اس موضوع پر تحریر فرمادیں، تو ان کا جواب آیا :

مکرم ومحترم جناب مولانا ابوبکر صاحب زید مجدہم

مزاج شریف، کئی روز ہوئے کرم نامہ موصول ہوگیا تھا مگر میں اسی کشمکش و پیچ میں تھا کہ آپ کو کیا جواب دوں کہ جس سے آپ کے اس جذبہ کی قدر شناسی میں بھی فرق نہ آئے اور راقم کے ساتھ جو حسن ظن قائم فرمایا ہے اس کی بھی لاج رہ جائے۔

اس میں شک نہیں کہ غیر مقلدیت کا فتنہ اس وقت بہت خطرناک صورت اختیار کرتا جارہا ہے پٹرول ڈالر کی بہتات نے اسے سہ آتشہ بنادیا ہے۔ اس لئے علمی واجتہادی اختلاف کا مسئلہ نہیں رہ گیا ہے، بلکہ مالی واقتصادی بن گیا ہے۔ میں سوچا کرتا ہوں کہ اس صورت میں علمی وسنجیدہ مضامین کارآمد ہوسکتے ہیں! اس کیلئے تو ترکی بترکی جواب والا انداز ہی شاید کچھ مؤثر ہوسکے! اور آپ جانتے ہیں کہ میں اس انداز سے قطعاً ناآشنا ہوں۔ جی ہاں اب مجھے معلوم ہے کہ مولانا امین اشرف صاحب مدظلہ پر ادھر عرصے

یہ مسئلہ مستول ہے، انھوں نے متعدد بار اس کا ذکر راقم سطور سے بھی کیا ہے
اور اشارۃً و کنایتہً اس پر قلم اٹھانے کی طرف بھی متوجہ کیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔

آپ نے چونکہ اس میدان میں قدم رکھ ہی دیا ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ و
توفیقہٖ آپ کے علم و مطالعہ میں اس فرقہ کے اکابر کے وہ مواضع ضعف آگئے
ہیں جن کی اطلاع اچھے اچھے اہل علم تک کو نہیں ہے، اس لئے میرا حقیر مشورہ
یہ ہے کہ اب آپ مستقل مزاجی کے ساتھ یہ میدان سنبھالے رہئے اور قلم و زبان
کی حدت میں کمی لانے کی کوشش کریں نا ممکن الحصول چیز نہیں ہے، اگرچہ
حق کی خاطر غیظ و غضب مذموم نہیں، محمود ہے۔ کذب عدو اللہ۔ ایک ممتاز
جلیل القدر صحابی کا ایک ایسے صاحب کے بارے میں کہنا جو غیر مسلم نہیں تھے
اس کی شہادت کے لئے کافی ہے۔

ندوہ کے ایک دوسرے جلیل القدر استاذ حدیث مولانا غازی پوری سے بہت
محبت رکھتے ہیں، مولانا غازی پوری سے فرمایا کہ میں آپ کے لئے نماز تہجد میں دعا کرتا ہوں۔
تنہا اللہ آپ سے وہ کام لے رہا ہے جو دوسروں کے بس کی بات نہیں ہے۔
عارف باللہ قاری صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں معلوم نہیں وکن آل انڈیا
پرسنل لا بورڈ صاحب کیا خیال رکھتے ہیں۔ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ چند سطروں میں خطوط کا
جواب دیا کرتے تھے۔ ایک خط میں مولانا غازی پوری کو لکھتے ہیں:

"کتاب موصول ہو گئی تھی، اس کا جواب بھی میں نے تحریر کر دیا تھا۔ بہت اچھی
کتاب لکھی ہے۔ اللہ پاک اس کا بہتر اجر عطا فرمائے۔"

ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں:

"آپ کی کتاب مسائل غیر مقلدین مل گئی، کئی دن سے بیمار ہوں، صحت کے
بعد ان شاء اللہ مطالعہ کروں گا، اللہ پاک آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، ایسی

محمد اجمل مفتاحی

کتابوں کی بہت ضرورت ہے۔

ایک خط قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نقل کروں گا۔

از جامعہ عربیہ ہتورا۔ باسمہ تعالیٰ

بابت ۴ ربیع الاول

مکرمی زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛

اللہ پاک والد صاحب کے ساتھ فضل کا معاملہ فرمائے۔ احقر غازی پور بھی حاضر ہوا تھا، آپ کہیں سفر میں تشریف لے گئے تھے۔ کتاب مل گئی۔

اللہ پاک اس کو قبول فرمائے اور مخالفین کو ہدایت نصیب فرمائے۔

آپ سے گذارش کرنی تھی کہ اپنے یہاں ایک ادارہ آپ قائم کریں جس میں طلبہ کو عربی بولنے اور لکھنے کی مشق کرائی جائے یہ کام آپ وقت نکال کر خود کریں، یا اپنی نگرانی میں کرائیں۔ اس میں آپ پر کسی قسم کا بار نہ ہوگا۔ کرایہ کا کوئی مکان لے لیجئے جو طلبہ اس کے لئے جائیں وہ سارے اخراجات برداشت کریں گے۔

کئی طلبہ کو بڑے مدارس میں جہاں اس کی مشق ہوتی ہے بھیجا گیا مگر دو سال کے بعد بھی ان کے اندر کچھ استعداد نہ پیدا ہوسکی معلوم ہوا کہ اساتذہ کوئی توجہ نہیں کرتے خانہ پری ہوتی ہے، آپ کے اندر اللہ نے اچھی صلاحیت عطا فرمائی ہے اگر تھوڑا سا وقت نکال دیں تو طلبہ بہت کچھ حاصل کرسکتے ہیں۔

صدیق احمد

اہل نظر اور اہل بصیرت غور فرمائیں کہ مولانا غازی پوری کے جس کام کو مولانا رکن الدین آل انڈیا صاحب بہت حقیر اور ذلیل سمجھ رہے ہیں، اس کام کے بارے میں اور مولانا کے بارے میں اکابر اور اللہ والے کیا رائے رکھتے ہیں۔

لیکن آل انڈیا صاحب کے حق میں بہتر تو یہ تھا کہ وہ اپنی بے غیرتی دینی بے حسی اور

اس دا میں اپنے بے صلاحیت ہونے کا اعتراف کرتے اور خاموش رہتے مگر انھوں نے اپنی حد سے تجاوز کیا اور مولانا غازی پوری کے خلاف بکواس بکی اور ان کی ان خدمات پر سوالیہ نشان لگانے کی کوشش کی جن کا اعتراف ہند و پاک کے بڑے بڑے اکابر کو ہے ۔ وقت کی تنگ دامانی اور مضمون کی طوالت کا بڑھتے جانا مجھے روک رہا ہے کہ میں پاکستان اور سعودیہ کے ممتاز اہل دین اور اکابر ملت کے خطوط کو نظر انداز کر جاؤں انشاء اللہ اگر پھر کسی رکن آل انڈیا بورڈ نے اس بارے میں لب کشائی کی تو اس وقت ان کو پیش کیا جائے گا ، مگر اس موقعے سے میں ہندوستان کی مستند اور معروف دو اور شخصیتوں کے خطوط کے کچھ اقتباس مزید نقل کر دینا چاہتا ہوں، تاکہ رکن آل انڈیا صاحب کی نگاہ مزید عبرت کے لئے وا ہو اور انھوں نے مولانا غازی پوری کے کام کی تضحیک و تذلیل کرنے کا جو خوشگوار فریضہ انجام دیا ہے اس کی حقیقت ان کے لئے اور ان جیسے دوسرے لوگوں کے لئے آشکارا ہو ۔

ہندوستان کی علم و فقہ کی دنیا میں مولانا سید مفتی عبدالرحیم لاجپوری کا نام اتنا معروف و مشہور ہے کہ ان کے بارے میں کچھ مزید لکھنا آفتاب کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہے ، ان کے فتاوی کی کئی ضخیم جلدیں شائع ہو کر ہند و بیرون ہند میں پھیل چکی ہیں، مفتی صاحب ظلہ علم و فضل کے کمال کے ساتھ ساتھ ورع و تقویٰ میں بھی بے مثال شخصیت ہیں ، وہ مولانا غازی پوری کے کام کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں ۔ ان کے ایک خط کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو :

> ۔ آپ کا ارسال کردہ رجسٹری پارسل موصول ہوا جس میں آپ کی چاروں مصنفہ کتب ہیں ، آپ نے ازراہ عنایت یہ کتابیں ہدیہ ارسال کی ہیں ، احقر صمیم قلب سے شکر گزار ہے ۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء
>
> اللہ پاک آپ کی اس عظیم الشان خدمت کو قبول فرما دیں اور اپنی رضا نصیب فرما دیں ۔ اللھم آمین ۔
>
> آپ نے پوری جماعت کی طرف سے جواب دہی کا فریضہ انجام دیا ہے ، اللہ پاک پوری جماعت کی طرف سے آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں ۔ حقیقت یہی ہے

کہ آپ ہم سب کی طرف سے قابلِ صد مبارکباد اور قابلِ صد شکر ہیں،
اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ہمت اور قوت عطا فرمائیں اور مزید حوصلے
نصیب فرمائیں۔

آپ نے جو بات لکھی ہے کہ "پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے اور ہماری خاموشی
نے غیر مقلدوں کی جرأت میں اضافہ کر دیا ہے" بالکل صحیح ہے اور آپ نے
وقت کی بہت بڑی ضرورت کو پوری فرمایا ہے اور بر وقت آپ نے
اسی ضروری کام کی طرف توجہ فرمائی ہے، احقر دل سے آپ کے لئے دعا
کرتا ہے، اللہ پاک آپ کی تمام کتابوں کو بے حد مفید و نافع بنائیں
اور لوگوں کو حق اور صحیح بات سمجھنے، حالات اور زمانہ کے تقاضا کا بہت
زیادہ احساس رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں اور آپ کی خوب خوب مدد فرمائیں۔
(آمین)

مولانا عتیق احمد بستوی صاحب ان سطروں کو غور سے پڑھیں اور حضرت مفتی صاحب
کی مولانا غازی پوری کے کام سے بے پایاں خوشی کا اندازہ لگائیں اور پھر انھوں نے مولانا
غازی پوری کے بارے میں جو ہرزہ سرائی کی ہے اس کی معنویت پر غور کریں، اگر ان کے
لئے سعادت مقدر ہوگی تو وہ اپنی ان باتوں سے رجوع کریں گے۔ اور مولانا غازی پوری
کے بارے میں اکابر و اسلاف کے ہم زبان ہو جائیں گے۔

مولانا غازی پوری کی کتابیں پڑھ کر حضرت مفتی صاحب بے حد متاثر ہوئے اور
انھوں نے علمائے گجرات کے نام ایک خط لکھا اور اسے گجرات کے تمام مدارس کو بھیجا اس خط
میں حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

محترم و مکرم حضرت مولانا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا، میں بھی بخیر ہوں، اور طالب دعا ہوں
عرض اینکہ۔ غیر مقلدیت۔ عصر حاضر کا عظیم فتنہ بنتا جا رہا ہے، علماء کرام

کو اس کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس سلسلہ میں مولانا محمد ابوبکر قاسمی غازی پوری صاحب دامت فیوضہٗ (سابق استاذ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل) نے چار کتابیں تصنیف کی ہیں جو رد غیر مقلدیت میں بڑی مفید اور نافع ثابت ہو رہی ہیں اور ان کا یہ سلسلہ جاری ہے۔

میں سمجھتا ہوں مولانا محمد ابوبکرؔ نے بہت بڑی خدمت کی ہے اور مولانا پوری جماعت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا، اور لائق صد شکر ہیں اللہ تعالیٰ موصوف کو ہم سب کی طرف سے اجر عظیم عطا فرمائیں اور مزید خدمت کی توفیق مرحمت فرمائیں اور حوصلہ عطا فرمائیں مفید اور نافع بنائیں۔

مولانا کی ہمت اور حوصلہ افزائی اور تعاون کی سخت ضرورت ہے تاکہ مولانا اپنے پروگرام کو پوری تندہی اور بلند حوصلوں کے ساتھ جاری رکھ سکیں۔

بزرگوں کی ان تحریروں میں بار بار یہ کہا جا رہا ہے کہ مولانا غازی پوری صاحب نے پوری جماعت کی طرف سے یہ کفارہ ادا کیا ہے۔ اور اس پر یہ بزرگ ان کو دعائیں دے رہے ہیں خوشی کا اظہار کر رہے ہیں، اور اس کے برخلاف مولانا عتیق احمد صاحب کا ارشاد گرامی یہ ہے کہ

”مولانا ابوبکر صاحب کے مضمون سے یہ تاثر ملتا ہے کہ گویا بزعم خود وہ قاسمیت اور مسلک دارالعلوم دیوبند کے سب سے بڑے وکیل و ترجمان و شارح ہیں، فکر قاسمی اور مسلک دارالعلوم دیوبند کی عدد دار بعہ کو بس وہی جانتے ہیں“[1]

---

(۱) جی نہیں آپ بھی جانتے ہیں اسی لئے ائمہ دین فقہائے اسلام اولیائے کرام اور صحابہ عظام اور خلفائے راشدین کی شان میں گستاخ لوگوں کے ساتھ کاندھے سے کاندھا ملاکر چلتے ہیں۔

ایک طرف مولانا غازی پوری کے بارے میں اکابر کے وہ تحسینی کلمات ہیں اور انکی دعائیں ہیں اور دوسری طرف مولانا عتیق احمد کی مولانا غازی پوری کے بارے میں یہ تحریر ہے، اب کیا کہا جائے یہی ناکہ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے۔

مولانا عتیق احمد نے اپنی اس تحریر میں کئی جگہ مولانا اسعد صاحب مدنی دامت برکاتہم کا بھی نام لیا ہے، تو اب آپ دیکھئے کہ مولانا غازی پوری اور ان کے کام کے بارے میں مولانا مدنی کا کیا تاثر ہے، اخیر کی چند سطروں کو چھوڑ کر میں مولانا مدنی کا پورا خط نقل کرتا ہوں۔

باسمہ تعالیٰ

مدنی منزل دیوبند

۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج بخیر ہوں گے۔ سفر سے واپسی کے بعد آنجناب کی علمی کاوش، مسائل غیر مقلدین کتاب وسنت اور مذہب جمہور کے آئینہ میں، نظر نواز ہوئی، ابتدائی صفحات کے مطالعہ ہی سے اندازہ ہو گیا کہ جناب نے اس کتاب کی جمع وترتیب میں اپنی پہلی کتاب **وقفۃ مع اللامذھبیۃ** کی طرح ماخذ ومصادر کی تلاش وتحقیق میں علمی ذمہ داریوں کا پورا لحاظ رکھا ہے۔

فرقہ غیر مقلدین کے وہ مسائل جو کتاب وسنت اور سواد اعظم کے خلاف ہیں اور جنھیں اس فرقہ کے علماء نے راز ہائے سربستہ کی طرح عامۃ المسلمین کی نظروں سے چھپا رکھا تھا اور اس غرض سے وہ کتابیں جن میں یہ مسائل مذکور ہیں عرصہ سے ان کی نشر واشاعت بند کر رکھی ہے، آپ نے ان کی قدیم ومستند ومعتبر کتابوں سے ان مسائل کو نکال کر اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ جس سے اس گروہ کی اصل حقیقت سمجھنے میں اردو داں طبقہ کو بھی سہولت ہوگی اور اس گروہ کا اصل چہرہ عام مسلمانوں پر آشکارا ہو جائیگا۔

ادھر چند سالوں سے غیر مقلدین کے بعض حلقوں سے اہل سنت والجماعت
بالخصوص علمائے دیوبند کے خلاف جس شدت کے ساتھ زہر افشانیاں
کی جا رہی ہیں خدا کرے آپ کی یہ تازہ جدوجہد ان کے لئے تریاق بن جائے
اور جواب ترکی بترکی کا صحیح مصداق ہو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اس سعی کو مشکور فرمائے اور دین و اہل دین
کی خدمت کی بیش از بیش توفیق مرحمت کرے۔

(مولانا) اسعد غفرلہٗ

از مدنی منزل مولانا مدنی روڈ دیوبند یوپی

مولانا عتیق احمد صاحب لکھتے ہیں۔

انصاف شرط ہے

مجمع الفقہ الاسلامی الہند (اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا) کے
ذریعہ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحب (اللہ تعالیٰ ان کی عمر اور صحت میں
برکت عطا فرمائے) جو عظیم الشان علمی و دینی کارنامہ انجام دے رہے ہیں اس کی افادیت
اور قدر و قیمت کا اعتراف ہند و بیرون ہند کے سنجیدہ علمی حلقے برابر کر رہے ہیں۔

اگر مولانا عتیق احمد کی یہ بات کسی بھی درجہ میں سچ ہے، اور اس میں ذرا بھی وزن
ہے، تو مولانا غازی پوری کے کام کی تحسین وتائید میں جن اکابر و بزرگوں نے (اگر مولانا
ان کو سنجیدہ علمی حلقوں کا آدمی سمجھتے ہیں) خطوط لکھے ہیں، ان میں سے کسی ایک فرد کا بھی
مجمع الفقہ کے علمی و دینی کارناموں کی تحسین وتائید میں ایک دو خط نقل کردیں، مولانا عتیق صاحب
کے بس کی یہ بات نہیں ہے، اور ان کا یہ کلام سراسر جھوٹ اور فریب ہے، ہمارے معتمد اور
متفق علیہ بزرگوں میں سے کسی نے بھی آوارہ مزاجی کے کسی کام کو کبھی پسند نہیں کیا ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ فقہ اکیڈمی کے کاموں کی تعریف کرنے والے نہ ہوں گے، یقیناً ہوں گے
مگر وہ ماڈرن اسلام اور ماڈرن اذہان کے لوگ ہوں گے، ان میں سے ایک بھی، مولانا علی میاں
مولانا معین اللہ ندوی، حضرت قاری صدیق احمد، مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری اور مولانا اسعد

کی صف کا آدمی نہیں ہوگا۔

اور میں یہ یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ اکابر اور بزرگوں کی وہ دعائیں جو مولانا قاضی صاحب کو ان کے کام کی وجہ سے حاصل ہوئی ہیں، یہ دعائیں فقہ اکیڈمی سے متعلق کسی بھی فرد کو حاصل نہیں ہوئی ہوں گی۔

مولانا عتیق احمد صاحب فقہ اکیڈمی کی کامیابیوں کے بیان میں فرماتے ہیں کہ

"اکیڈمی کے کارناموں کا منہ بولتا ثبوت اس کے شائع کردہ ایک درجن سے زائد ضخیم فقہی مجلے، سیاہی بحث و نظر کی فائلیں اور اکیڈمی کی دیگر مطبوعات ہیں"

لاکھوں روپیہ سمیناروں اور فقہ اکیڈمی پر خرچ کرنے کے بعد، فقہ اکیڈمی کے کارناموں کا زندہ ثبوت یہی چند فقہی مجلے اور بحث و نظر کی فائلیں ہیں اور چند مطبوعات ہیں، دس گیارہ سال کی طویل مدت کو دیکھئے اور سمیناروں اور فقہ اکیڈمی پر خرچ ہونے والے لاکھوں کے سرمایہ کو دیکھئے اور فقہ اکیڈمی کے ان کارناموں کو دیکھئے جن کا بیان مولانا عتیق احمد بڑے فخر سے کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ کارنامے تو ایسے ہیں کہ مولانا عتیق احمد صاحب پڑھیں۔

بعد مرنے کے میرے گھر سے یہ ساماں نکلا

مولانا عتیق احمد صاحب فرماتے ہیں کہ:

"فقہ اکیڈمی کے سمیناروں میں ہمیشہ اس کا اہتمام کیا گیا کہ مذاکرات اور مباحثات خالص علمی فضا میں پوری آزادی کے ساتھ ہوں کسی طے شدہ رائے کو مسلط کرنے کی کوشش نہ کی جائے"

خط کشیدہ عبارت خالص جھوٹ ہے، جس کو رکن آل انڈیا بورڈ نے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے نام پر بولا ہے۔

مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب بنارسی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بنارس رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند نے ان سمیناروں سے کنارہ کشی اس وجہ سے بھی اختیار کر لی کہ بنگلور والے ایک ہی سمینار میں شرکت کرنے کے بعد ان کو اس کا احساس ہو گیا تھا کہ ایک رائے پہلے سے طے

کرلی جاتی ہے اور پھر اس کو مسلط کرنے کے لئے فضا ہموار کی جاتی ہے، اگر اس بات میں کسی کو شک ہو تو مولانا ابوالقاسم صاحب سے رابطہ کر کے معلوم کر سکتا ہے، ہمارے نزدیک مفتی ابوالقاسم صاحب مولانا عتیق احمد سے زیادہ ثقہ و معتبر ہیں۔

اور جو رائے مفتی ابوالقاسم صاحب کی ہے وہی رائے مولانا اعجاز احمد اعظمی مدیر مجلہ دلسُوز اور مفتی اشفاق سرائے میر اور مفتی عبدالقدوس رومی اور مولانا افضال صاحب وغیرہ کی بھی ہے، ان حضرات سے رابطہ قائم کر کے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

مولانا عتیق احمد صاحب قاسمی فرماتے ہیں کہ اختلاف ائمہ کی شرعی حیثیت کے موضوع کو بارہویں فقہی سیمینار کے موضوعات میں شامل کیا گیا اور اہلحدیث علماء کو بھی اس موضوع پر اظہار خیال کے لئے دعوت دی گئی اور الحمد للہ بارہویں فقہی سیمینار میں اس موضوع پر بہت مفید اور نتیجہ خیز مذاکرہ اور نشست رہی۔

ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا اختلاف ائمہ کا موضوع اور اس کی شرعی حیثیت غیر طے شدہ مسئلہ تھا کہ اس پر مذاکرہ اور نشست کی ضرورت پڑی، اس موضوع پر آخر بحث کی کیا ضرورت تھی علماء کے مابین خلیج پیدا کرنے کا ذریعہ تو آپ حضرات بن رہے ہیں اور اپنے اس گناہ کا الزام دوسروں کو دے رہے ہیں، اسی کو تو مولانا افضال صاحب نے کہا ہے کہ چھوٹے چھوٹے منہ سے بڑی بڑی باتیں سننا رہا۔

دوسرا ہمارا یہ سوال ہے کہ کیا اہلحدیثوں کی ذہنیت ائمہ کے بارے میں بدل گئی اگر بدل گئی ہو تو ذرا اس کا ثبوت فراہم فرما دیں۔

مولانا عتیق احمد صاحب نے بڑے فخر سے اختلاف ائمہ کے بارے میں سیمینار میں منظور شدہ تجاویز کا ذکر کیا ہے اور اس کو نقل بھی فرمایا ہے، حالانکہ اس کا نمبر ایک اور نمبر دو اور نمبر ۳ اور نمبر ۴ اور نمبر ۵ ان نمبروں میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کا تفصیلی بیان ہمارے بزرگوں کی کتابوں میں پہلے ہی سے موجود ہے، تو آپ نے اس قسم کی تجاویز منظور کر کے کون سا تیر مار لیا۔ کیا آپ نے ان نمبروں میں کوئی ایسی بات کہی ہے جس کا ذکر فقہ اور فتاوی کی کتابوں

میں نہیں ہے ۔ اور جس کا علم علماء کو نہیں ہے ؟ اس تجویز کے نمبر ۲ میں فرمایا گیا ہے ۔

" عامی جو کتاب و سنت اور دلائل شرعیہ سے واقف نہیں ہے اس کیلئے
ما و عمل یہ ہے کہ وہ کسی معتمد و مستند عالم دین سے مسئلہ شرعی معلوم کرکے
اس پر عمل کرے "

تجویز کے اس حصہ میں غیر مقلدیت کی روح بول رہی ہے ، اور یہ وہی بات ہے جو غیر مقلدین کہتے ہیں ، بلکہ غیر مقلدین تو اس سے بھی آگے بڑھ کر عامی کے لئے کسی عالم کی تقلید کو واجب بتلاتے ہیں ، معیار الحق میں میاں صاحب دہلوی نے اور سبیل الرسول میں مولانا حکیم صادق سیالکوٹی نے اس کو بہت وضاحت سے بیان کیا ہے ، جو غیر مقلدین کہتے ہیں وہی فقہی سیمینار میں بھی پیش کیا جا رہا ہے ۔ اور دعویٰ یہ ہے کہ ہم اکابر و اسلاف کی راہ پر ہیں ۔

ذرا عتیق احمد صاحب بستوی رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ بتلائیں کہ ان کا شمار عامی میں ہے یا غیر عامی میں ، اور ان کے لئے ائمہ کی تقلید واجب ہے یا نہیں ۔ اور معین کی واجب ہے کہ غیر معین کی ۔ ؟

فقہی سیمینار کی اسی قسم کی وہ باتیں ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان سے اباحیت کو بڑھاوا ملتا ہے ۔ عامی کی قید لگا کر اولاً تو سیمینار کے شرکاء نے اپنے کو تقلید کے بندھن سے آزاد ہونے کا جواز پیدا کر لیا ، اس لئے کہ یہ شرکاء عامی نہیں ہیں ۔

دوسرے یہ کہ عامی کے لئے بھی کسی معین مذہب کے عالم اور مفتی کی قید نہیں لگائی گئی جس کا مطلب یہ ہے کہ جس عامی کا جب جی چاہا حنفی سے مسئلہ معلوم کر لیا اور جب جی چاہا شافعی سے مسئلہ معلوم کر لیا اور جب جی چاہا مالکی اور حنبلی سے مسئلہ معلوم کر لیا اور جب طبیعت اباحیت پسند ہوئی تو غیر مقلدین سے مسئلہ معلوم کر لیا ۔ اور اس طرح دین اور شریعت کو چوں چوں کا مربہ اور بچوں کا کھیل بنا لیا گیا ، دین و شریعت میں ان سیمیناروں نے تلفیق کا چور دروازہ کھول دیا ہے جس کا احساس بہت سے شرکاء سیمینار اور بابصیرت علماء کو پہلے ہی ہو گیا تھا ۔

مولانا عتیق احمد بستوی تا سی خدا کو حاضر و ناظر جان کر بتلائیں کہ کیا ہمارے اکابر

کی یہی سوچ اور یہی فکر تھا، اور کیا اسی سوچ کا نام دیوبندیت و قاسمیت ہے اور کیا ہمارے فقہائے کرام نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

افسوس جس چیز کو ہمارے فقہاء نے بلکہ تمام مذاہب کے فقہاء نے حرام اور ناجائز لکھا ہے اسی حرام اور ناجائز امر کو فقہی سیمینار میں حلال اور جائز کیا جارہا ہے، اور اس پہ مولانا عتیق احمد بستوی پھولے نہیں سمارہے ہیں۔

فقہی سیمینار والے اپنی خداداد فقہی بصیرت کا ثبوت دینے کے لئے ایسے مسائل بھی اٹھاتے ہیں جو پہلے سے طے شدہ اور جن کا شرعی حکم بہت واضح ہے، مگر پرسکون فضا میں تموج کیسے پیدا ہو جب تک کہ طے شدہ اور واضح حکم والے مسائل کو بھی انگلیوں سے کھرچا نہ جائے، چنانچہ طلاق سکران کا مسئلہ بھی اس فقہی سیمینار میں اٹھایا گیا، اور بلاوجہ علماء کے مابین نزاع کی صورت پیدا کرکے ان کے قلوب کو ایک دوسرے سے دور کیا گیا اور ان کے مابین خلیج کو وسعت دی گئی۔

ہندوستان کے دارالافتاء گواہ ہیں کہ طلاق سکران کا شاید و باید ہی کبھی کوئی فتویٰ مفتیان دارالافتاء کے پاس آیا ہو، یہ وقت حاضر کا کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا مگر فقہی سیمینار والوں نے محض نئے نئے موضوع ڈھونڈنے کے جوش میں تاکہ ان فقہی سیمیناروں کی رونق باقی رہے، بارہویں فقہی سیمینار میں اس مسئلہ کو بھی موضوع بحث بنایا، اور ہندوستان کی فضا علماء کے اختلافات سے گونج اٹھی اور جاہلوں کو ہنسنے کا موقع ملا اور غیروں نے تالیاں بجائیں، اور یہ مسئلہ قومی پریس کی خوب خوب زینت بنا۔

اور اب جب جگ ہنسائی ہو چکی تو مولانا عتیق احمد صاحب اس کی وضاحت اور صفائی کے لئے تشریف لاتے ہیں، اور وضاحتی کتابچہ مرتب کررہے ہیں، یعنی جب سانپ بل میں چلا گیا تو اس کی لکیر پر لاٹھی پیٹ رہے ہیں۔ یہ حرکت کئی سیمیناروں کے بعد کی جاچکی ہے۔

مولانا مفتی عبدالقدوس رومی نے اس خدشہ کا اظہار کیا ہے کہ فقہی سیمینار کے پردہ

میں ایک نیا فقہ مرتب کرنے کی طرح ڈالی جارہی ہے ، اس بات پر مولانا عتیق احمد بستوی نے اپنی سخت برہمی کا اظہار کیا ہے ۔ مگر حقیقت کا چھپانا بہت مشکل ہوتا ہے ، اور وہ کسی نہ کسی طرح پردے باہر ہو ہی جاتی ہے ، مولانا عتیق احمد صاحب کے اس مضمون میں اس کا اظہار یوں ہوا ہے ، مولانا بستوی فرماتے ہیں ۔

جس کام کی اہمیت وعظمت ابھی مولانا غازی پوری کی سمجھ میں نہیں آرہی ہے تو اس میں کوئی حیرت واستعجاب کی بات نہیں ہے ۔ امام ابو حنیفہ نے ایک نئے طرز پر جب فقہ اسلامی کی تدوین وتشکیل کا عمل شروع کیا تو غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کی بنا پر ان کے بارے میں کیا کچھ نہیں کہا گیا ۔

یعنی بقول مولانا عتیق احمد بستوی مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے ذریعہ اسی طرح کا ایک فقہ مرتب فرمارہے ہیں جس طرح کا فقہ امام اعظم ابو حنیفہ نے مرتب ومدون فرمایا تھا ۔ اور جس طرح امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرتب ومدون فقہ کی افادیت وعظمت کا احساس لوگوں کو بعد میں ہوا اگرچہ شروع میں ان کے اس کام پر بڑے اعتراضات ہوئے تھے ، اسی طرح مولانا قاضی مجاہد الاسلام مدظلہ بانی اسلامک فقہ اکیڈمی کے مرتب ومدون فقہ کا اعتراف لوگوں کو بعد میں ہوگا اگرچہ کم فہم اور بدفہم غازی پوری قسم کے لوگ آج اسلامک فقہ اکیڈمی کے کارناموں کو تحسین کی نظر سے نہ دیکھ رہے ہیں ، مگر وہ دن دور نہیں جب مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب اور ان کے ہم نواؤں اور ہم گروں کی کوشش سے مدون پانچویں فقہ کا وجود عمل میں آجائے گا تب اس کی عظمت سے لوگوں کی آنکھیں روشن ہوں گی اور وہ فقہ اسلامی جدید کی خاص بات ہے کیا ہے تو اس کا نشان مولانا عتیق احمد صاحب کی اس بات سے پتہ چلتا ہے ، فرماتے ہیں :

ہاں یہ بات بہت صفائی سے عرض ہے کہ اسلامک فقہ اکیڈمی صرف فقہ حنفی کو اسلامی فقہ نہیں مانتی بلکہ سارے مشہور فقہی مسالک (مالکی شافعی وغیرہ) کو اسلامی فقہ مانتی ہے اسلئے کسی خاص مسلک کے کسی خاص مسئلہ میں امت مسلمہ

یا اس کے کسی بڑے طبقہ کے لئے غیر معمولی ضیق و حرج پیدا ہونے کی صورت
میں دوسرے مسلک کی فقہی رائے کو اختیار کرنے کو درست سمجھتی ہے ۔
اور اس طرح ایک چوں چوں کا مربہ فقہ اسلامی کے نام سے تیار ہو رہا ہے ، جس کی تیاری
میں عتیق احمد بستوی جیسے مجتہدین ، ماہران کتاب و سنت اور اجتہاد کے تمام شرائط کے
حاملین اپنی اپنی اپنی بھر پور صلاحیتیں صرف کر رہے ہیں ۔

مولانا مفتی عبد القدوس رومی صاحب کو جو خدشہ اور کھٹکا لگا ہے ، مولانا عتیق احمد
بستوی کی اس بات سے اس کی مزید تقویت ہو رہی ہے ۔ فقہی سمینار اور اسلامک فقہ اکیڈمی
والوں پر جماعت اسلامی کا رنگ کس طرح سے چڑھ رہا ہے تو اس کا اندازہ لگانے کے لئے مولانا
عتیق احمد بستوی کے کلام کا یہ نمونہ کافی ہے ۔

مولانا مفتی عبد القدوس رومی صاحب کے بارے میں نقد کرتے ہوئے اپنے مخصوص طنز
کے لب و لہجہ میں فرماتے ہیں ،

" ان کی (مولانا رومی) زندگی " تفہیم القرآن " سمجھنے کی کوشش میں گذری ، جماعت اسلامی
کا پوسٹ مارٹم ان کا محبوب مشغلہ رہا ، جماعت اسلامی سے انھیں اس حد تک الرجی
ہو گئی کہ اس مرکب نام کے مفردات کو بھی وہ شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھنے لگے ۔

اب اخیر میں ایک بات عرض کر کے اپنی بات ختم کرتا ہوں ، مولانا عتیق احمد بستوی نے
جس زبان اور جس انداز اور جس لب و لہجہ میں یہ کتابچہ مرتب کیا ہے اور اپنے اساتذہ کے
صف اول اپنے والد کی عمر کے بعض لوگوں کے بارے میں جس قسم کی زبان استعمال کی ہے اور
ان کو اپنے استہزاء اور تمسخر کا نشانہ بنایا ہے ، اور ان کے علمی مقام کا جس طرح مذاق اڑایا ہے
اس کے بعد ان کو کوئی حق نہیں پہونچتا کہ وہ قاضی مجاہد الاسلام صاحب کے بارے میں مولانا
غازی پوری یا کسی اور کے لب و لہجہ کی درشتگی یا کرختگی کا شکوہ کریں ۔

محمد اجمل مفتاحی

حج اخوتِ اسلامی کا پیغام ہے

از حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی

حج اسلام کا چوتھا رکن ہے اور ہر استطاعت رکھنے والے مسلمان پر عمر میں ایک دفعہ فرض ہے۔ یہ دنیائے اسلام کی روحانی شہنشاہی کا وہ دربارِ عام ہے جس میں ہر سال وہ درباری شریک ہوتے ہیں جن کو توفیق الٰہی زمین کے گوشے گوشے سے کھینچ کر عرفات کے میدان میں جمع کر دیتی ہے۔ اسلام کا یہ دربارِ عام اخوتِ اسلامی کا پیغام ہے۔ تمام اونچے نیچے، گدا و شاہ، امیر و غریب سب ایک جگہ ایک لباس، ایک حالت، ایک کیفیت میں سر برہنہ ایک چادر میں لپٹے لبیک اللّٰھم لبیک پکارتے ہیں یعنی آقا کی پکار پر بندوں کی طرف سے حاضری و حضوری کا شور برپا ہوتا ہے۔ یہ اس اجتماع کا سماں ہوتا ہے جو آدم علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے عہد میں کرتے آئے ہیں۔ اس مقدس سرزمین میں ہر جا کہ نبوت نے والہانہ قدم رکھا ہے اور وہیں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے زمانے میں انبیاء کی مثالی صورتیں چلتی پھرتی نظر آ رہی ہیں، کس قدر خوش قسمت ہیں وہ انسان جن کو اپنی عمر میں کم از کم ایک دفعہ ان مقدس مقامات کی حاضری و مشاہدہ انبیاء کی زیارت کی شرف یابی نصیب ہوتی ہے۔

مسلمان جو روئے زمین پر پراگندہ اور دنیا کے بڑے بڑے خطوں اور جزیروں میں منتشر ملکوں اور شہروں میں پھیلے اور پہاڑوں اور صحراؤں اور ریگستانوں میں بچھڑے ہوئے ہیں سال میں ایک دفعہ وہ دن آتا ہے جب ہر گوشے سے ان کے نمائندے دریاؤں اور صحراؤں کو طے کر کے اس خشک اور بنجر

سرزمین میں جس کو صرف رحمتِ الٰہی کے چھینٹے سیراب کرتے ہیں جمع ہوتے ہیں اور دیکھنے والے کو امت محمدی کی موجودہ حالت اور کیفیت ایک نظر میں معلوم ہوتی ہے۔ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝ لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ (حج ۴۰) اور اے ابراہیمؑ) لوگوں میں حج کی پکار پکار دے لوگ تیرے پاس پیادہ آئیں گے اور (مشقتِ سفر سے) دبلی پتلی سواریوں پر جو ہر دور دراز سے آئیں گی تاکہ وہ اپنے فائدوں کے مقاموں میں حاضر ہوں اور چند مقررہ ایام میں خدا کا نام لیں۔

جلوۂ طور

عشق کے بازار میں جب یہ صلائے عام دی گئی اس وقت سے لیکر آج تک سالانہ لبیک کی جوابی آوازیں برابر دنیا کے کانوں میں آ رہی ہیں۔ اب یہ دور ہمارے زمانے تک پہنچا ہے اور اب ہم پر فرض ہے کہ اس ربانی پکار کی آواز کو سنیں اور لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ کہتے ہوئے ہر دور دراز راستے سے اجتماعی و ملی و روحانی منافع کے مقامات میں حاضری دیں اور چند مقررہ دنوں میں فاران کی چوٹیوں پر چڑھ کر طور کا جلوہ دیکھیں۔ خاتم نبوت صلے اللہ علیہ وسلم کی آخرین امت کو جو قیامت کے اندر رحمت کی حامل و نگہبان بنائی گئی ہے یہ حکم ملا ہے وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ خانہ کعبہ کا حج فرض کرتا ہے جس کو وہاں تک جانے کی استطاعت ہو۔

اس حکم نے ملت حنیفی کی اس آخری امت پر جس کا نام مسلمان ہے حج کو قیامت تک کے لئے فرض کر دیا ہے۔ ہر مسلمان پر جو صحیح و تندرست ہے اور جس کے پاس اتنا سرمایہ ہے کہ اپنی غیر حاضری میں اہل و عیال کے گذارے کا سامان کر کے سفر حج کے مصارف اٹھا سکتا ہے۔ عمر میں ایک دفعہ اس فرض کا ادا کرنا ضروری ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ خداوندا جو تیری راہ میں چل کر اس فرض کو ادا کریں ان کے گناہ تیرے دربار سے معاف ہوں وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (بقرہ) اور

(اے خدا) ہم کو ہمارے حج کے دستور اور قاعدے دکھا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع ہو۔ بیشک تو ہی رحمت کے ساتھ بندوں پر رجوع ہونے والا اور ان پر رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی دوسری دعاؤں کے ساتھ یہ دعا بھی قبول ہوئی۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عن ابی ھریرۃ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من حج فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ (بخاری ومسلم) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ جس نے حج کیا اور اس میں گناہ کا مرتکب نہیں ہوا تو وہ اس طرح گناہوں سے پاک ہو کر لوٹا جیسا وہ اس دن تھا جب اس کی ماں نے اس کو جنا۔

دینی ودنیوی فوائد

جس طرح آگ کی بھٹی دھاتوں کی میل کچیل کو شاکران کو نکھار دیتی ہے اسی طرح حج کی بھٹی گناہوں کے میل کچیل کو جلا کر مسلمان کو پاک کر دیتی ہے اور اس کو بے سفر چست و چالاک تجربہ کار بنا کر تجارت اور کام کا شائق کر کے بابرکت بنا دیتی ہے جس سے اس کی محتاجی دور ہو جاتی ہے۔

عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تابعوا الحج والعمرۃ فانھما ینفیان الفقر والذنوب کما ینفی الکیر خبث الحدید والذھب والفضۃ ولیس للحجۃ المبرورۃ ثواب الا الجنۃ (ترمذی) عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ یکے بعد دیگرے کیا کرو۔ کہ یہ دونوں محتاجی اور گناہوں کو ایسا صاف کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل کو اور نیکی سے بھرے ہوئے حج کا ثواب جنت ہی ہے۔

عرفات کے میدان میں جب لاکھوں بندگان خدا کھلے سر، گرد وغبار میں اٹے، چادریں لپیٹے، چلچلاتی دھوپ میں کھڑے، ہاتھ پھیلائے۔ حسرت وندامت کے آنسو بہاتے ہوئے بارگاہ بے نیازی میں توبہ واستغفار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے دریائے رحمت میں وہ جوش

وخروش ہوتا ہے کہ گناہوں کا خس وخاشاک اس کے سیلاب میں بہہ جاتا ہے قالت عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من یوم اکثر من یعتق اللہ فیہ عبدا من النار من یوم عرفۃ وانہ لیدنوا ثم یباھی بھم الملائکۃ فیقول ما اراد ھؤلاء (مسلم) عائشہ کہتی ہیں کہ خدا کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرفہ کے دن سے بڑھ کر کوئی دوسرا دن نہیں جس میں اللہ بندے کو دوزخ سے آزاد کرتا ہو وہ اس دن نزدیک آتا ہے پھر فرشتوں کے سامنے اپنے ان بندوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ میری خوشنودی کے سوا یہ اور کیا چاہتے ہیں۔

اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر کھڑی کی گئی ہے۔ ان میں سے ایک حج بھی ہے عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان (بخاری)۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے اس کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز درست کرنا۔ زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور رمضان کے روزہ رکھنا۔

دردناک وعید

بیت اللہ دین محمدی کی سلطنت کا پایہ تخت ہے۔ یہی وہ جغرافیائی مرکز ہے جو تمام عالم کے مسلمانوں کو ان کے انتشار وپراگندگی اور پھیلاؤ کے باوجود سال میں ایک دفعہ اپنے دامن میں سمیٹ کر وحدت قومی کے نقطہ پر جمع کر دیتا ہے اسی لئے اس بیت اللہ کا حج کفر وایمان کے درمیان حد فاصل ہے۔ جس کو اس درگاہ سے روگردانی ہو وہ دین محمدی کے دائرے سے باہر ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ (بقرہ ۱۰) اور ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ خانہ کعبہ کا حج فرض کرتا ہے جو وہاں تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو کفر (انکار) کرے تو اللہ دنیا جہان سے بے نیاز ہے۔

استطاعت کے باوجود حج کے ادا کرنے سے روگردان ہونے کو اللہ تعالیٰ نے ۔کفر۔ فرمایا ہے اور وعید فرمائی ہے کہ اس پتھر اور چونے سے بنے ہوئے گھر میں جا کر حج کے مراسم ادا کرنے سے کچھ اس کی ذات اقدس میں برتری نہیں ہوتی ہے بلکہ جو کچھ ہے وہ تمہارے لئے ہے ۔ چنانچہ اس آیت پاک کی تشریح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ یوں فرماتے ہیں ۔ عن علی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من ملک زادًا وراحلۃ تبلغہ الی بیت اللّٰہ ولم یحج فلا علیہ ان یموت یھودیا او نصرانیا (ترمذی) علیؓ سے روایت ہے کہ فرمایا خدا کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے جو زاد سفر اور اس سواری کا مالک ہو جو اس کو خانہ کعبہ تک پہنچادے اور حج نہ کرے تو اس پر کچھ نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر ۔ یعنی اس ابراہیمی مرکز عبادت کا تعلق ہی ایک ایسی چیز ہے جو مسلمان کو یہودی و عیسائی سے علیحدہ و ممتاز کرتا ہے اب آج ان احکام کو سامنے رکھ کر ان صاحب استطاعت مسلمانوں کو غور کرنا چاہیئے جو ہنوز اس فرض سے سبکدوش نہیں ہوئے کہ آیا وہ مسلمان رہ کر مرنا چاہتے ہیں یا یہودی و عیسائی ہو کر جو آغاز اسلام کے اس قبلہ کو ویران اور دین محمدی کے اس مرکز کو بے نشان کریں ۔

مسلمانو ، اٹھو ! اور اس فرض کو جو آدمؑ سے لے کر ابراہیمؑ اور ابراہیمؑ سے لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک ادا ہوتا رہا ہے ۔ اس کو ادا کریں اور ان مشاہدات کی زیارت اور ادائے مناسک سے دیدہ و دل کو پر نور و مسرور کریں جو انبیاء علیہم السلام کی یادگاریں اور شعائر اسلامی کی تعظیمیں ہیں اور قبول و استجابت کے مکان و محل میں چلیں کہ بیت اللہ صفا و مروہ ، میزاب و مشعر حرام ، عرفات و مزدلفہ میں کھڑے ہو ہو کر اپنی مغفرت کی دعا کریں اور قوم و ملت کی فلاح کی تدبیریں سوچیں ۔ اور ان پہاڑیوں کو دیکھیں جہاں خدا کے رسول نے محبت کی قربانی کی اس گھر میں دوگانہ ادا کریں جس کے معمار و مزدور دو مقدس رسول تھے جہاں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زندگی پائی ۔ انھوں نے ظہور کیا ۔ قرآن نازل ہوا ۔ رسول گویا ہوئے فرشتے اترے ۔ جبرئیل پیغام لائے وغیرہ ۔ زندگی کا اعتبار نہیں ، مال

و دولت کا بھروسہ نہیں جو دم ہے غنیمت ہے جو موقع آج ہے اس کے کل کے سوچنے کی مہلت نہیں اس سے پہلے کہ آخرت کا سفر در پیش ہو۔ اس فریضے کے سفر سے سبکدوشی ہو جائے ۔ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ ۔ اَلْحَمْدُ لَکَ وَالشُّکْرُ لَکَ ۔

صـ ۲ کا بقیہ :۔

باپ ۔ بیٹا دیکھو، بہت راز کی بات ہے، کوئی اور د جاننے پائے اس وقت ہماری ڈپلومیسی یعنی ہماری سیاست، یعنی ہمارا مذہبی حرکت یہ ہوگی کہ ہم اپنے جلیل القدر عالم حکیم مولانا فیض عالم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے یہ کہیں گے اور صاف صاف اعلان کریں گے کہ :

"مالکی مذہب سرے سے کوئی مذہب ہی نہیں ہے یہ یاران طریقت کا خود ساختہ مذہب ہے" (اختلاف امت کا المیہ صـ ۳۲)

بیٹا ۔ ابا جی اتنا بڑا فراڈ کر کے اور اتنا زبردست جھوٹ بول کر ہم اپنا کھانا ہضم کر سکیں گے؟

باپ ۔ کریں گے بیٹا ہضم کھانا، گھبراؤ نہیں، مذہب سلفیت کی حفاظت اسی طرح ہوگی جھوٹ فراڈ کا عمل ایسے موقع پر عین دین بن جاتا ہے، ہمارے بڑوں نے ہمیں یہی گر سکھایا ہے، سلفیت زندہ باد، حنفیت مردہ باد

بیٹا۔ ابا جی آپ کو جوش کیوں آرہا ہے ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

محمد اجمل مفتاحی

طٰہٰ شیرازی

خمارِ سلفیت

قیاسی فقہ اور حجازی فقہ

بیٹا ، ابا جی

باپ ، جی بیٹا

بیٹا ۔ ابا جی قیاسی فقہ اور حجازی فقہ کسے کہتے ہیں ؟

باپ ۔ بیٹا ، کوفہ والوں کا فقہ یعنی امام ابوحنیفہ کا فقہ قیاسی فقہ کہلاتا ہے اور مدینۃ الرسول صلے اللہ علیہ وسلم کا فقہ یعنی حضرت امام مالک والا فقہ حجازی کہلاتا ہے ۔

بیٹا ۔ ابا جی دونوں فقہ میں بنیادی فرق کیا ہے !

باپ ۔ بیٹا کوفہ والا فقہ سراسر کتاب وسنت کے خلاف ہے اور اس میں صرف قیاسی گھوڑے دوڑائے گئے ہیں ۔ اور حجازی والا فقہ خالص کتاب وسنت کی روشنی میں ترتیب دیا گیا ہے ، مدینہ منورہ حدیث کا گہوارہ تھا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنے اجتہاد میں صرف قرآن وحدیث پر اعتماد کرتے تھے ، (اختلاف امت کا المیہ صلا)

بیٹا ۔ تو ابا جی ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فقہ خالص کتاب وسنت والا ہوگا !

باپ ۔ جی بیٹا ۔ امام مالک خالص اہلحدیث تھے ، ساری زندگی مدینہ منورہ میں رہے ، صرف ایک بار مکہ مکرمہ حج کے لئے گئے ، مسجد نبوی میں انھوں نے نماز پڑھتے تابعین کو دیکھا تابعین نے صحابہ کرام کو دیکھا ، صحابہ کرام نے مسجد نبوی میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم

کی امامت میں نماز پڑھی، امام مالک کا فقہ اور ان کی نماز کا طریقہ بالکل سنت کے مطابق اور حضورؐ والا طریقہ تھا۔

بیٹا۔ ابا جی ہم لوگوں کی نماز بھی خالص کتاب وسنت والی ہے، اور امام مالک کی نماز بھی خالص سنت والی ہے، تب تو ہماری نماز اور امام مالک والی نماز میں کچھ فرق نہیں ہوگا؟

باپ۔ بالکل نہیں بیٹا، ہم اہلحدیثوں کی نماز بھی حجازی ہے اور امام مالک کی نماز بھی حجازی ہے، فرق کیسے ہوگا؟

بیٹا۔ ابا جی، مگر شیخ جی حفظہ اللہ تو کہہ رہے تھے کہ ہم لوگوں کی نماز اور امام مالک کی نماز میں بڑا فرق ہے، ہم لوگوں کی نماز حجازی فقہ والی ہے اور امام مالک کی نماز قیاسی فقہ والی ہے۔

باپ۔ بیٹا وہ غلط کہتے ہیں، دیکھو ہمارے علماء لکھتے ہیں:

> مدینہ منورہ وحی کا مقام اور اہل سنت کا گہوارہ تھا، مدینہ منورہ اہلحدیث کا مرکزی درسگاہ بن گیا سنہ میں قال اللہ وقال الرسول کی فضا میں مالک بن انس پیدا ہوئے، آپ نے تمام زندگی مدینہ میں گزاری،
>
> (اختلاف امت کا المیہ ص ۲۱-۲۰)

بیٹا۔ ابا جی شیخ جی حفظہ اللہ بڑے گہرے مطالعہ والے اہلحدیث عالم ہیں، یہ بہت بڑے حفظہ اللہ ہیں، ان کا کہنا غلط نہیں ہو سکتا، یقیناً امام مالک کا فقہ حجازی نہیں قیاسی ہوگا، ورنہ کم از کم نماز کے مسائل میں تو ان کا کوفہ والوں سے اختلاف ہوتا اور ہم سے اتفاق ہوتا، دیکھئے جو ہم اہلحدیثوں کے امتیازی مسائل ہیں، امام مالک کا مذہب ان میں ہمارے خلاف ہے اور کوفہ والوں سے بڑی حد تک موافقت رکھتا ہے، مثلاً ان مسائل کو دیکھئے۔

(۱) ہمارے نزدیک تراویح کی نماز آٹھ رکعت ہے، اور امام مالک کا مذہب فقہ مالکی کی کتابوں میں یہ لکھا ہے۔ واقل قیام شہر رمضان اثنتا عشرة رکعة مثنیٰ مثنیٰ ثم الوتر، یعنی تراویح کی کم سے کم مقدار وتر چھوڑ کر بارہ رکعت ہے۔ اس کے بعد

لکھا ہے، واستحب جماعة من العلماء والسلف الصالح بالمدینة عشرین رکعة والوتر، یعنی مدینہ منورہ کے سلف صالحین اور علما کی ایک جماعت نے وتر کے سوا بیس رکعت تراویح کو مستحب قرار دیا ہے۔ (الکافی ص۷۴) اباجی، اس کتاب میں وتر کے علاوہ چھتیس رکعت تراویح کا بھی ذکر ہے مگر آٹھ رکعت تراویح کا کہیں نام و نشان نہیں ہے۔

اباجی، مدینہ والے کوفہ والوں کا قیاسی بیس رکعت والی تو تراویح پڑھا کرتے تھے مگر ہم لوگ والی حجازی تراویح یعنی ہمارے دعوی کے مطابق کتاب و سنت والی تراویح کا مدینہ والوں کے یہاں نام و نشان بھی نہیں تھا۔

(۲) اور اباجی ہم لوگوں کے یہاں نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے اور امام مالک جن کا فقہ حجازی تھا ان کا مذہب یہ ہے۔ ولیس فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ قرأۃ عند مالک واصحابہ۔ (الکافی ص۸۷) یعنی نماز جنازہ میں امام مالک اور ان کے اصحاب کے نزدیک کچھ پڑھنا نہیں ہے۔

اباجی، یہی تو قیاسی فقہ کا بھی مسئلہ ہے، یعنی امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی نماز جنازہ میں قرآن میں سے کچھ نہیں پڑھا جائے گا۔

(۳) اور دیکھئے اباجی، ہم لوگوں کے مذہب میں ایک مسجد میں ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت کرنا سنت ہے، اور حجازی فقہ کا مسئلہ یہ ہے کہ، وکرہ اھل العلم ان تصلی جماعة بعد جماعة فی مسجد واحد اذا کان لذلک المسجد امام راتب، (الکافی ص۸۶) یعنی اہل علم نے اس کو مکروہ جانا ہے کہ جس مسجد میں متعین امام ہو اس میں جماعت ہو جانے کے بعد دوبارہ جماعت کی جائے۔ اباجی یہی تو قیاسی فقہ کا مسئلہ ہے، یعنی امام ابوحنیفہ کا بھی تو یہی مذہب ہے۔

(۴) اور دیکھئے اباجی ہم لوگوں کے مذہب میں تحیۃ المسجد تمام اوقات میں پڑھنا جائز اور مسنون ہے، مگر حجازی فقہ کا مسئلہ تو یہ ہے۔ فلا یرکع رکعتین تحیة المسجد

قبل غروب الشمس ولا قبل طلوعها۔ (الکافی ص۱۹۵ ج۱) یعنی دو رکعت
تحیۃ المسجد آفتاب کے غروب اور اس کے طلوع ہونے سے پہلے نہیں پڑھی جائے گی۔
اباجی یہی مسئلہ تو قیاسی فقہ یعنی حنفیہ کا بھی ہے۔

(۵) اور دیکھئے اباجی، ہم لوگوں کے یہاں یعنی مذہب اہلحدیث میں تمام نماز اول
وقت میں پڑھنا بہتر ہے، مگر امام مالک۔ حجازی فقہ کا مسئلہ یہ ہے،
ویستحب للمساجد الجماعات تاخیرها ..... وکذالک یستحب
للمساجد الجماعات تاخیر العصر والعشاء (الکافی ص۱۹۱ ج۱) یعنی جماعت
والی مسجدوں میں ظہر، عصر اور عشاء کی نماز مؤخر کر کے پڑھنا بہتر ہے، اباجی یہی مسئلہ
تو قیاسی فقہ یعنی حنفیہ کا بھی ہے۔

(۶) اور دیکھئے اباجی، ہم لوگوں کے مذہب میں عورتیں اذان کہیں گی، مگر حجازی
فقہ کا مسئلہ یہ ہے۔ ولیس علی النساء اذان ولا اقامة (ایضا ص۱۹۸ ج۱)
یعنی عورتوں پر نہ اذان ہے اور نہ اقامت، اباجی یہی مسئلہ تو قیاسی فقہ کا بھی ہے۔

(۷) اور دیکھئے اباجی، ہم لوگوں کے یہاں نماز میں بسم اللہ زور سے پڑھنا درست ہے
اور حجازی فقہ کا مسئلہ یہ ہے۔ ولا یقرأ فیها بسم الله الرحمن الرحيم
لا سرا ولا جهرا (ایضا ص۱۹۹ ج۱) یعنی نماز میں بسم اللہ نہ زور سے پڑھی جائے گی
اور نہ آہستہ سے۔ اباجی حنفیہ کی قیاسی فقہ کا بھی یہی مسئلہ ہے کہ بسم اللہ زور سے
نہیں پڑھی جائے گی۔

(۸) اور اباجی ہم لوگوں کا مذہب ہے کہ مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے، بلا اس کے
نماز باطل ہوگی، اور حجازی فقہ یعنی امام مالک کے مذہب میں یہ ہے کہ مقتدی سورہ فاتحہ
نہیں پڑھے گا۔ الا ان یکون ماموما (ص۲۰۱ ایضا) یعنی اگر نماز پڑھنے والا
مقتدی ہے تو سورہ فاتحہ نہیں پڑھے گا، کیوں نہیں پڑھے گا، حجازی فقہ میں یہ لکھا ہے
واما الماموم فالامام یحمل عنه القراءة، یعنی اس وجہ سے نہیں پڑھے گا کہ

امام مقتدی کی طرف سے فاتحہ پڑھنے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ ابا جی دیکھئے اس جگہ تو ہمارا مسئلہ میں بھی حجازی فقہ قیاسی فقہ یعنی حنفیہ کا ساتھ دے رہا ہے امام ابو حنیفہ کا بھی تو یہی مذہب ہے ابا جی۔

(۹) اور دیکھئے ابا جی ہم لوگوں کا یعنی اہلحدیث کا مذہب ہے کہ اگر امام کو آدمی رکوع میں پاوے گا تو اس کی یہ رکعت شمار نہ ہوگی، اور حجازی فقہ کا مسئلہ یہ ہے کہ اس کی یہ رکعت شمار ہوگی، اور لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے۔ (ص ایضاً) ابا جی یہ مسئلہ بھی قیاسی فقہ والا ہے، حجازی فقہ اور قیاسی فقہ دونوں اس مسئلہ میں بھی گلے مل رہے ہیں۔

(۱۰) اور دیکھئے ابا جی ہمارے مذہب اہلحدیث میں آمین زور سے کہنی سنت ہے اور حجازی فقہ یعنی امام مالک کا مذہب یہ ہے۔ ماذا فرغ منها قال: آمین سرا۔ یعنی سورہ فاتحہ سے فارغ ہو کر آمین آہستہ سے کہے گا۔ (ایضاً ص) ابا جی دیکھئے اس جگہ تو اس مسئلہ میں بھی حجازی اور قیاسی فقہ گلے مل رہے ہیں۔

ابا جی قیاسی فقہ اور حجازی فقہ کے گلے ملنے کی اور حجازی فقہ یعنی مدینہ والی فقہ سے ہمارے مذہب کے مخالف ہونے کی یہ دس مثالیں کافی ہیں یا اور پیش کی جائیں؟

باپ۔ بیٹا ان میں سے ایک مثال بھی کسی حنفی کے سامنے مت کہنا، ورنہ ہمارا یہ دعویٰ کہ ہمارا مذہب حجازی فقہ والا ہے اور حنفیہ کا مذہب قیاسی فقہ والا ہے ہوا ہو جائے گا۔ اور لوگ ہم کو بڑا جھوٹا سمجھیں گے۔

بیٹا۔ تو ابا جی امام ابو حنیفہ کا فقہ قیاسی نہیں حجازی ہے آپ اس کو تسلیم کر رہے ہیں؟

باپ۔ امام ابو حنیفہ کے فقہ کا کوئی مسئلہ قرآن سے بھی ثابت ہوگا تو بھی ہم اہلحدیث لوگ یہی شور مچائیں گے کہ امام ابو حنیفہ کا فقہ قیاسی ہے، یہ ہماری ڈپلومیسی یعنی مذہبی سیاسی حرکت ہے۔

بیٹا۔ ابا جی اگر ہماری اس ڈپلومیسی کا تو شیخ محمد حنظلہ جیسے لوگ اعلان کتاب کھول کر کرنے لگیں گے تو ہم کیا کریں گے، اور اس موقع سے ہماری ڈپلومیسی کیا ہوگی؟

باقی ص ۹۳ پر

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

پاکستان کے مشہور عالم دین اور معروف مناظر حضرت مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی کا حادثہ وفات

مجلہ الانوار مدینہ لاہور پاکستان کے ذریعہ معلوم ہوا کہ حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر ۲۴ر اکتوبر سنہ ۲۰۰۰ء کو بعارضہ قلب اللہ کے حضور پہنچ گئے، یہ خبر ہندوستان میں کم از کم میرے لئے صاعقہ آسمانی سے کم نہیں تھی، بہت دیر تک ہوش وحواس گم کئے ہوئے بیٹھا رہا، اور مولانا کے لئے مغفرت کی دعا کرتا رہا۔

ہندوستان میں کم ہی اہل علم حضرت مولانا مرحوم سے واقف ہوں گے اور شخصی تعارف تو بہت کم لوگوں کو حاصل رہا ہوگا۔

چند سال قبل میں مدینہ منورہ میں تھا، میری قیام گاہ حضرت مولانا مفتی عاشق الہی صاحب برنی مدظلہ کی قیام گاہ کی جگہ تھی۔ مفتی صاحب موصوف کی مجلس میں حضرت مولانا مرحوم کا تذکرہ بڑی محبت سے کیا جاتا تھا۔ مفتی صاحب موصوف نے کہا کہ احناف اور مسلک دیوبند کا دفاع تمہارا بھی موضوع ہے، اور یہی موضوع مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی صاحب کا بھی ہے۔ وہ پاکستان کے جلیل القدر عالم اور مناظر ہیں، ان کی کتابوں کو بھی تمہیں مطالعہ میں رکھنا چاہئے، اور پھر خود ہی ان کے رسائل کا ایک مجموعہ دیا، میں نے اس کا مطالعہ کیا تو مولانا کا اسلوب تفہیم بہت پسند آیا، اور ان کی ذہانت وحافظہ کا قائل ہونا پڑا، مولانا اپنی کتابوں اور تقریروں میں مسلک دیوبند، مذہب حنفی کا دفاع بڑے پر اعتماد انداز میں کرتے ہیں، مطالعہ بھی ان کا بہت وسیع تھا اور حافظہ تو پرانوں کی یاد تازہ کرتا تھا۔

ردِ غیر مقلدیت میں جب میری کتابیں شائع ہو کر پاکستان پہنچیں تو مولانا انھیں پڑھ کر بہت خوش اور متاثر ہوئے، اور میری کتابوں پر بڑا وقیع تبصرہ لکھ کر زمزم کیلئے بھیجا، ان کا تبصرہ میں نے شائع نہیں کیا، اس میں انھوں نے میرے لئے میری حیثیت سے بلند کلمات کا استعمال کیا تھا، مجھے وہ تبصرہ زمزم میں شائع کرتے ہوئے حجاب محسوس ہوا۔

زمزم پرچہ کی طرف پاکستان میں وہ لوگوں کو متوجہ کرتے تھے، انکی توجہ سے کئی لوگ پاکستان کے مختلف علاقوں میں زمزم کے خریدار بنے۔

تین چار سال قبل کچھ شر پسند حاسدوں کی حرکت کی وجہ سے مولانا کے بڑے لڑکے کو پولیس نے پاکستان کی ایک خطرناک تنظیم کے ساتھ ربط و تعلق کا الزام لگا کر پکڑ لیا تھا اور بے انتہا اذیت و تکلیف دے کر جیل میں ڈالدیا تھا، لڑکا بے قصور تھا مگر ہزار کوششوں کے باوجود اسکی ضمانت نہیں ہو رہی تھی، مولانا مرحوم اس کی وجہ سے دو تین سال بہت پریشان رہے ملتان سے لاہور کا چکر لگاتے رہے، ہر طرح کی کوشش کر کے تھک گئے مگر نواز شریف کی پولیس کے پنجے سے وہ بچہ نکل نہیں سکا۔

گذشتہ دنوں جب نواز شریف کا تختہ الٹ گیا تو پچھلے سال معلوم ہوا کہ لڑکا ضمانت پر جیل سے رہا ہوا ہے۔

مولانا کی اس پریشانی کی وجہ سے ان سے خط و کتابت زیادہ نہیں رہی مگر ایکدوسرے کے حالات سے آگاہی ہوتی رہی۔ جب میں [illegible] میں پاکستان گیا تو مولانا کو میرے سفر کی اطلاع پہلے سے لاہور کے مخلصین نے کردی تھی۔ ازراہ کرم مولانا ملتان سے خود ہی لاہور مجھ سے ملنے تشریف لائے۔ اور دو روز ان کا ساتھ رہا، جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور (جہاں میرا قیام تھا) کی مسجد میں ایک روز ہم دونوں کا مشترک خطاب بھی ہوا۔

مولانا اکاڑوی سے مل کر مجھے اندازہ ہوا کہ شخصیت اس سے کہیں بلند ہے جس کا تصور ان کے رسائل پڑھ کر مجھے ہوا تھا، وہ نہ صرف ردِ غیر مقلدیت بلکہ تمام باطل فرقوں کے رد میں عیسائی قادیانی پرویزی بریلوی ہر طرح تیار ہیں، اور ان کا مطالعہ بڑا وسیع اور ہمہ گیر ہے، ان کا حافظہ

بے پناہ ہے، کتابوں کے جلد اور صفحے تک کے حوالے دیتے ہیں۔

پاکستان جاکر معلوم ہوا کہ مولانا کی چوٹی کا مناظر اس وقت پورے پاکستان میں دوسرا نہیں ہے، جو تمام باطل فرقوں کے مقابلے میں تن تنہا ڈٹ جائے اور ہر ایک سے مناظرہ کیلئے ہر وقت تیار رہے، عیسائی، پرویزی، قادیانی، بریلوی اور غیر مقلدین سب انکے نام سے تھراتے ہیں۔ اور جب کبھی ان فرقوں سے مناظرہ کی ٹھن جاتی ہے تو اس کیلئے پہلے مرحلے میں مولانا صفدر ہی کو یاد کیا جاتا ہے —— مولانا کی ذات بیحد متواضع اور سادہ تھی، پاکستانی علماء میں جو لوگ ذرا شہرت کے حامل ہو جاتے ہیں انکی زندگی شاہانہ ہو جاتی ہے، اور ان کا رنگ ڈھنگ بدل جاتا ہے، میں نے یہ بات آج سے بہت پہلے اپنے پہلے سفر میں محسوس کی تھی اور بعد میں جب ان حضرات سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ہر سال ملاقات ہونے لگی تو اس کا احساس اور بڑھا، مگر مولانا صفدر امین صاحب مرحوم کی ذات بالکل نرالی تھی، مجھ سے ملنے آئے تو بدن پر ایک معمولی کرتا اور ایک معمولی لنگی اور ایک دو پلیا معمولی سی ٹوپی اور ایک بہت کم قیمت کا سر پر لگانے والا رومال تھا۔ شہنشاہ مناظرہ کی یہ سادگی اور تواضع دیکھ کر مجھے اپنے اکابر یاد آگئے —— اگر اہل علم بھی دنیادار بن جائیں تو ان کی نگاہ میں بھی اہل ہنر کی قدر نہیں رہتی، مجھے محسوس ہوا کہ مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی پاکستان میں وہ قدر نہ ہو سکی جس کے وہ مستحق تھے۔ بہت سی باتیں کہنے کی نہیں ہوتی ہیں۔ اسلئے میں اس اجمال کی تفصیل نہیں کر سکتا، مگر میرا احساس آج بھی ہے کہ مولانا جتنے اونچے تھے پاکستان کے علماء میں انکو وہ مقام نہیں مل سکا، بلکہ ان کو نظر انداز کرنے کا سلسلہ جاری تھا۔

مولانا کو بڑا اشتیاق ہندوستان آنے دارالعلوم دیکھنے اور یہاں کے اہل علم سے ملنے کا تھا ہم لوگوں نے ان کے آنے کا انتظام بھی کیا تھا مگر پاکستان حکومت نے ان کو ویزا نہیں دیا اور مولانا کی ہندوستان آنے کی حسرت دل ہی میں رہ گئی۔

بہرحال پاکستان میں جماعت دیوبند و اہل حق اہل علم حلقوں کیلئے مولانا کی وفات بڑا زبردست حادثہ ہے، اللہ سے دعا ہے کہ مولانا کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اسکے پُر ہونے کا انتظام فرمائے اور مولانا مرحوم کی بال بال مغفرت فرما کر انکے درجات کو بلند فرمائے، اور انکے اہل خاندان کو صبر و سکون عطا کرے۔

محمد ابوبکر غازی پوری

شوقِ مدینہ

ہے شوق یہ کہ ہم در سرور کو دیکھتے
بر جائے سجدہ گاہ نبی سرور کو دیکھتے

بن کے سراپا شوق ہم در در کو دیکھتے
گلیوں میں گھوم گھوم کے ہر گھر کو دیکھتے

جالی سے جھانک، روضۂ انور کو دیکھتے
حرم رسول پاک کے ہر در کو دیکھتے

روضہ کے پاس جاتے بصد شوق باادب
تحفہ درود کا در سرور کو بھیجتے

باچشم اشکبار، بصد شوق باادب
صحن حرم سے قبۂ اخضر کو دیکھتے

باغ جناں میں بیٹھ کر، کرتے خدا کو یاد
کرتے نگاہ شوق تو منبر کو دیکھتے

حرم رسول پاک کی ہر شے ہے محترم
صحن حرم میں اڑتے کبوتر کو دیکھتے

جاتے بقیع کو، شوق سے، نیچی نگاہ سے
دین نبی کے انجم و اختر کو دیکھتے

جبل احد کا ہائے رے وہ دلکشا جمال
اے کاش ہم بھی جا کے اس منظر کو دیکھتے

ہم سلفیوں کا ذکر بھی کرتے وہاں ضرور
پھر سلفیوں کی حالت ابتر کو دیکھتے

محمد اجمل مفتاحی